(اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ)

علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی

ماہنامہ

اللطیف

ویلور

دارالعلوم لطیفیہ

مکان حضرت قطب ویلور (قدس سرّہ)

Scanned with CamScanner

۷۸۶
۹۲

اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْر

اللطیف

زیرِ ظلِّ عنایت حمایت و سرپرستی

تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی
ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکانِ حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ العزیز

مدیر اعلیٰ

فضیلت مآب مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی
بی۔ اے۔ ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ العزیز

مدیر مسئول

افضل العلماء ابو المکارم سید مصطفیٰ حسین بخاری قادری کڈپوی فاضل دار العلوم لطیفیہ
جنرل سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف ــــ مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز

مدیرانِ معاون

افضل العلماء مولوی پی۔ محمد ابوبکر صاحب قمری ملیباری لطیفی
استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور۔ قدس سرہٗ العزیز

افضل العلماء مولوی حافظ یم۔ بشیر الحق قریشی صاحب لطیفی اوھونی
مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور۔ قدس سرہٗ العزیز

نمائندگانِ طلباء

چیگری سید عشاق محمد قادری ـــ جنرل مانیٹر دار العلوم لطیفیہ
سید نذیر محی الدین نندلوری ـــ سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف
عبد الرشید منیار ـــ نائب سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف

۱۰؍ شعبان المعظم
سنہ ۱۳۹۷ھ
مطابق
۲۷؍ جولائی
سنہ ۱۹۷۷ء
بروز چہار شنبہ

مطبوعہ الیکٹرک قومی پریس لشکر بنگلور ۵۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین سالنامہ اللطیف ۱۳۹۷ھ

نظم

از: قدوة السالکین زبدة العارفین شیخ المشائخ حضرت رکن الدین
سید شاہ ابوالحسن قربی علیہ الرحمۃ

عطیۂ مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر رضا قادری مدنی مدظلہ العالی المعروف میراں پاشاہ صاحب

محبوبۂ دنیا اُپر دل کو بہلانا ہے عبث
آزمائے اس کو بے وفا پھر آزمانا ہے عبث

دُنیا کی نعمت کے اُپر ہر طالبِ دنیا کے تئیں
مُردار پر کتے نمن تو جا ملانا ہے عبث

مرشد سوں نکتہ کا بیاں نا بوج کر تحقیق سوں
کر اعتقاد الحاد کا عارف کو آنا ہے عبث

مشکل ہے نکتہ کا سمج نا بوج ہر کس کر بیاں
اسلام کوں ہور کفر کوں باہم ملانا ہے عبث

کوئی شرح نکتے کا کیا تفصیل سوں اونا سمج
اپنیچ باتاں کو پکڑ اس کو ہرانا ہے عبث

کوئی حجت قاطع رکھ عرفاں کے باتاں کیا
بیہودہ شمشیر زباں اس پر رچانا ہے عبث

کلبِ گزندہ ہے زباں اخبار میں آیا ہے یوں
عشاق کی مجلس میں اس کتے کو لانا ہے عبث

حق نے کہیا میں ہوں سدا مرِ شکستہ دل کنے
آپس کتیں سنگار کر جگ میں دکھانا ہے عبث

جب غیریت کوں مات کر حق ثم وجہ اللہ کہا
اپنی خودی کی نطع پر گھوڑا چلانا ہے عبث

جو غیریت عشاق میں ہے رمز او نا بوج کر
اخفش کی بکری کے نمن داڑھی ہلانا ہے عبث

عشاق کہتے توسوں او او توں بھی دونوں غیر نیں
یو نکتہ نا بج خلق میں یو ذکر لانا ہے عبث

کہتا ہوں تو سب اوج ہے اوی بچن کا کر بیاں
عشاق کوں اپنے اُپر ہر دم نہانا ہے عبث

الحاد کا کر سب بیاں سرمست ایس کوں کر دکھا
اپنے یو کم فہماں کتیں ناحق رچانا ہے عبث

جب ملحداں کے دل اُپر الحاد کا ناسور ہے
اس زخم پر بھاکو نمک قربی جلانا ہے عبث

اشہد ان محمد رسول اللہ

یا علی

طیبہ ہی کو اب کعبۂ مقصد کہئے
دہلیز نبی صلعم کو سنگ اسود کہئے
گر حمد خدا کا حق ادا کرنا ہے
دل سے اک بار یا محمد کہئے

حضرت امجد حیدر آبادی رح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادارہ

سینہ روشن ہے تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات
ہو نہ روشن تو سخن مرگِ دوام اے ساقی

الحمد للہ والمنۃ دار العلوم کا ترجمان سالنامہ "اللطیف" آج اپنی عمر کی سترھویں بہار سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ امسال بھی ہم نے اس کے حسن و جمال کی آرائش میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ "اللطیف" سابقہ حسین روایات سے لیس ہو کر پوری آب و تاب کے ساتھ اپنے دامن میں ساری لطافتوں اور رعنائیوں کو لئے ہوئے حاضر ہے۔ اور وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس میں آپ کو ایک طرف شریعت مطہرہ تو دوسری طرف تصوف و طریقت سے متعلق دلچسپ و تحقیقی مضامین ملینگے، نیز ایسے نادر مخطوطات بھی آپ کو ملیں گے۔ جو ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئے۔ غرض اس دور کا یہ عظیم سالنامہ آج اپنی بے مثال خوبیوں کی وجہ بلند ذوق قارئین کے لئے بڑی ہی دلچسپی اور کشش کا باعث بنا ہوا ہے ـــــ اس سال بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کے پاکیزہ اوراق پہ نادر و نایاب بے مثال تبرکات اور تحقیقی مضامین کس شان کے ساتھ نمایاں ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ اس علمی و ادبی گلدستہ کی کیف آور خوشبو ایوان علم و ادب میں ہمیشہ مہکتی رہیگی۔

تصوف و طریقت کے متعلق اس مرتبہ ہم یہ کچھ صراحت کے ساتھ یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ قرآن و حدیث سے الگ کوئی غیر اسلامی نظریہ نہیں اور نہ یہ بعد کی پیداوار ہے۔ قرون ثلٰثہ ہی سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت ختم نبوت اور ولایت کے اعلیٰ مراتب پہ فائز تھے۔ آپ پہ بھی بارہا جذب و کیف اور محو و استغراق کا عالم طاری ہوا ہے۔ حدیث لی مع اللہ وقت لم یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل اور حدیث مَنْ اَنْتِ مَنْ عائشہ نیز حدیث ما قصرتُ وما نسیت کل ذالک لم یکن وغیرہ، یہ تمام اسی کی طرف نشان دہی کرتی ہیں۔ قرن اوّل میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف صحبت بابرکت ہی کافی تھی کہ آپ علیہ السلام کی نظر کیمیا اثر کی ایک معمولی توجہ نے صحابۂ کرام کے دلوں کو مصفّا و مجلّا اور دمکتا کندن بنا دیا تھا۔ لہٰذا انہیں تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب، تجلیہ روح اور تخلیہ سر کے لئے خلوات و اربعینات اور کسی خاص قسم کے

کے مجاہدات وریاضات کی ضرورت نہ تھی۔ پھر وہ مرتبۂ کمال کی اس انتہا کو پہنچ گئے کہ ان کے لئے بارگاہِ نبوت سے **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** کی شہادت فضیلت کا اعلان ہوا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے پاکیزہ دَور میں علوم طریقت اور رموزِ حقیقت سے اچھی طرح سے واقف ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک طبقہ اعلاءِ کلمۃ الحق، جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ احکامِ شریعت کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ علومِ باطنہ یعنی حقائق کی ترویج واشاعت میں مشغول ہو گیا۔ قرنِ ثانی یعنی تابعین کے دَور میں بھی ایک جماعت حقائق کی تعلیم میں پوری طرح مصروف رہی قرن ثالث یعنی تبع تابعین کے دَور میں بھی یہ سلسلہ باقاعدہ جاری اور ہنوز جاری وساری ہے۔ اس کے باوجود ان میں کوئی بھی صوفی جیسے نام سے مشہور نہیں ہوا۔ کیونکہ جو القاب کہ انہیں حاصل تھے، وہی نہایت ہی مہتم بالشان تھے۔ ان سے بہتر کوئی لقب نہیں ہو سکتا تھا۔ سب سے پہلے صوفی کے نام سے مشہور ہونے والے بزرگ سید ابوہاشم ابن احمد علیہ الرحمہ ہیں جن کا وصال ۱۶۱ھ میں ہوا۔

امتدادِ زمانہ کے ساتھ اختلاف طبائع کی وجہ صوفیاءِ کرام نے لوگوں کی اصلاح وتربیت کیلئے چند اصول وضوابط کو ترتیب دیا اور قرآن وحدیث کے ظاہر وباطن سے حقائق وسلوک کے علوم مستنبط کرکے نئی اصطلاحات قائم کیں۔ چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں **علمنا ھذا مشید بالکتاب والسنۃ** یعنی ہمارا یہ علم طریقت قرآن وحدیث کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ علمائے کرام نے حسبِ ضرورت اصول تفسیر، اصولِ حدیث، اصول فقہ اور فقہ جیسے علوم کی بنیاد ڈالی تھی، جو قرنِ اول میں یکسر موجود نہیں تھے ——

صوفیاءِ کرام کی پاکیزہ تعلیمات سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ نے شریعت مطہرہ کو شدت کے ساتھ اپنایا۔ چنانچہ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے **تفقہ ثم اعتزل** یعنی پہلے علومِ شرعیہ سیکھو، پھر درویشی کرو۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں، یہ راستہ وہی شخص پا سکتا ہے، جس کے سیدھے ہاتھ میں قرآن پاک اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو، اور وہ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تاکہ شکوک وشبہات کے گڑھوں میں نہ گرے اور نہ بدعت کی تاریکیوں میں گم ہو جائے۔ حضرت شیخ ابو بکر طمستانی فرماتے ہیں کہ راستہ واضح ہے اور کتاب و سنت ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ

ولی مراتب فقراء کی معرفت کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تم آج فقراء کے مراتب کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو ان کی اتباع شریعت پر نظر کرو۔ کیونکہ شریعت معیار ہے، یہی وہ کسوٹی ہے جس پر فقیر کی حقیقت اچھی طرح روشن ہو جاتی ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے شریعت کے ساتھ طریقت کو جمع کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے، چنانچہ زبدۃ العارفین اعلیٰحضرت محی الدین شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی بلند پایہ تصنیف جواہر الحقائق میں آپ کا یہ قول منقول ہے، فرماتے ہیں من تفقه ولم یتصوف فقد تصلق و من تصوف ولم یتفقه فقد تزندق ومن جمع بینهما فقد تحقق یعنی جس نے علم شریعت سیکھا، علم طریقت نہ جانا وہ بکواس کیا جس نے علم سیکھا اور علم شریعت نہ جانا وہ زندیق ہوا۔ جس نے دونوں کو جمع کیا اس نے حقیقت کو پالیا۔

غرض صوفیائے کرام جامع شریعت و طریقت ہوتے ہیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں جام شریعت تو دوسرے ہاتھ میں سندانِ عشق ہوتے ہیں مرج البحرین یلتقیٰن بینهما برزخ لا یبغیٰن ان کی شان ہوتی ہے ؎

درکفِ جامِ شریعت درکفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو نورِ بصیرت سے نوازے تاکہ اس کی معرفت آسان ہو۔ آمین!

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

روئداد دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

ادارہ

آغاز سال نو

اُم المدارس دار العلوم لطیفیہ کسی تعارف کا محتاج نہیں، ملک کا یہ قدیم ترین ادارہ تقریباً تین صدیوں سے تشنگانِ علوم کو علوم ظاہری و باطنی سے سیراب کرتا آرہا ہے۔ ابتک سینکڑوں افراد اس سے مستفیض ہو چکے ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اس کے فیض یافتگوں کی ایک جماعت ہر دور میں ملک کے مختلف حصوں میں دینی و ملی خدمات انجام دیتی رہی۔ آج بھی اس کے فرزند ہندوستان کے مختلف گوشوں میں درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ جیسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

الحمد للہ: اس دینی درسگاہ کا تعلیمی سالِ نو کا آغاز مورخہ ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۶ر اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز چہارشنبہ ہوا۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی ہندوستان کے اکثر علاقوں سے طلبا، کی ایک کثیر تعداد علوم و فنون کی تحصیل کے لئے آئی۔ سال بھر تک مادرِ علمی کی گود میں رہ کر اکتسابِ فیض کرتی رہی۔ مربیانِ مدّ تقدس مآب اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز اور آپ کے برادرانِ عزیز حضرت مولانا ابوالصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی و حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی بی اے ناظم دار العلوم لطیفیہ نے نامساعد حالات کے باوجود دین و ملت کی ترقی و سربلندی کے لئے بھرپور جدوجہد کرتے رہے۔ اور ان حضرات کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی کہ یہ دینی درسگاہ ایسے علماء پیدا کرے جو نئے حالات میں مخلوق خداوندی کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔

دورۂ حدیث

چمن علم حدیث کی نشر و اشاعت اور اس کو فروغ دینے میں حضرات اقطاب ویلور قدس سرہ العزیز کوشاں رہے بفضلہ تعالیٰ یہ حضرات بھی اسکی آبیاری کرتے آرہے ہیں۔

مورخہ ۲۵ر شوال المکرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۶ء روز چہارشنبہ صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف کے دورۂ حدیث کا آغاز خانقاہِ عالیہ قطبیہ میں تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی (سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز) کی دعاؤں

سے ہوا۔ نیز مورخہ ۲۳؍رجب المرجب ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۱۹۷۶ء بروز دوشنبہ فضیلت مآب اعلیحضرت قبلہ مدظلہ العالی کی دعاؤں پر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ادبی افتتاحی اجلاس

دارالعلوم۔ نونہالوں میں تحریری و تقریری صلاحیتوں کو فروغ دینے کے لئے پوری توجہ سے کام لیتا ہے۔ امسال بھی اس فن کو فروغ دینے کے لئے انجمن دائرۃ المعارف کا افتتاحی جلسہ تمام آب و تاب کے ساتھ بزیر صدارت فضیلت مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی انجام پایا جس میں خطاب کے لئے ملک و ملت کی اعلیٰ شخصیتوں کو مدعو کیا جاتا ہے، تاکہ طلباء ان کے بہترین اندازِ بیان کو اپناتے ہوئے اپنے اس فن کو فروغ دیں۔

بحمداللہ امسال عالیجناب مولانا الحاج قاری انصار علی قریشی صاحب حیدرآبادی کو مدعو کیا گیا۔ موصوف نے فضیلت قرآن مجید پر روشنی ڈالتے ہوئے طلباء و اہلِ جلسہ سے خطاب فرمایا۔ فاضل مقرر کی تقریر آیاتِ قرآنی و احادیث شریف سے لبریز تھی۔

بعدازاں عالیجناب مولانا حضرت ابوالحسن صدرالدین شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم ھٰذا و صدر انجمن دائرۃ المعارف نے طلباء عزیز سے اپنے مخصوص انداز میں خطاب فرمایا۔ موصوف نے انجمن دائرۃ المعارف کے غرض و غایت کو بتاتے ہوئے تقریری میدان کی وسعت اور اس کے نتائج پر طلباء و اہل جلسہ کی توجہ مبذول فرمائی۔ آپ کی تقریر دلچسپ لطائف و حقائق سے بھرپور، ایک کھلی کتاب تھی، اور اخیر میں آپ نے تمام کا شکریہ ادا کیا۔

اس سال بھی انجمن کے تقریباً پینتالیس اجلاس ہوئے جن میں جلسۂ سیرت امام حسین علیہ السلام اور جلسۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جلسۂ گیارھویں شریف خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

دارالتصنیف والاشاعۃ

جب سے یہ شعبہ معرض وجود میں آیا ہے، بہت سے نادر پارے مع تراجم کے منظرِ عام پر آرہے ہیں۔ امسال بھی بفضلہ تعالیٰ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی تصنیفات سے فصل الخطاب بین الخطاء والصواب کے چند فوائد کا ترجمہ منظرِ عام پر آرہا ہے، جو قدیم و جدید دور کے دینی و ملی تقاضوں کا مستند حل ہے نیز مخزن السلاسل جو مختلف سلاسل کا خزانہ ہے، اور مکتوباتِ لطیفی کا ترجمہ جو حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطب ویلور علیہ الرحمہ کے خطوط کا مجموعہ ہے جسے حضرت موصوف نے وقتاً فوقتاً اپنے مریدین و متوسلین کے استفسار پر علمی مباحث و مسائل کے حل میں تحریر فرمایا تھا۔ نیز خوارقِ حیدریہ جو حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ علیہ الرحمہ کے مختلف خوارق پر مشتمل ہے جس میں نادر و عجیب خوارق و کرامات کا تذکرہ ہے، مع ترجمہ کے پیش کیا جارہا ہے۔

اسبابِ صحت

ہر سال کی طرح امسال بھی طلبائے عزیز کی حفظانِ صحت کا پورا پورا خیال کیا گیا اور انہیں نمازِ عصر کے بعد مختلف گیمس، والی بال بیٹ منٹن، ٹنی کائٹ، کبڈی وغیرہ سے لطف اندوزی کا موقعہ دیا گیا۔

نوید مسرت

الحمد للہ والمنہ دار العلوم ھذا سے جو طلبا یونیورسٹی کے امتحانات فضل العلماء اور ادیب فاضل میں شریک ہوئے تھے، نمایاں و شاندار کامیابی حاصل کئے۔

امتحانات

۲۴ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۷۷ء روز شنبہ سہ ماہی اور ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۷۷ء میں ششماہی امتحانات اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہوئے اور ۲۸ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۶ جولائی ۱۹۷۷ء سے دار العلوم کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے اور ایک ہفتہ تک جاری رہے۔ سالانہ امتحانات کے بعض پرچے بیرونی علمائے کرام نے تیار فرمایا اور جوابات کی تصحیح انہیں سے عمل میں آئی۔

عبا پوشی و عطائے اسناد

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ بروز پنجشنبہ دار العلوم کے وسیع و عریض ہال میں صبح کے دس بجے سالانہ اجلاس بزیر صدارت فضیلت انتساب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی اعلیٰ پیمانے پر منعقد ہوا۔ جس میں اکثر مقامی و بیرونی علماء کرام اور معتقد علم دوست حضرات مدعو تھے۔ اور اعلیحضرت قبلہ مدظلہ العالی اپنے دستِ فیض اقدس سے فارغین کو عبائیں اور اسناد عطا فرمایا۔

تقسیم انعامات

درسیات مقالہ نویسی مقابلہ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلبا اور عہدیداروں کو جو سال بھر تندہی کے ساتھ خدمات پیش کئے تھے، اسی دن شام میں ایک دوسری نشست ہوئی جس میں ان تمام کو اعلیٰ و قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔ نیز ان قدیم طلباء و اسٹاف ممبران جو سالانہ گیمس و اسپورٹس میں حصہ لیکر آخری دنوں کو رنگین بنایا تھا انہیں بھی انعامات سے نوازا گیا۔

ہدیۂ تشکر

ادارہ ان تمام حکیموں، اور ڈاکٹروں کا مشکور ہے جو ہمارے طلباء کی صحت کا ہمیشہ سے خیال کرتے ہوئے آئے۔ نیز ان مدیرانِ اخبار کا بھی مشکور ہے جو دار العلوم کی کارروائیوں کو شائع کرتے رہے۔

بالخصوص ادارہ جناب عبد المتین صاحب مالک الیکٹرک قومی پریس بنگلور کا تہ دل سے مشکور ہے، کہ آپ نے ہماری ہر چیز کی اشاعت پر پوری تندہی سے کام لیتے ہوئے پایۂ تکمیل کو پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دار العلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو دین و دنیا میں کامیاب و کامران فرمائے۔ آمین ثم آمین!



دار العلوم لطیفیہ اور گنبدِ اقطاب کا دیدہ زیب منظر

پیشکش: سید مرتضےٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلور

تفسیر سورۂ والضحیٰ

از: مولانا مولوی عبد العزیز صاحب رضا رضوی مبارکپوری
مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

قسم دھوپ چڑھتے وقت کی ○ اور رات کی جب چھا جائے ○ نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا ○ اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھکو پہلی سے ○ اور آگے دیگا تجھکو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا ○ بھلا نہیں پایا تجھکو یتیم پس پھر جگہ دی ○ اور پایا تجھکو بھٹکتا پھر راہ سجھائی ○ اور پایا تجھکو مفلس پھر بے پروا کر دیا ○ پس جو یتیم ہو اس کو مت ڈانٹ ○ اور جو مانگتا ہو اس کو مت جھڑک ○ اور جو احسان ہے تیرے رب کا پس بیان کر ○

امسال تفسیر سورۂ والضحیٰ ناظرین اللطیف کی خدمت میں حاضر ہے، اس کو بغور مطالعہ کرتے ہوے اس پر عمل پیرا ہونے کی سعی بلیغ فرمائیں اور خاکسار کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

وجہ تسمیہ اس سورہ کا نام ضحیٰ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کے اول میں قسم ضحیٰ کی کھائی گئی اور ضحیٰ کے معنی آفتاب کے بلند ہونے کے اور دن اوپر چڑھنے کے ہیں، اور یہ وقت ہر روز اندھیرے کے بعد آتا ہے۔ اس میں اشارہ اس بات کی جانب ہے کہ وحی بار بار آتی رہے گی اور اس کے نازل ہونے سے یہی مقصود ہے کہ اکثر اوقات وحی آیا کرے گی۔

شان نزول احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کچھ عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ دی (یعنی وحی قرآنی بند رہی)

سبب اس کا یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکۂ معظمہ میں دعوت اسلام شروع کی اور لوگوں کو اسلام کی جانب توجہ دلائی اور راہ راست دکھانا شروع فرمایا، رفتہ رفتہ دین حق کو لوگ قبول کرنے لگے۔ اہل مکہ نے دیکھا کہ اسلام روز بروز ترقی کرتا چلا جا رہا ہے اور ہماری جماعت دن بدن تھوڑی اور کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس ترقی کی روک تھام کے لئے ایک کمیٹی کی، جس میں طے پایا کہ یہود مدینہ کو اطلاع دی جائے کہ ہم میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے، جو نبوت اور پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے، اس کے دعوائے نبوت کی سچائی اور آزمائش کے لئے

کوئی نشانی بتلاؤ۔ کیوں کہ تم لوگ اہلِ کتاب ہو، اور سابق پیغمبروں کی نشانیوں سے باخبر اور خوب واقف ہو، تا کہ اس نشانی سے ہم لوگ اس کا امتحان کریں۔ یہود مدینہ نے کہلا بھیجا کہ تم مدعئ نبوت سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرو اور پوچھو سکندر ذوالقرنین کے احوال اور اصحاب کہف کا قصہ اور روح کی کیفیت بتلائے۔ مکہ کے کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر، ان تین چیزوں کے بارے میں سوال کیا۔ آنحضرت نور مجسم نے ارشاد فرمایا کہ ان تینوں باتوں کی خبریں تم کو کل دونگا۔ اور اس وقت انشاءاللہ زبانِ فیض ترجمان پہ جاری نہ ہوا۔ اس سبب سے کئی دنوں تک وحی آنا بند رہا۔ بعض کا قول ہے دس دن، بعض کہتے ہیں پندرہ دن۔ بعض کے نزدیک چالیس دن تک وحی نہ آئی۔ وحی نہ آنے کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد غم و ملال ہوا۔ دشمنوں نے اس خوشی میں حضور علیہ السلام کی بدگوئی اور طعنہ زنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ابولہب مجلس میں آکر کہتا تھا:-

ان محمدًا ودعہ ربہ وقلیٰ (یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور اپنا دشمن بنا لیا اور اسکی ایک عورت بطور استہزاء و مذاق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور خدمت شریف میں آکر بولی کہ ما اریٰ شیطانک الا وقد تولّٰک یعنی تیرا شیطان جو تیرے پاس آتا تھا تجھکو چھوڑ کر چلا گیا۔ ایسی پریشان کن اور وحشت ناک باتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ غم و رنج ہوا، اسی حالت میں اپنے دولتکدہ پر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان دشمنانِ دین کی باتوں کا ذکر فرمانے لگے۔ اسی اثنا میں اس سورۂ پاک کا نزول ہوا۔ اور اسکی ابتداء میں دن اور رات کا آنا جانا اور روشنی و اندھیرے کے ہیر پھیر کا ذکر فرمایا تا کہ لوگ اس کے بھید اور راز کو سمجھیں، اور غور کریں کہ دنیا کی رفتار ایک حالت پہ نہیں رہتی کبھی روشنی آتی ہے، اور کبھی اندھیرا آتا ہے جیسے ہمیشہ نور قیام نہیں کرتا ویسا ہی اندھیرا بھی ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ دن کے بعد اندھیرا آتا ہے اور اندھیرے کے بعد اجالا آتا ہے۔ اسی طرح وحی الٰہی کا آنا اور بند ہو جانا سمجھنا چاہیئے۔ اگر چند روز کے لئے وحی بند ہو گئی تو اے حبیب آپ کبیدہ خاطر کیوں ہوتے ہیں۔ تنگدل نہیں ہونا چاہیئے۔ اس میں بھی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جس طرح رات کے آنے میں حکمتیں ہیں۔ (مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سوالات کے مختصر احوال بھی لکھ دئے جائیں تا کہ قارئینِ اللطیف کو تشویش پیدا نہ ہو)۔

سوالِ اوّل (کہف کا معنی پہاڑ میں غار کے ہے) یہ چند نوجوان مردم کے کسی بادشاہ ظالم و جابر کے عہد سلطنت میں تھے۔ وہ بادشاہ اپنے دبدبہ اور حاکم ہونے کے سبب لوگوں سے زبردستی بت پرستی کرانا چاہتا تھا۔ عام لوگوں نے سختی اور تکلیف کے خوف سے اپنے مذہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کر لی اور عذاب آخرت کو فراموش کر گئے، مگر چند نوجوان جن کا تعلق سلطنت سے تھا انہوں نے خیال

کیا کہ چند روزہ متاعِ دنیا کے واسطے ایک مخلوق سے خوف زدہ ہو کر معبودِ حقیقی کی پرستش و عبادت چھوڑ دیں اور صراطِ مستقیم سے منہ موڑ لیں بہت ہی مشکل آمر ہے اور یہ بادشاہ جس کا نام بعض نے دقیانوس بتایا ہے زبردستی بت پرستی کرانا چاہتا ہے۔ اگر ہم اس کا حکم نہ مانیں گے تو یقیناً قتل کرا دیگا۔ چنانچہ ایک روز بادشاہ کے دربار میں طلبی ہوی۔ وہ نوجوان جن کے قلوب کو خالقِ حقیقی نے صبر و استقلال کی دولت سے مالامال کیا تھا اور نور تقویٰ سے بھر دیا تھا بادشاہ کے روبرو حاضر ہو کر ایمانی جرأت و استقلال کا مظاہرہ کیا، دیکھنے والوں کو مبہوت اور خوف زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ ان کی جوانی پر ترس آیا اور کچھ دوسرے مشاغل اور مصلحتیں ایسی پیش نظر ہوئیں کہ ان کو فوراً قتل کر ڈالنا نامناسب سمجھا اور ان کو موقع چند روز کا دیا کہ اپنے اس معاملہ میں غور و خوض کر لیں۔ ان لوگوں نے اس مہلت کو غنیمت جانا۔ آپس میں مشورہ کر کے طے کر لیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جبکہ بادشاہ جبر و تشدد سے کام لے رہا ہے، دینِ اسلام پر قائم رہنا دشوار اور قدم کا ڈگمگا جانا ممکن ہے، لہٰذا شہر چھوڑ کر قرب و جوار کی کسی پہاڑی میں روپوش ہو جانا اور چھپ رہنا بہتر ہے۔ چنانچہ رب العالمین کی بارگاہ میں خصوصی دعا کی کہ اے باریتعالیٰ تو اپنی رحمتِ خاصہ سے ہمارے مناسب انتظام کر دے۔ رب تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ یہ لوگ اس غار میں جا کر چھپ گئے۔ حق تعالیٰ نے ان پر ایسی نیند طاری کر دی کہ تین سو سال تک بلکہ کچھ زائد سوتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے۔ اس کے بعد نیند سے بیدار ہوئے (تفصیل سورۂ کہف میں دیکھیں)۔

سوال ۲ قصۂ ذوالقرنین (یعنی سکندر رومی) یا کوئی خدا ترس بزرگ کو ذوالقرنین کہتے ہیں) رب تعالیٰ نے ہر قسم کی چیزوں سے اس کو سرفراز فرمایا تھا آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ دنیا کی سیر کر دں، اور دیکھوں کہ دنیا کتنی بڑی ہے۔ سامانِ سفر لیکر پہلے مغرب کی جانب سفر شروع کیا، یہاں تک سیر کی کہ جہاں آفتاب غروب ہوتا ہے، وہ ایسا مقام تھا کہ زمین بالکل کالی اور دلدل معلوم ہوتی تھی اور آفتاب ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ غروب ہو رہا ہے ورنہ آفتاب تو دنیا سے بڑا ہے۔ وہاں قوم کافرین کو پایا۔ پھر مشرق کی جانب سفر کیا تو جہاں آفتاب طلوع کرتا ہے، وہاں پہنچ گئے۔ آپ کو ایسا نظر آیا جیسے سمندر میں سفر کرنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ سورج پانی میں سے نکل رہا ہے اور پانی ہی میں ڈوبتا ہے۔ وہاں ایک ایسی قوم کو پایا جو ننگی، اور بغیر چھت کے مکانوں میں زندگی گذارتی تھی، وہ قوم بات بہت کم سمجھتی تھی۔ قوم نے یاجوج و ماجوج کے ظلم و ستم کا تذکرہ کرتے ہوئے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی ایسا انتظام کر دیں کہ ان ظالموں کے ظلم سے ہم کو نجات مل جائے۔ چنانچہ بلا معاوضہ ایک دیوار ایسی قائم کر دی کہ قیامت تک ویسی ہی رہے گی جو سدِّ سکندری کے نام سے مشہور ہے۔ (تفصیل سورۂ کہف میں دیکھیں)۔

سوال ۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزمانے کو یہود نے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طریقہ سے بیان نہیں کیا، کیونکہ ان کا حوصلہ اس بات کے سمجھنے کا نہ تھا اور پیغمبر علیہ السلام نے بھی کسی سے ایسی باریک بات نہ کہی۔ ان کے مزاج کے موافق اتنا سمجھا دینا کافی سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک چیز انسان کے بدن میں آجاتی ہے، تو وہ جی اٹھتا ہے اور جب نکل جاتی ہے تو وہ مُردہ ہو جاتا ہے۔ (گذشتہ اللطیف میں تفصیلاً اس پر گفتگو ہو چکی ہے اسکا مطالعہ کریں)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والضحیٰ قسم کھاتا ہوں میں ضحیٰ کے وقت کی (یعنی پہر دن چڑھنے کی) کہ آفتاب بلند ہونے اور اس کی سلطنت کا یہی وقت ہے کہ آفتاب دو چال چلتا ہے۔ ایک چال چڑھنے کی کہ آدھی رات سے شروع ہوتی ہے، اور دوپہر دن تک رہتی ہے، اور ضحیٰ کا یہ وقت آفتاب کی پہلی چال کے انتہائی وقت ہے، تو یہ وقت نزولِ وحی کے وقت سے کہ ربّانی اور امکانی حقیقتوں کے ظاہر ہونے کا وقت ہے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ اس وقت کی اور بھی خصوصیتیں ہیں۔ ایک ۱ یہ ہے کہ یہی وقت رزق حلال اور روزی تلاش کرنے کا ہے۔ یہی وقت علم و ہنر حاصل کرنے کا ہے۔ دوسرے ۲ یہ ایسا وقت ہے کہ اس میں کوئی فرد نماز نہیں نوافل پڑھ سکتے ہیں۔ تیسرے ۳ اسی وقت میں رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا، چوتھے ۴ یہ وہ وقت ہے متبرک کہ اسی وقت میں فرعون کے جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر سربسجود ہو گئے۔ پس یہ وقت حق تعالیٰ کے نور کے ظاہر ہونے اور غالب ہونے کا وقت ہے۔ باطل کی اندھیریوں پر اس کا اثر اگلی امتوں پر پڑا۔ پانچویں ۵ ضحیٰ کی نماز کا ادنیٰ درجہ کم از کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اس نماز کی بہت فضیلت احادیث میں وارد ہے۔ اہل تجربہ نے بتایا ہے کہ جو فقر و فاقہ سے ڈرتا ہو، اس کو چاہیئے کہ ضحیٰ کی نماز پڑھا کرے، اور جو شخص قبر کی اندھیری سے خوف زدہ ہو اس کو چاہیئے کہ نمازِ تہجّد پڑھا کرے اور اہل طریقت کے مشاغل میں مقرر ہے کہ ضحیٰ کی نماز میں یہ چار سورتیں پڑھنا بہتر ہے۔ سورہ والشمس۔ سورہ واللیل۔ سورہ والضحیٰ۔ سورہ الم نشرح۔

واللیل اذا سجیٰ میں قسم کھاتا ہوں رات کے اس وقت کی جب کہ اپنے اندھیرے سے تمام چیزوں کو خلائق کی نظروں سے ڈھانک لے۔ ڈھانک لینا رات کا اس طرح ہوتا ہے کہ اس رات میں چاند اور شمع و چراغ نہ ہو اس قسم کی رات جاہلیت کے زمانہ کا نمونہ ہے، اور ضحیٰ کا وقت وہ نور کے کمال کا وقت ہوتا ہے پس یہ وحی کے نازل ہونے کے وقت کا نمونہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تک دنیا میں جلوہ افروز رہے جبرئیل علیہ السلام کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری

رہا اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ظاہری آنکھوں سے روپوش ہوگئے تو وحی الٰہی کی آمد کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ مگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی رہے۔ اور آپ کی نیابت میں گویا رات آئی لیکن ایسی رات میں شروع سے آخر تک چاند کی چاندنی موجود رہی جیسے چاند آفتاب کا خلیفہ ہے۔ آفتاب کی روشنی اپنی ذات میں سمیٹ کر عالم کے روشن کرنے میں آفتاب کا گویا کام انجام دے رہا ہے ویسا ہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم مشکوٰۃ نبوت سے فیضان نور حاصل کر کے عالم کو روشن و منور کر دیا۔

خلفائے راشدین کا بھی دور ختم ہوگیا، تو اندھیری نے ہر چہار جانب سے ہجوم کیا۔ مگر علماء و مشائخ اور اہل اللہ نے اپنے مقدور بھر اور جہاں تک ممکن ہوا مشعل ہدایت لیکر تبلیغ دین کرتے رہے۔ اور کرتے رہیں گے اور اس اندھیرے کو دفع کرنے میں حتی الامکان کوشش میں لگے رہیں گے۔ اسی وجہ سے علماء مجتہدین و اولیاء کاملین رضی اللہ عنہم کے مختلف طریقے اور جدا جدا راستے ہوگئے تو ضحیٰ کا وقت گویا قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پہ نور الٰہی کی تجلی ہونے کا وقت ہے اور رات ظلمت بشری کے مثل ہے یعنی انسانی گندگی اور میل کچیل کے مانند ہے جو تن من پہ غلبہ اور ہجوم کر کے گویا ہر چیز کو ہماری نظروں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔

سوال سورہ واللیل میں پہلے قسم رات کی کھائی گئی ہے اور سورہ والضحیٰ میں پہلے دن کی، اس کا سبب کیا ہے؟

جواب علماء مفسرین نے اس کی توجیہہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو بھی کچھ فضیلت و شرافت کی خصوصیت بخشی ہے۔ مثلاً آرام و راحت کرنا اور سکون و پردہ پوشی کا سبب ہے۔ اس وجہ سے قسم کھانے میں کبھی رات کو دن پہ اور دن کو رات پہ مقدم کیا ہے۔

اب آئیے ہم بتائیں کیوں سورۂ واللیل میں رات کی قسم کھانے کو مقدم کیا اور سورۂ والضحیٰ میں دن کی قسم سے مخصوص کیا۔ اس میں راز یہ ہے کہ سورۂ واللیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ان کو قبل اسلام کفر کی تاریکی لاحق تھی اور سورۂ والضحیٰ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں نازل ہوئی ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابتدا ہی سے عظمت کا نور حاصل تھا اس وجہ سے والضحیٰ کو دن کے ساتھ شروع فرمایا جو نور ایمان کے مانند ہے۔

لطیفہ اگر شروع میں رات کو ذکر کریں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناسب ہے اور پھر اوپر چڑھیں تو حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں کہ آپ مانند دن کے ہیں جیسا کہ رات کے بعد دن آتا ہے اور اگر دن کو شروع میں ذکر کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ

پھر نیچے اتریں تو بلا فاصلہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
سے مل جاویں کہ رات کے مثل ہیں، کیونکہ دن کے بعد
بلا فاصلہ رات آتی ہے۔ اس لطیفہ سے ان دونوں
حضرات کی بزرگی کی رفاقت ایک تن ایک من کی بہت
اچھی طرح سے جلوہ گری ہو رہی ہے۔ اس رفاقت کا
اثر قصۂ غار ثور اور ایک جگہ مدفون ہونا اور دیگر بہت
سے ایسے اہم مواقع پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و متابعت کا ثبوت
دیا ہے۔ حاصل کلام اس سورہ کے شروع میں دن اور
رات کی قسم آئی ہے۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف
ہے کہ ہم کبھی دن کی ساعت کو بڑھا دیتے ہیں، اور کبھی
رات کی گھڑی بڑھا دیتے ہیں اور دن کی ساعت کو
گھٹا دیتے ہیں، اور گھٹا و بڑھانا کچھ محبت اور عداوت
کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ
ہیں۔ اسی طرح رسالت اور وحی نازل ہونے کا مقدمہ
سمجھنا چاہیئے۔ یعنی کبھی بند ہے اور کبھی فیضان ہے۔
جب کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب
و افتراء کا بہتان لگایا کہ آپ کو تیرے پروردگار نے
چھوڑ دیا اور رخصت کیا۔ اور مدعی ہوئے تب مدعی
پر گواہ لانا اور منکر پر قسم کھانا لازم اور ضروری ہوا۔
تو پہلے ان سے کہا کہ تم اپنے دعوا پر شاہد پیش کرو۔
جب گواہ لانے سے عاجز ہوئے تب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو قسم کھانا لازم ہوا۔ اور رات کی قسم کھا کر
مدعی کا انکار کیا اور اس قسم میں اشارہ ہے کہ دن و
رات بھی بڑھنے اور گھٹنے سے نہیں بچتے۔ تو آپ کو بھی
اس کی خواہش نہ رکھنی چاہیئے جو خلق کی زبان سے
بچے اور رات تنہائی و وحشت کا وقت ہے اور دن لوگوں
سے ملاقات اور کاروبار کرنے کا وقت ہے۔ گویا ایسا
فرمایا گیا کہ آپ خوش رہا کریں کہ وحی بند ہونے کی گھبراہٹ
کے بعد آپ فرشتوں کے ساتھ مل بیٹھیں گے اور دن کے
اوقات میں ضحیٰ کا وقت پسند فرمایا اور اس کی قسم کھائی
اور رات کی قسم کھانے میں ساری رات شامل رہی۔
اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ دنیا کے رنج
و غم اس کی خوشی سے بہت زیادہ ہیں۔

بعض مفسرین نے یوں بیان فرمایا ہے کہ ضحیٰ
سے مراد رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
کا دن ہے اور رات سے مراد لیلۃ المعراج کی رات مراد
ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ ضحیٰ سے مراد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا چہرۂ انور مراد ہے۔ اور لیل سے مراد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی موئے مبارک کی سیاہی ہے، جو
رات کے مانند ہے اور بعض نے فرمایا کہ ضحیٰ سے مراد اس
عالم کا نور ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے، اور
اس کی وجہ سے عالم غیب کے اسرار منکشف ہو گئے، اور
رات سے مراد عفو اور بخشش ہے، جس سے امت کے عیبوں
کو چھپا لیا اور بعض کہتے ہیں کہ ضحیٰ سے مراد اسلام کا
اقبال ہے اور لیل سے مراد اسلام کا نادر و غریب ہو جانے

کا زمانہ چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ان الاسلام سیعود غریبا یعنی تحقیق عنقریب اسلام غریب اور شکستہ ہوجائے گا اور بعض کا قول ہے کہ ضحیٰ سے مراد اوقاتِ زندگانی ہے۔ اور لیل سے مراد قبر شریف میں جانے کا وقت ہے۔ اور یہ سب باتیں ہوسکتی ہیں۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى یعنی تیرے رب نے نہ تجھکو چھوڑا اور نہ دشمن بنایا اور نہ ناخوش رکھا یعنی وحی بند ہوجانے کی جو مدت دراز ہوئی اس وجہ سے نہیں کہ تیری تربیت کرنے میں کچھ قصور ہے۔ یا تمہارے کمال کی صفتوں میں کچھ نقصان وفتور، بلکہ کسی حکمت کے سبب سے ایسا ہوا، عنقریب پھر وحی آنا شروع ہوگی۔ جیسے دن جلدی سے رات کے بعد واپس آتا ہے۔ اگر بعض اوقات بشریت کے اندھیرے کے آجانے کے سبب وحی بند ہوجائے تو کچھ اندیشہ نہ کریں کہ آخر نورِ حق غالب آویگا۔ اور ظلمتِ بشری کو بالکل مٹا دے گا، اور وصال بے فراق حاصل ہوگا جیسا کہ ارشاد فرمایا، وللآخرة خیر لك من الاولیٰ یعنی ہر پچھلی حالت بہتر ہے اگلی معاملت سے۔ یہاں تک کہ آپ کی بشریت بالکل نہ رہے گی۔ اور نورِ حق کا غلبہ ہمیشہ آپ پر غالب رہیگا۔ اور اگر بعد موت کے احوال پر محمول کریں تو بھی بجا و درست ہے کیونکہ قیامت کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کا وہ مرتبہ ہوگا کہ آپ ہی کی

ذات پاک تمام عالم کے لئے مرجع خلائق ہوگی، اور آپ کی ذات مبارک سے بخشش اور فیض الٰہی کے چشمے نہایت زور شور سے جاری ہوں گے اور پھوٹ پڑیں گے یہاں تک کہ میدانِ محشر میں سب اگلے پچھلے آپ ہی کی شفاعت کے محتاج ہوں گے اور آپ ہی کے جھنڈے کے سائے میں راحت وسکون حاصل کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر کے پانی سے سیرابی حاصل ہوگی، اور جو جیسا دنیا سے نیکی وبھلائی کرکے جائیگا، اس کے مرتبہ کے لحاظ سے جو جس لائق ہوگا جنت تقسیم فرمائیں گے اور لفظ ربّك میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت سکون وتسلّی ہے یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس رب نے کیسے کیسے مراتب سے پرورش فرمائی ہے اور قسم قسم کی تربیتیں آپ کے حق میں نازل فرمائی ہیں، یہاں تک کہ اپنے نور کی تجلی بلا واسطہ، اور بے وسیلہ آپ کی ذاتِ مبارک پر نازل کی ہے، وہ قادر حی القیوم آپ کو چھوڑ دے اور جدا کردے کیسے ہو سکتا ہے، دنیا کے سلاطین سے بھی بعید ہے بمثل مشہور ہے کہ اپنے نوازے اور سرفراز کئے ہوئے کو گرایا نہیں جاتا۔ تو وہ مالکِ حقیقی جو ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے آپ کے ہر حوصلے اور تمام عملیات سے باخبر ہے، ہر ایک کو کسی مرتبہ اور منصب سے مختار اور مخصوص فرماتا ہے۔

یہاں پہ غور کرنا چاہئے کہ جب مالک مہربان و

قدر دان اپنے نوکروں میں سے کسی نوکر کو کوئی کام سپرد کرتا ہے اور وہ نوکر جاں توڑ کوشش کرتا ہے کہ وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے اور اس خدمت میں ہر وقت مشغول رہتا ہے، تب حسد کرنے والے بہتان باندھنے والے غیبت کرنے والے اس نوکر کو تکلیف دینے کے لئے اس کی دل شکنی کے لئے جھوٹی باتیں بے اصل مشہور کرتے ہیں کہ فلاں اپنے مالک کی نظر سے گر گیا اور فلاں خدمت سے معزول کر دیا گیا تو ایسے وقت میں اس کا مالک نہایت لطف و مہربانی وشفقت سے اسکی دلداری و دلجوئی کرتا ہے اور تسلّی دینا لازم جانتا ہے، اور ان جھوٹی باتوں سے اس نوکر کے دل پہ جو گرانی اور آزردگی ہوتی ہے اس کے دفع کرنے میں خلعت و انعام سے اور اس کے منصب کو ترقی دینے کا وعدہ فرماتا ہے اور اس کو ممتاز و مخصوص کرتا ہے۔

چنانچہ آگے اسی قسم کا ارشاد و کلام ہے ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ یعنی تیرا پروردگار تجھ کو اتنا دیگا کہ تو راضی ہو جائے گا اور آپ کی استعداد و حوصلہ کا جام بھر پور ہو جائے گا، کچھ آرزو اور خواہش باقی نہ رہے گی۔

اور یہ وعدہ اس قدر وسعت رکھتا ہے جس کی مقدار بیان کرنا مشکل ہے۔ بالخصوص وہ پیغمبر جس سے وعدہ کیا گیا رب تعالیٰ کیا کیا بخششیں اور عنایتیں عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک اپنی امت سے ایک ایک آدمی کو بہشت میں داخل نہ کر لوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کے وقت سے رب تعالیٰ کا فضل و کرم کیا کیا ہوا اور کیا کیا ہوتا ہے، اور کیا کیا ہوگا احاطۂ قیاس سے اور اسکی حد و غایت بیان کرنے سے عقل انسانی قاصر ہے۔ کچھ اجمال مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ اس کا خلاصہ قلمبند کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

رب تعالیٰ نے بے شمار انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا سب سے آخر میں اپنے محبوب اعظم جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری فرمائی اور بہت سی خصوصیات سے ممتاز کیا۔ کچھ ایسی ہیں جس میں دیگر انبیاء علیہم السلام مشترک ہیں اور کچھ ایسی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے مخصوص ہیں۔ انہی خصوصیات میں سے بعض کو ذکر کرتا ہوں۔

(۱) اوّل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اندھیرے میں ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا دن میں دیکھتے ہیں۔ (۲) دوّم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک کھارے پانی کو میٹھا کر دیتا تھا اور شیر خوار بچے کے منہ میں ایک قطرہ لعاب دہن ڈال دیتے تو تمام دن وہ بچہ سیر و آسودہ رہتا۔ دن بھر دودھ طلب نہ کرتا چنانچہ

یوم عاشورہ کو اہل بیت کے بچوں سے تجربہ ہوا ہے۔

(۳) سوم رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین سفید رنگ کی تھیں، ان میں اصلا بال کا نام و نشان نہ تھا۔ (۴) چھارم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازِ مبارک اتنی دُور جاتی تھی جو دوسروں کی آواز اس کے دسویں حصہ تک نہ جاتی تھی۔

(۵) پنجم حضور علیہ السلام کی آنکھیں سو جاتی تھیں، اور دل مبارک جاگتا رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وضو سو جانے سے فاسد نہیں ہوتا تھا۔

(۶) ششم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عمر جمہائی نہ آئی اور کبھی خواب (احتلام) نہ ہوا۔

(۷) ھفتم اور آپ کے جسم مبارک سے جو پسینہ نکلتا تھا مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ یہاں تک کہ اگر کسی راستہ سے گذر فرماتے تھے تو لوگ آپکے پسینۂ مبارک کی خوشبو سے اس راستہ میں ہوا کی وجہ سے پھیل جاتی تھی معلوم کر لیتے تھے کہ آنحضرت علیہ السلام اس راہ سے تشریف لے گئے ہیں۔

(۸) ھشتم روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غائط (پاخانہ) کو نہیں دیکھا زمین پھٹ کر نگل لیتی تھی اور اس جگہ سے خوشبو نکلتی تھی۔

(۹) نہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد کے وقت ختنہ کئے ہوئے اور ناف بریدہ اور پاک وصاف کہ آپ کے بدنِ مبارک پر پلیدی کا اثر تک نہ تھا۔ پیدا ہوتے ہی زمین پر سجدہ ریز ہو گئے۔ اور اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تشریف لائے اور آپ کے تولد کے وقت ایک نور ایسا چمکا اور روشنی ہوئی کہ آپ کی والدۂ ماجدہ کو اس نور اور روشنی میں ملک شام کے شہر نظر آئے۔

(۱۰) دھم اور فرشتے آپ کا جھولا جھلاتے تھے، اور چاند آپ کے بچپن کے وقت جھولے میں باتیں کرتا تھا۔ اور جب اسکو اشارہ کرتے تو آپ کی طرف جھک جاتا تھا۔

(۱۱) بادل ہمیشہ آپکے اوپر دھوپ کے وقت سایہ کئے رہتا تھا۔ اگر آپ جھاڑ کے نیچے تشریف لاتے تو جھاڑ کا سایہ آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا اور آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ کے لباس شریف پر کبھی مکھی نہ بیٹھی، جس جانور پر آپ سوار ہوتے وہ جانور پیشاب و لید اس وقت تک نہ کرتا جبتک آپ سوار رہتے۔

(۱۲) عالمِ ارواح میں جو اوّل پیدا ہوا وہ آپ ہی کی ذاتِ پاک تھی اور وہ سب سے پہلے جب کہ رب تعالیٰ نے **الستُ بربکم** فرمایا تھا، جواب میں پہلے آپ ہی نے فرمایا تھا **بلیٰ**۔ معراج اور بُراق آپ ہی کو عطا ہوئے۔ پھر آسمان پر جانا اور قاب قوسین تک پہنچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا وغیرہ آپ ہی کی ذاتِ مقدسہ کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

(۱۳) چاند کے دو ٹکڑے کرنا اور دیگر عجائب و

معجزات کا مشاہدہ کرنا آپ ہی کی ذاتِ مبارک سے خاص تھے۔

(۱۴) قیامت کے روز جتنا رب تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے گا اتنا اور کسی کو نہ دیگا۔

(۱۵) میدانِ محشر میں براق پر تشریف لائیں گے، اور ستر ہزار فرشتے آپ کے چہار جانب ہوں گے۔

(۱۶) آپ ہی کو شفاعتِ عظمیٰ عطا کیا جائے گا اور سب سے پہلے پل صراط سے آپ ہی گذر فرمائیں گے۔

(۱۷) تمام اہلِ محشر کو حکم ہوگا اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو کہ آپ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا پل صراط سے گذر فرمائیں۔

(۱۸) سب سے پہلے جو جنت کا دروازہ کھولیگا وہ آپ ہی کی ذاتِ مبارک ہوگی اور آپ ہی کے وسیلہ کا مرتبہ بخشا جائے گا اور وہ وسیلہ ایسا بلند مرتبہ ہے جو مخلوقات میں سے کسی کو نہ ملیگا اور آپ ہی بابِ شفاعت کھولیں گے، ان کے علاوہ بہت سی خصوصیات ہیں جن کا شمار دشوار ہے۔ جب سعدی علیہ الرحمہ جیسے عاشق فضائل و کمالات بیان کرنے سے عاجز ہو گیا، خلاصہ کہہ دیا لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر) تو میری کیا مجال۔

الم یجدك یتیما فاوی

یعنی کیا نہیں پایا آپ کو یتیم پھر پناہ دی۔

خلاصئہ بیان یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اور جب آپ اس عالم میں جلوہ گر ہوئے اور جب قریب چھ برس کے تھے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ بھی وفات پا گئیں۔ پھر اس کے بعد دو سال آپ کے دادا عبد المطلب نے پرورش کی، پھر وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کو تین طرح کی یتیمی، ماں، باپ، دادا کے گذر جانے سے حاصل ہوئی۔ ایسی صورت میں اندیشہ تھا کہ لڑکا ضائع ہو جائے اور بخوبی پرورش نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے پرورش کا اس طرح انتظام فرمایا کہ والد کے انتقال کے بعد آپ کی ماں کے اور دادا کے دل میں ایسی محبت ڈال دی کہ شفقت پدری کے قائم مقام ہوئی۔ دن و رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبی اور دلبری کے کرشمے ان کی ماں اور دادا کو دکھاتا رہا کہ عاشق اور دیوانہ ہو کر آپ کے پالنے اور سنبھالنے میں نہایت کوشش کرتے رہے، اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ آپ کے دادا عبد المطلب وفات کے وقت اپنے بیٹے ابو طالب کو بلا کر وصیت فرمائی اور تاکید کی کہ اس لڑکے کے حقیقی چچا تم ہو۔ ہمیشہ اس کی حفاظت اور نگرانی خاص طریقہ سے کرتے رہنا۔ ابو طالب باپ کی وصیت کے موافق دل و جان سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا نہ کھاتے۔ اس درمیان میں رب تعالیٰ باطنی تربیت اور تعلیم نیک اخلاق اور پسندیدہ

آداب و اطوار پر لانے کے لئے اپنا کام کرتا رہا' یہاں تک کہ آپ سنِ بلوغ کو پہنچ گئے اور کمالات کی خوبیاں حاصل کر کے قوم کی نگاہ میں عزیز تر ہو گئے اور فخرِ خاندان بن گئے۔

ووجدك ضالاً فهدىٰ

اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا' پھر راہ بتائی تجھے

مفسرین کا ضالاً کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ضلال سے مراد ظاہری راہ بھولنا ہے جو لڑکپن کی حالت میں پہاڑوں کے بعض غار میں گھر کی راہ بھول کر حیران و پریشان ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسی حالت میں ادھر اُدھر پھر رہے تھے کہ ابو جہل اپنی اونٹنی پر سوار ادھر جا نکلا اور لاکر اپنی اونٹنی پر بٹھایا عبد المطلب کے پاس پہنچا دیا اور کہنے لگا کہ ہم نہیں جانتے کہ اس تیرے بچہ سے کیا کچھ ہم کو پہنچے گا۔ عبد المطلب نے پوچھا کیا بات ہے' ابو جہل بولا کہ میں نے فلاں درّہ میں رستہ بھولا ہوا بھٹکتا پایا اس کو لاکر اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھایا' اور اونٹنی کو اشارہ کیا اور وہ ہرگز نہ اٹھی بیٹھ بیٹھ جاتی تھی۔ جب ان کو اپنے آگے بٹھایا' تو اونٹنی خود بخود اٹھ کر چلنے لگی' اور بعض کہتے ہیں کہ دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا دودھ پلانے کی میعاد ختم ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد المطلب کے پاس پہنچانے کے لئے لائیں اور مکہ معظمہ کے دروازہ پر پہنچیں تو حضور علیہ السلام کو کھو دیا (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دروازہ پر حضور کو چھوڑ کر کسی وجہ سے کہیں چلی گئیں' واپسی میں حضور علیہ السلام کو نہ پایا) پریشان و حیران ہو کر ہبل بت کے پاس گئیں کہ وہ بڑا بت تھا' رونے لگیں اور عاجزی و منت کرتی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جوں ہی منہ سے نکلا تمام بت منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور بتوں سے آواز آنے لگی' ہے ہے کس کا نام لیتی ہو' اسی لڑکے کے ہاتھوں' ہماری بربادی و خرابی ہے۔ اس درمیان میں جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر عبد المطلب کی خدمت میں پہنچا دیا۔

دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا بت خانہ سے ناامید ہو کر اس خیال سے واپس آئیں کہ عبد المطلب کو خبر کروں کہ ایسا واقعہ پیش آیا، آپ بھی کوشش کریں اور سراغ لگائیں جب عبد المطلب کے گھر پہنچیں تو دیکھتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دادا کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گئیں اور دنگ ہو گئیں۔ پس آیت میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ضالّ سے مراد ہجرت کی راہ کا بھولنا ہے کہ کس طرف جانا چاہیئے' یا قبلہ کا گم کرنا مراد ہے' یا دنیا کے کاروبار کی راہ بھولنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت و ریاضت میں نہایت مشغول ہونے کی وجہ سے دنیا کے کاروبار اور کام و کاج اور لین و دین کے دستور سے بے خبر تھے۔ اور کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ اور بعض اس بات

کی طرف گئے ہیں کہ ضلال اس جگہ مل جانے کے معنی میں ہے۔ چنانچہ عرب کا مقولہ ہے:

ضل الماء فی اللبن یعنی مل گیا پانی دودھ میں ایسا کہ فرق و تمیز نہیں کر سکتے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے کافروں میں ملے جلے رہنے کی وجہ سے کوئی خاص امتیاز نہ رکھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں ضلال کے معنی محبت اور عشق کا مرتبہ ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے باپ کے کمال عاشقی و محبت کو جو یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھی اس لفظ سے تعبیر کیا: **انک لفی ضلالک القدیم** اسکے یہ معنی ہیں کہ بے شک تو اپنی قدیم ضلال میں یعنی تو اسی اپنے اگلے عشق و محبت میں ہے اور ھدایت سے مراد وہ ہے کہ ہم نے تجھے اپنے محبوب و مطلوب سے ملنے کی راہ بتلا دی۔ الغرض مختصر اقوال مفسرین ناظرین اللطیف کے سامنے پیش کر دیا۔ اب خلاصہ عرض ہے۔ اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ جتنے انبیاء علیہم السلام رشد و ھدایت کے لئے مبعوث ہوئے نبوت پانے سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد بھی جبلی و طبعی کفر و شرک اور گمراہی سے پاک اور معصوم و محفوظ رہے بلکہ جان بوجھ کر گناہ کرنے سے بھی پاک و صاف تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی وہ کام جو زمانۂ جاہلیت میں ہوتے تھے نہ خواہش کی، کہ اس کو کروں۔

ووجدک عائلا فاغنیٰ

اور پایا تجھ کو عیال دار اور بے پونجی۔ پس بے پروا کر دیا تجھے۔ یہ وہ نعمت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے دادا عبدالمطلب کے مال سے بے پروا کر دیا کہ آپکو اپنے سب بیٹوں سے زیادہ بہتر اور عزیز رکھتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ابو طالب کے مال سے کہ وہ آپ کے چچا تھے پرورش کرنے میں اپنے تمام فرزندوں پر مقدم رکھتے اور سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ پھر جب آپ کی عمر شریف پچیس سال کی ہوئی تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دل میں محبت ڈال دی۔ وہ بہت مالدار تھیں۔ آپ کی زوجیت میں آئیں اور اپنا سارا مال حضور علیہ السلام کے تصرف میں دے دیا بلکہ لوگوں کو اس پر گواہ بنا دیا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے فارغ البال کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں اس قدر آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور دلبری کی محبت آپڑی کہ اپنی تمام پونجی جو کہ چالیس ہزار تھی آنحضرت علیہ السلام کے کاروبار میں خرچ کر دیا پھر بحکم الٰہی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو اہل انصار کے مال سے آپ کو غنی کر دیا۔ پھر جب جنگ کا حکم نازل ہوا اور کفار و مشرکین جنگوں میں شکست کھا کھا کر بھاگے تو مال غنیمت سے آپ کو مستغنی کر دیا۔ باوجود ظاہری غنیٰ کے باطنی بے پروائی

اس حد کو عطا فرمائی تھی کہ آپ کے نزدیک سونا اور پتھر مساوی تھا۔ علماء محققین نے یہاں تک بیان فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم بنا کر دنیا میں اس وجہ سے مبعوث فرمایا کہ لوگ یتیموں کی تحقیر نہ کریں۔ اور جب کسی یتیم بچہ کو دیکھیں تو اپنے آقائے نعمت جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کریں کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی وقت یتیم تھے، اور اس سبب سے بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یتیموں کے قدر جانیں اور یتیموں پر مہربان ہوں اور یاد رکھیں کہ یتیمی کا دکھ درد کتنا سخت ہوتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منظور یہ تھا کہ آپ ابتدائے عمر سے آخر عمر تک رب تعالیٰ کے سوا کسی غیر پر بھروسہ نہ رکھیں اور سب سے بلند مرتبہ آپ ہی کو حاصل ہوا اور یہ کمال سوائے یتیمی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و محتاجی میں دادا۔ چچا۔ زوجہ محترمہ و انصار مدینہ اور یار غار کے مال سے مستغنی ہونے میں راز یہ تھا کہ اگر آپ مالدار ہوتے تو مالداروں جیسے اخلاق و اطوار بڑائی خود پسندی، خود بینی۔ خود نمائی کو چاہتے ہیں سنت اللہ جاری ہونے کے بموجب آپ میں اثر کرتی اور آپ کی نشست و برخاست مالداروں میں ہوتی۔ اور آپ کو تواضع ملنساری اور مسکینی کی لذت حاصل نہ ہوتی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے فرماں برداروں، تابعداروں پر بدگمانی کرتے کہ شاید لوگ اس ذات عالی شان کی شانداری اور مال کی خواہش کی طمع کے سبب آپ کے غلام فرماں بردار ہو گئے ہیں۔ اور خالص اخلاص اور صرف ایمان اور حق کی پاسداری نہ سمجھی جاتی۔ اس وجہ سے آپ کو فقیر و یتیم بنا کر مبعوث فرمایا تاکہ لوگ آپ کی صحبت کی کشش سے گرویدہ ہو کر خود بخود اپنا مال و اسباب آپ پر نثار کریں اور یہ بات آپ کے کمال پر پہلی دلیل ہے کہ لوگ آپ پر اس قدر گرویدہ ہوئے کہ جان عزیز تک قربان کر دیا۔ باوجودیکہ آپ کو ظاہری کچھ مال و دولت نہ تھا پس معلوم ہوا کہ مال کا ہونا عزت کا سبب نہیں ہے اور اس کا نہ ہونا ذلت و حقارت کا موجب بھی نہیں۔ ہاں یہ سچ ہے جو مال قناعت و بے پروائی اور لالچ ترک کرنے سے حاصل ہووے وہ عزت کا سبب ہے اور جو فقیر لالچ اور تلاش و دوڑ دھوپ میں لگا رہے وہ ذلت و خواری کا سبب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوروں کے مال سے عزت و حرمت حاصل ہوئی۔ جب آپ کا جاہ و جلال زیادہ اور کامل ہوا اور کوئی ننگ عار کا دھبہ نہ لگا فاما الیتیم فلا تقہر، پھر یتیم کو مت جھڑکیے اور نہ قہر کیجیے۔ یعنی یتیم کا مال ضائع مت کر اور اس کے ساتھ بات کرنے میں تندی اور سختی بھی مت کر کیونکہ تو بھی یتیم تھا اور یتیم کی مجبوری و ناچاری آپ کو معلوم ہے کہ ذرا سی بات پر شکستہ

دل اور پژمردہ ہو جاتا ہے۔

واما السائل فلا تنہر

اور سائل کو نہ جھڑکیں کیونکہ تو بھی عیالدار اور فقیر تھا اور تو مسکینی کا دکھ درد خوب جانتا ہے۔ واما بنعمة ربك فحدث یعنی اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کر کیونکہ تجھے بہت نعمتیں دی ہیں اور بہت علوم اور عرفان بے انتہا تیرے دل پہ نازل فرمائے۔ اور اس نعمت کا شکر یہ ہے جو اوروں کو بھی ان کے پانے کی راہ بتائیں اور حصہ عنایت کریں۔ ایک یہاں لطیفہ ہے وہ یہ ہے کہ نعمت گذاری کے مقام میں دین کی نعمت کو مقدم فرمایا اور دنیا کی نعمت جو تونگری ہے موخر کیا۔ اس واسطے پیچھے لائے کہ دنیا کی نعمت کے بدل اور مقابلے میں خلق اللہ پہ شفقت منظور ہے، اور دین کی نعمت کے مقابلہ میں باطنی نعمتوں کے حاصل کرنے کی راہ دکھلانی ضروری ہے اور خلق اللہ پہ شفقت اور مہربانی کرنا ان کی ہدایت کرنے پہ مقدم رکھا۔ اس وجہ سے کہ جب تک قوت اور گذران کے کام انتظام نہ پاویں اسوقت تک شرعی احکام عمل میں لانے اور عاقبت کے سرانجام کی تلاش میں رہنے کی خاطر جمعی میسر نہیں آتی رب تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان کرنا ایک مشقت چاہتا ہے اور امت کے فائدہ کے واسطے مشقت برداشت کرنی جناب الٰہی میں عرض کرنے کی مشقتوں کو اٹھانے کی اور عذاب سے چھڑانے کی دلیل ہے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو اپنے اوپر اور اپنے متعلقین پہ ہوں ان کا ظاہر کرنا اور کہنا سنانا سنت ہے۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر روز اپنی شب بیداری کا حال لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ میں نے آج رات اس قدر نمازیں پڑھیں اور اس قدر قرآن مجید کی تلاوت کیں۔ بعض کم فہم نے اعتراض کیا کہ یہ ظاہر کرنا ریا کا طریقہ ہے۔ انہوں نے جواب میں یہی آیت تلاوت فرمائی واما بنعمة ربك فحدث میرے نزدیک کوئی نعمت اس نعمت کے برابر نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی عبادت و بندگی کی توفیق عنایت فرمائی۔ کیوں اس نعمت کو ظاہر نہ کروں اور شکر گذاری سے محروم رہوں۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تاکید فرمائی ہے۔ ایک یتیم کے حق کی رعایت۔ دوسرا سائل کے حق کا لحاظ اور خیال رکھنا تیسرا حق تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں چیزوں میں بجد کوشش کرتے تھے۔

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اپنا رشتہ دار ہو یا غیر، قیامت کے دن میرے ساتھ ایسے ملا ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں میرے ہاتھ کی ملی ہوئی ہیں اور اپنی انگلیوں سے بتایا۔ اور یہ بھی حدیث شریف

میں ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل بہت سخت ہے مجھے علاج فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، یتیموں پر شفقت کیا کرو اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو تیرے دل کی سختی دُور ہو جائے گی۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی شخص یتیم کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیریگا تو اس کے واسطے جتنے اس یتیم کے سر پر بال ہیں اتنے ہر ہر بال کے حساب سے ایک ایک نیکی لکھی جاویگی،

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا و بخشش، داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ کبھی (لا) یعنی نہیں آپ کی زبانِ مبارک سے نہ نکلی، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال نہ کیا کہ آپ نے جواب میں لا فرمایا ہے۔ شعر ؎

ما قال لا قط الا فی تشہدہ
لولا تشہد کانت لاوہ نعم

نہ بولے لا کبھی ہرگز مگر اپنے تشہد میں تشہد گر نہ ہوتا تو وہ لا ان کا نعم ہوتا۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین کے ملک سے نوّے ہزار درہم آئے اور مسجد کی حصیر پر ڈھیر کروا کے صبح کی نماز ادا فرما کر بانٹنے لگے پھر ظہر تک ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہ رہا اور درمیان میں جو مانگنے والا آیا اس کو دیا۔ تقسیم کے بعد اتفاقاً ایک مانگنے والا وہاں آنکلا۔ اس سے آپ نے فرمایا، کہ اب میرے پاس کچھ باقی نہ رہا جو تجھے دوں۔ تو بازار جا اور دوکانداروں سے میرے نام پر جو کچھ ضرورت ہو لے لو۔ اور میرے ذمہ پر لکھوا دے۔ جب میرے ہاتھ مال آویگا میں ادا کر دوں گا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ، و تعالیٰ نے آپ کو مقدور سے زیادہ تکلیف فرمائی نہیں، پھر کیوں اس قدر اپنے اوپر قرض کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی اور آپ کے چہرۂ مبارک پر غضب کے آثار نظر آئے، ایک انصاری جو وہاں موجود تھا عرض کیا کہ انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالاً دیئے جا اور عرش کے مالک سے محتاج ہونے کا خوف مت کر۔ یہ بات سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ اور فرمانے لگے کہ اسی طرح مجھکو حکم ہوا ہے اور مامور ہوں۔

حاصل کلام یہ کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش و انعام اس قدر عام تھی کہ رب تعالیٰ نے میانہ روی کا حکم نازل فرمایا اور زیادہ خرچ کرنے سے نہی فرمائی۔ سورہ اسراء کی تفسیر میں مذکور ہے، کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکا آکر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری ماں عرض کرتی ہے کہ میرے پاس کوئی کرتہ

نہیں ہے جو میں پہنوں، ایک کرتہ عنایت کیجئے۔ آپ نے فرمایا ایک گھنٹہ کے بعد آ، میں تجھے دوں گا۔ وہ لڑکا گیا اور پھر آکر عرض کرنے لگا کہ میری ماں کہتی ہے کہ یہی کرتہ جو آپ پہنے ہوئے ہیں مجھے عنایت فرما دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لے گئے اور وہ کرتہ اتار کر لڑکے کو دے دیا اور ننگے بدن بیٹھے رہے، صحابہ کرام آپ کے تشریف لانے کے انتظار میں بیٹھے تھے تنگ آ کر اٹھ کر چلے گئے۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا تبسطھا کل البسط یعنی اس قدر اپنا ہاتھ کشادہ مت کرو کہ برہنہ ہو بیٹھ رہیں، اور مخلص جان نثاروں سے جو دین کے فائدے حاصل کرنے کے لئے آپکی خدمت میں آتے ہیں صحبت سے محروم ہو جائیں، اور روایت میں آیا ہے کہ ایک عورت نے ایک چادر اپنے ہاتھ سے سی کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی اور التجا کی کہ میری آرزو ہے اس چادر کو آپ ہی اوڑھ لیں، اپنے ہاتھ سے سی ہے اور کنارے بھی بہت عمدہ لگائے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس وقت چادر کی ضرورت تھی، لیکر اوڑھی اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر مجھے عنایت کر دیجئے کہ یہ چادر بہت عمدہ اور کنارے بھی نہایت دلچسپ ہیں اور بہت ہی مرغوب۔ آپ نے فرمایا بہت خوب! فوراً وہ چادر اس کو بخش دی۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو صحابۂ کرام نے اس شخص سے کہا کہ تم نے اچھا نہ کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر کی سخت ضرورت تھی۔ اور بہت ہی محبوب تھی۔ تو جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی سائل کو رد نہیں کرتے تو پھر تو نے کیوں سوال کیا اس لئے عرض کی کہ میں نے یہ چادر دنیا میں اوڑھنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے کفن کے واسطے مانگ لی ہے کہ وہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب مرغوب و پسندیدہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بیان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے شان اقدس میں مانند بارش کے نازل فرمائی ہیں دنیا و آخرت دو جہاں میں ظاہر ہوتی رہینگی اور اس کا شمار و حساب انسانی عقل بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ظاہر ہے کہ بارش کے قطروں کو کون شمار میں لاسکتا ہے۔ اس سورۂ پاک کی بہت ہی مجرب خاصیت یہ ہے کہ گم شدہ چیز کے واسطے اس سورہ مبارک کو سات مرتبہ پڑھ کر شہادت کی انگلی اپنے سر کے چہار جانب پھرا لے پھر تمام ہونے پر اصبحت فی امان اللہ فامسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان اللہ واصبحت فی جوار اللہ سات مرتبہ پڑھ کر دستک دیوے تو گیا ہوا مال پھر ہاتھ آویگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (الماخوذ تفسیر عزیزی) فقط

خطابِ مستطاب

مولانا الحاج مولوی محمد حسین صاحب ایم اے پرنسپال جمالیہ عربک کالج پیرمبور مدراس نے جشن دستاربندی کے موقعہ پر جو خطاب مستطاب فرمایا تھا حقائق سے بھرپور اور پُر از معلومات ہے۔ لہٰذا ناظرین اللطیف کی افادیت کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج میرے اولین مخاطب وہ علماء ہیں جو طویل مدت کی دراست کے بعد عالمیت اور فاضلیت کی شہادتیں حاصل کر رہے ہیں۔ میں انہیں صمیم قلب سے مبارکبادی کے ھدایا پیش کرتا ہوں۔ وہ خوش نصیب ہیں کہ دینی و اصلاحی علوم متداولہ کے امہات کتب کی تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ اعلیٰحضرت اور دیگر بزرگان **حضرت مکان** کے فیوض صحبت سے متمتع ہونے کی سعادت حاصل کی۔

عزیزانِ گرامی!

آپ لوگوں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ کا وظیفہ مہتم بالشان ہے۔ آپ کو اپنی قدر و منزلت کا احساس اور شعور ہونا چاہئے۔ آپ کی وہ جماعت ہے جس کے ذمہ دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے آپ ہی وہ طائفہ ہیں جو حسب فرمان باری تعالیٰ دین میں تفقہ سمجھ بوجھ اور بصیرت حاصل کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے کہ جب اپنے لوگوں میں واپس جائیں تو انہیں برائیوں اور برائیوں کے نتائج سے خبردار اور متنبہ کریں۔ تاکہ وہ ان برائیوں سے حذر اور پرہیز کرتے رہیں۔ اگر آپ نے یہ فرض ادا کیا تو آپ خیر امت ہوں گے۔ جماعتِ مفلحین میں آپ کا شمار ہوگا۔ اور اپنے مقصدِ حیات میں کامیاب ہوں گے۔ اگر آپ نے یہ ذمہ داریاں ادا نہ کیں تو کون ادا کرے۔ آپ اسی مقصد کیلئے اپنے گھروں سے نکلے۔ کئی برس اس کی تیاری میں صرف کئے۔ آپ سے یہی توقع ہے کہ آپ اپنے یہ فرائض احساس ذمہ داری کے ساتھ ادا کریں گے۔ اگر اپنی قوم کی اصلاح و بہبودی میں آپ نے رہبری نہ کی تو وہ لوگ جو دین سے ناواقف ہیں جنہیں دین میں کوئی بصیرت حاصل نہیں وہ قوم کی رہبری کے مدعی بن جائیں گے اور قوم مسلم کو اسی راہ پہ لیجائیں گے، جو بقولِ شاعر ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی

کایں راہ کہ تو میروی بترکستان است

ممکن ہے یہ مدعیانِ قیادت نیک نیت ہوں، اپنی فہم و دانش کے مطابق بھلائی چاہتے ہوں لیکن جب ان میں دینی بصیرت نہیں، تو وہ قوم مسلم کی کیا رہبری کر سکیں گے۔ اسلامی تصور کے مطابق دین کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقہ پہ اپنی دنیاوی زندگی گذاریں۔ دین کی ضرورت اسی دنیا میں اور اسی دنیا کے لئے ہے۔ آخرت میں دین کی کیا ضرورت ہے۔ آخرت تو اس دنیا کی زندگی کی جزاء ہے، جس کی دنیا دین کے مطابق دینی احکام پہ عمل سے ہوگی، وہ آخرت میں بامراد ہے اور جس کی دنیا دین سے علیحدہ دینی احکام پہ عمل سے بے پروائی یا دینی احکام کی مخالفت پہ مبنی ہوگی، وہ آخرت میں مستوجب عذاب اور نامراد ہے۔ قوم مسلم کی فطرت کچھ اس طرح واقع ہوی ہے کہ دین اس کے قوام میں داخل ہے ذالک الدین القیم اس کا شاہد ہے۔ اسی لئے جب تک وہ دین پہ ثابت قدم ہے، دنیا اس کے زیر قدم ہے۔ دنیا کی ساری شوکتیں اس کو حاصل ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب مسلمانوں نے دین اور دینی احکام سے تساہل برتا تو دنیا بھی ان کے ہاتھ سے گئی، اللہ اللہ کے ذکر سے روگردانی کی تو ان کی معیشت بھی تنگ ہوگئی۔ قال تعالیٰ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا غرض قوم مسلم کی رہبری صرف دین میں تفقہ اور بصیرت رکھنے والے ہی کر سکتے ہیں اور صرف انہی کی رہبری میں قوم مسلم کی صلاح و بہبود ہے۔ آدم علیہ السلام کے عصیان کے باب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولقد عہدنا الیٰ آدم من قبل فنسی ولم نجد لہٗ عزما۔ آدم علیہ السلام نے بھول اور ارادہ کی کمزوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اللہ کے ماننے والے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو صرف اس کے دو سبب ہیں:۔

نسیان اور ضعفِ عزم ـــ بھول اور فراموشی کا مداوا تذکیر اور یاددہانی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مذکر ہیں اور قرآن ذکریٰ للعالمین ہے، اور علماءِ امت کا بھی فرض یہی ہے کہ وہ اپنی قوم کے بھولے ہوئے احکام کی یاددہانی کرائیں۔ ارادہ کی کمزوری کا علاج حصولِ تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے معنے ہر ضرر سے بچنے کے ہیں۔ اوامر کے اتباع اور نواہی کے اجتناب سے تقویٰ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں بار بار احکام کے ذکر کے آخر میں لعلکم تتقون آیا ہے۔

وصیت بالتقویٰ کی اہمیت یہ ہے کہ کوئی خطبہ اس کے بغیر مکمل نہیں۔ اہل سنت کے بعض مذاہب نے اس کو خطبے کے فرائض میں شمار کیا ہے۔ تو میں اپنے تئیں اولا اور پھر آپ سبھوں کو تقویٰ کو اپنا شعار بنا لینے کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو متقین اور مفلحین کی جماعت میں داخل کرے۔

عزیزانِ گرامی! وہ کونسا دن تھا جب ہمارے

دین پر معاندین نے حملے نہ کئے ہوں لیکن ان دونوں وہ حملے اپنی نوعیت کے اعتبار سے تمام سابقہ زمانوں کے حملوں سے زیادہ سخت ہیں مستشرقین یورپ نے تحقیق حق کے رُوپ میں اسلامی احکام وعقائد میں تشکیک اور تردید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان میں کئی ایک تو خود یہودی ہیں اور جو یہودی نہیں ہیں، وہ بھی ان کے ہم عنان ہیں۔

عیسائی مستشرقین میں حروب صلیبیہ کے زمانے سے اسلام اور اہل اسلام کی عداوت کارفرما ہے۔ ان کی عداوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسلام جیسے دین توحید کے مقابلہ میں بت پرستانہ مذاہب کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور انہیں ان میں بہت سی خوبیاں اور حکمتیں نظر آتی ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود جو خود دین توحید کے مدعی تھے مشرکان مکہ کے بارے میں اپنی اسلام دشمنی کے باعث کہتے تھے کہ وہ مومنوں سے زیادہ ہدایت پر ہیں، قال تعالیٰ الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین آمنوا سبیلا (النساء) اے پیغمبر کیا تم ان لوگوں کا حال نہیں دیکھتے جنھیں کتاب اللہ (کے علم میں) سے ایک حصہ دیا گیا تھا (کس طرح) وہ بتوں کے اور شریر قوتوں کے معتقد ہو گئے ہیں اور کافروں کی نسبت (یعنی مشرکین عرب کی نسبت) کہتے ہیں مسلمانوں سے کہیں زیادہ یہ لوگ راہِ راست پر ہیں۔

مسلمانوں کی غفلت کا یہ نتیجہ نکلا کہ خود مسلمان جماعتوں میں ان مستشرقین نے اپنے حلیف پیدا کر لئے، وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے اسلامی احکام وعقائد سے مسلمانوں کو دُور کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کبھی شریعتِ اسلامی کی ترمیم وتنسیخ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کبھی حدیث نبوی کے حجت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اس انکار کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کے نصوص کی من مانی تاویل کرنے کی گنجائش نکل آئے۔ کبھی احکام منصوصہ میں تغیر وتبدل کا حق اپنے ملکی قانون ساز اسمبلیوں کو دینے کا اصرار ہے۔ کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد حیثیتوں کا ذکر کر کے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رسول ہونے کی حیثیت سے جو احکام بیان کئے ہیں وہ تو لازم ہیں لیکن امام اور حاکم، اور قاضی کی حیثیت سے جو فیصلے کئے وہ لازم نہیں۔ کبھی احکام اسلامی کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مؤبد و موقت یعنی دائمی اور وقتی۔ ہمارے ملک کے دستور میں جس کا مسلک اگرچہ لادینی ہے مسلمانوں کو اپنے محدود قوانین شخصیہ شرعیہ کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے، اور اس ملک کے سابق اور موجودہ وزیر اعظم یہ اعلان کرتے رہے ہیں کہ جب تک مسلمان خود مطالبہ نہ کریں حکومتِ ہند مسلمانوں کے قوانین شخصیہ میں ترمیم یا تبدیل کا کوئی اقدام نہیں کرے گی،

لیکن بدبختی یہ ہے کہ بعض لوگ جو اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں اور جن کو حکومت میں اقتدار حاصل ہے یا ارباب حکومت میں مقبولیت اور حصول عزت اور اکثریت کو خوش کرنے کے لئے آئے دن مسلم پرسنل لا میں کبھی تبدیلی اور کبھی بالکل منسوخ کرنے کا حکومت سے مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ اخبارات اور ریڈیو کو مسلم عوام میں گمراہی پھیلانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ غرض فقہ اسلامی پر ہمارے ملک میں اور دیگر ممالک اسلامیہ میں نہ صرف بیگانوں کی طرف سے بلکہ اپنوں کی طرف سے بھی شدید حملے ہو رہے ہیں۔

ان حالات میں ہمارے دینی مدارس کے طلبا کو، اور علماء کو بھی زیادہ توجہ اور امعانِ نظر کے ساتھ فقہ، تاریخ فقہ، اصول فقہ، فلسفۂ تشریع اسلامی کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ فقہ میں انہیں اچھی بصیرت حاصل ہو جائے اور معاندین اور مخالفین کو کافی و مقنع و مسکت جواب دے سکیں اور اپنی قوم کی حفاظت اور راہ بری کر سکیں۔

میں آج کی اس محفل میں آپ کے سامنے بعض فقہی بنیادی امور بطور یاددہانی پیش کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی توجہ کا طالب ہوں۔

ظہور اسلام کے وقت اہل جاہلیت، اہل کتاب ہوں یا مشرکین بڑی گمراہی میں مبتلا تھے۔ حلال طیب کو حرام اور حرام خبیث کو اپنے لئے حلال کر لیا تھا۔ ایک جانب ھند کو برہمن اور مسیحی راہبوں نے رزق طیب کو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زینت کیلئے جو چیزیں پیدا کی تھیں، ان کو اپنے لئے حرام کر لیا تھا تو دوسری جانب ایران کے مزدکیوں نے ہر چیز کو حلال کر لیا۔ زر، زن، زمین ان تینوں کو تمام انسانوں کی مشترکہ ملک قرار دے دیا تھا۔ عرب جاہلیت نے شراب، سود، عورتوں کی ضرر رسانی، قتل اولاد، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے اور اس جیسی بہت سی خبائث کو اپنے لئے حلال کر لیا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے قتل اولاد کو جائز ٹھہرایا تھا انہوں نے رزقِ طیب میں سے بعض کھیتوں اور چوپاؤں کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ قال تعالیٰ وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشاء بزعمھم وانعام حرمت ظھورھا وانعام لا یذکرون اسم اللہ علیھا افتراء علیہ (الانعام) اور کہتے ہیں یہ کھیت اور چوپائے ممنوع ہیں۔ انہیں اس کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا جسے ہم اپنے خیال کے مطابق کھلانا چاہیں اور اسی طرح کچھ جانور ہیں کہ ان کے خیال میں ان کی پیٹھ پر سوار ہونا یا لادنا حرام ہے اور کچھ جانور ایسے ہیں کہ ذبح کرتے وقت خدا کا نام نہیں لیتے۔ کیونکہ خدا پر افتراء کر کے انہوں نے یہ طریقہ نکال لیا ہے۔ قرآن کریم نے ان کی اسی گمراہی کی صراحت کی ہے کہ جن چیزوں کو حرام ہونا چاہئے ان کو حلال اور جن کو حلال ہونا چاہئے ان کو حرام کر لیا ہے۔

قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھا بغیر علم وحرموا ما رزقھم اللہ افتراء علی

اللہ قد ضلوا وما کانوا مھتدین (انعام)
یقیناً وہ تباہ و برباد ہوئے جنہوں نے جہالت سے
اپنی اولاد قتل کی اور اسی طرح جو کچھ رزق اللہ نے
ان کے لئے پیدا کیا اسے خدا پر افترا پردازی کر کے حرام
ٹھہرایا۔ بلاشبہ وہ گمراہ ہوئے اور بلاشبہ وہ سیدھی
راہ پر چلنے والے نہ تھے۔

اسلام نے تحریم و تحلیل میں لوگوں کی گمراہی کی
صراحت کی۔ حرام و حلال کے درمیان توازن قائم کیا
اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے قوانین شرعیہ
نافذ فرمائے اور ان کے قواعد کلیہ اور اصول اساسیہ
بھی واضح کر دئے۔

ان قواعد کلیہ میں سب سے اول قابل ذکر امر یہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن اشیاء اور منافع کو پیدا کیا ہے
وہ سب اصل میں مباح ہیں۔ ان میں صرف وہ اشیاء
اور منافع حرام ہیں جن کی حرمت پر نص صحیح وارد ہو۔
فقہاء اسلام نے آیات قرآنیہ سے مثلاً ھو الذی
خلقکم ما فی الارض جمیعا (البقرہ) یہ اس پروردگار
کی کارفرمائی ہے کہ اس نے زمین کی ساری چیزیں
تمہارے لئے پیدا کیں (تاکہ جس طرح چاہو ان سے
کام لو) الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموٰت
وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ و
باطنۃ (لقمان) کیا تم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا
کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب

تمہارے لئے خدا نے مسخر کر دیا ہے اور اپنی تمام نعمتیں
ظاہری طور پر اور باطنی طور پر بھی پوری کر دی
ہیں۔ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ کا قاعدہ
مستنبط کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسی علت، حکمت اور
مصلحت سے بعض جزئیات حرام کی ہیں۔ شریعت اسلامی
میں محرمات کا دائرہ بہت تنگ اور حلال و مباح کا دائرہ
بہت وسیع ہے۔ تحریم سے متعلق نصوص صحیحہ بہت قلیل ہیں۔
پس جب کسی شئی یا منفعت کی حلت و حرمت کیلئے
نص وارد نہ ہو تو وہ اباحت اصلیہ پر باقی اور عفو الٰہی کے
دائرے میں شامل ہے۔ حدیث شریف میں ہے وما
احل اللہ فی کتابہ فھو حلال وما حرم فھو
حرام وما سکت عنہ فھو عفو فاقبلوا
من اللہ عافیۃ فان اللہ لم یکن لینسیٰ
شیئاً وتلا وما کان ربك نسیا۔
تمہارا پروردگار ایسا نہیں جو بھول جانے والا ہو۔
سلمان فارسی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے گھی اور پنیر اور پشمینہ کے متعلق
دریافت کیا تو فرمایا الحلال ما احل اللہ فی
کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما
سکت عنہ فھو ما عفا لکم۔
حلال وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے
اور حرام وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔
اور جس سے سکوت کیا تو تمہارے لئے اس سے درگذر

اور معاف کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزئیات کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ حلال و حرام کے قاعدۂ کلیہ کی طرف توجہ دلائی۔ یہ جان لینا کافی ہے کہ اللہ نے کیا چیزیں حرام کی ہیں۔ پھر اس کے ماسوا سب مباح ہیں۔

یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جس طرح اشیاء اور منافع پر اباحت اصلیہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان افعال و تصرفات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو امور عبادت سے متعلق نہیں۔ ان افعال و تصرفات کو ہم عادات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور عبادت اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ افعال عبادت صرف وحی کے ذریعہ معلوم کئے جاسکتے ہیں اور یہ اس کے لئے اللہ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔ اور اللہ کی عبادت بھی صرف مشروع یعنی اللہ کے ٹھہرائے ہوئے طریقے پر کی جاسکتی ہے جو بھی عبادت باری تعالیٰ کے مشروع طریقے کے خلاف نئے طریقے اختراع کرے وہ گمراہ ہے۔ صرف شارع کو، ان عبادتوں کے طریقے متعین اور نافذ کرنے کا حق ہے جن سے اس کا تقرب مطلوب ہے۔ عادات اور معاملات اس سے مختلف ہیں۔ انسان اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کے لئے ان عادات و معاملات کے طور طریقے اختیار کرتا ہے شریعت ان عادات و معاملات کی تصحیح اور اصلاح اور تہذیب کرتی ہے ورفساد اور ضرر سے مبرا ہوں تو ان کو برقرار رکھتی ہے۔

فقہاء اسلام کے پاس یہ مسلم ہے کہ امور عبادات توفیقی ہیں عقل انسانی کا ادراک نہیں کر سکتی۔ وہ صرف وحی الٰہی سے چاہے وحی متلو ہو یا وحی غیر متلو معلوم ہو سکتے ہیں۔ صرف وہی عبادات اور عبادت کے وہی طریقے مشروع اور جائز ہیں جن کو اللہ نے اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبانی بیان کئے ہیں۔ ورنہ ہم اس عذاب الٰہی کے مستوجب ہوں گے ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ (الشوریٰ) انہوں نے جن کو اللہ کا شریک گردانا ہے کیا انہوں نے ان کے لئے دین کی ایسی راہ ٹھہرا دی ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ عادات و معاملات اور غیر تعبدی تصرفات میں اصل عفو الٰہی ہے، صرف وہی حرام ہیں جن کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ اگر ہم ایسا نہ سمجھیں تو ہم باری تعالیٰ کی اس تہدید میں شامل ہوں گے قل ارأیتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما وحلالا (یونس) اے پیغمبر تم ان سے کہدو کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ جو روزی اللہ نے تمہارے لئے پیدا کی ہے، تم نے (محض اپنے اوہام وظنون کی بنا پر) اس میں سے بعض کو حرام ٹھہرا دیا اور بعض کو حلال سمجھ لیا۔ اسی قاعدۂ کلیہ کی بنا پر تجارت، اجارت، وکالت، حوالت، ہبہ، زراعت وغیرہ تصرفات جن کی کھانے پینے پہننے کی طرح اس زندگی

میں حاجت ہے جائز ہیں۔ ان معاملات میں شریعت نے آداب حسنہ لازم کئے ہیں۔ جن میں فساد ہے ان کو حرام ٹھہرایا، جو ضروری ہیں ان کو واجب کیا۔ جو نامناسب، یا ناموزوں ہیں ان کو مکروہ قرار دیا۔ اور جن میں کوئی مصلحت وصلاح ہو تو اس کو مستحب کیا۔ حاصل کلام یہ کہ کوئی عبادت اللہ کے حکم سے شروع کئے بغیر مشروع و جائز نہیں اور کوئی معاملہ یا فعل یا تصرف حرام نہیں جب تک شریعت اس کو حرام نہ کرے۔

اس سے یہ دوسرا قاعدہ کلیہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ تحریم و تحلیل میں صرف حکم الٰہی معتبر ہے ان الحکم الا للہ قانون بنانے کا حق صرف اللہ کو ہے، وہی شارع ہے۔ اگر ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شارع کہتے ہیں تو صرف مجازی معنوں میں۔ کیونکہ ہم کو اللہ کی شریعت کا علم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے، ذریعے اور واسطے سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مجمل احکام اپنی کتاب میں اور اسکی تفصیلات اپنے رسول کی زبانی بیان کئے ہیں وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ بجز اللہ کے کسی کو اللہ کے بندوں کے لئے کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا کوئی حق نہیں، چاہے وہ کسی بلند مرتبہ اور قدر و منزلت کا انسان کیوں نہ ہو۔ یہ خالص حق ربوبیت ہے کہ وہی سب کا خالق اور منعم حقیقی ہے۔

قرآن کریم میں اہل کتاب کی مذمت کی گئی ہے کہ تحریم و تحلیل کا اختیار انہوں نے اپنے احبار و رہبان کے ہاتھوں دے دیا تھا۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ (التوبۃ) ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار و رہبان کو پروردگار بنا لیا۔ عدی بن حاتم نے جو اپنے اسلام سے پہلے نصرانی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ انہوں نے احبار و رہبان کو اپنا معبود نہیں بنا لیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بل انھم حرموا علیھم الحلال واحلوا لھم الحرام فاتبعوھم فذلک عبادتھم ایاھم بلکہ انہوں نے ان کے لئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا، پھر انہوں نے ان کا اتباع کیا۔ یہی ان لوگوں کا ان کو معبود بنانا ہے۔

مشرکین کی تحلیل و تحریم کی بابت فرمایا قل ارأیتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما وحلالا قل آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون (یونس) اے پیغمبر ان سے کہدو، کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ جو روزی اللہ نے تمہارے لئے پیدا کی ہے، تم نے اس میں سے بعض کو حرام ٹھہرا دیا اور بعض کو حلال سمجھ لیا تو کیا اللہ نے اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر بہتان باندھتے ہو۔ اور نیز فرمایا ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون (النحل)

اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ تمہاری زبانوں پر جو بھی

چھوٹی بات آجائے بے دھڑک نکال دیا کرو۔ اور (اپنے جی سے ٹھہرا کر) حکم لگا دو' یہ چیز حلال ہے' یہ چیز حرام ہے۔ اس طرح حکم لگانا اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرنا ہے۔ اور یاد رکھو جو لوگ اللہ پر افترا پردازیاں کرتے ہیں' وہ کبھی فلاح پانے والے نہیں۔

ان آیات و احادیث سے فقہاء اسلام نے یہ قاعدہ مستنبط کیا کہ کسی چیز کے حلال و حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' جو اپنی کتاب میں یا اپنے رسولؐ کی زبانی بیان کرتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا' اور آپ کی وفات سے کچھ پہلے تکمیل دین یا شریعت کا اعلان کر دیا گیا تو پھر اب کسی ایک حکم شریعت میں بھی کسی کو کسی ترمیم یا تنسیخ کا حق حاصل نہیں۔ علماء اور فقہا کا کام صرف اس قدر ہے کہ وہ اللہ کا حکم بیان کریں۔ اسی اصل کی بنا پر یہ قاعدہ بیان کیا گیا کہ قیاس مثبت نہیں بلکہ صرف مظہر ہے۔ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی کسی مجتہد یا امام متبوع نے کبھی بھی دینی تشریع یا قانون سازی کا دعویٰ نہیں کیا۔

مذکورہ بالا سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کسی حلال چیز کو حرام کرنا قرین شرک ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں مشرکین عرب کی مذمت کی گئی۔

ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون' واذا قیل لھم تعالوا الیٰ ما انزل اللہ والی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ اٰباءنا اولو کان اٰباؤھم لا یعلمون شیئا ولا یھتدون (المائدہ) بحیرہ' سائبہ' وصیلہ

اور حام میں سے کوئی چیز بھی خدا نہیں ٹھہرائی ہے۔ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے' وہ اللہ پر جھوٹ کہہ کر افترا کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر عقل سے محروم ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس بات کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کی ہے اور نیز اللہ کے رسول کی طرف رجوع ہو تو کہتے ہیں ہمارے تو وہی طریقہ بس کرتا ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو چلتے دیکھا اگرچہ ان کے باپ دادا جانتے بوجھتے نہ ہوں' اور راہ راست پر کبھی نہ ہوں۔

مدینۂ منورہ میں بعض مسلمان زہد و تقشف کی زندگی میں حد اعتدال سے تجاوز کرنے لگے تو یہ آیات محکمات نازل ہوئیں۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تحرموا ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون (المائدہ)

اللہ نے جو اچھی چیزیں تم پر حلال کر دی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے نہ گذرو۔ اللہ حد سے گذرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ

اس نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے اچھی طرح اور حلال چیزیں کھاؤ اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو، جس پر تمہارا ایمان ہے۔

یہ صرف اللہ کا حق ہے کہ وہ اپنے بندوں پر جو احکام چاہے نافذ کرے، جس چیز کو چاہے حلال کرے اور جس چیز کو چاہے حرام کرے اور بندوں کی عبودیت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ سمعنا واطعنا کہیں اور بس۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے تقاضے سے کسی معقول سبب اور مصلحت سے ہی چیزوں کو حلال یا حرام کرتا ہے جس کا فائدہ خود بندوں کو پہنچتا ہے اس سے اللہ نے صرف پاکیزہ اور اچھی طیب چیزوں کو حلال کیا اور صرف ناپاک اور گندہ مضر اور خبیث چیزوں کو حرام کیا۔ اسی حقیقت کی بنا پر فقہاء کے پاس مسلّم ہے التحریم یتبع الخبث والضرر، جہاں خبث اور ضرر ہے وہاں حرمت بھی ہے فما کان ضررہ اکثر من نفعہ فھو حرام وما کان نفعہ اکثر فھو حلال جس میں نفع سے زیادہ ضرر ہو، وہ حرام ہے اور جس میں نفع بیشتر ہو وہ حلال ہے۔ قرآن کریم نے بھی شراب اور جوے کی حرمت کے ضمن میں فرمایا قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما جب حلال سے متعلق استفسار کیا گیا تو فرمایا یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبات (مائدہ)

اور نیز فرمایا الیوم احل لکم الطیبات (مائدہ) اور سورہ اعراف میں فرمایا ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث پسندیدہ چیزیں حلال اور گندہ چیزیں حرام کرتا ہے۔

یہ مسلمانوں کیلئے ضروری نہیں اور فی الواقع ممکن بھی نہیں کہ جن اشیاء کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کی گندگی اور خبائث اور ضرر کا تفصیلی علم بھی حاصل ہو۔ ان محرمات کی برائیاں بعض لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں، اور بعض ان سے ناواقف رہتے ہیں۔ پچھلے زمانوں میں بعض محرمات کی مضرتیں لوگوں کو معلوم نہ تھیں، پھر بعد کے زمانے میں وہ مضرتیں لوگوں پر منکشف ہوگئیں۔ انسان کا علم محدود ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کون کہہ سکتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کی حقیقت سے واقف ہے، مومن کے لئے بس یہی ہے کہ وہ کہے سمعنا واطعنا۔

فقہ اسلامی کے مسلمات میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی چیز کو اللہ نے حرام کیا تو اس کے عوض اس سے بہتر اور زیادہ مفید چیز کو حلال کیا۔ حلال چیز کی موجودگی میں حرام چیز کی قطعاً ضرورت نہیں، مثلاً اگر سود حرام کیا ہے تو اس کے عوض تجارت کو حلال کیا۔ جوے کے عوض مفید دینی امور میں مسابقے اور مقابلے کے انعامات کو جائز کیا۔ مردوں کے لئے ریشم کے عوض اون، روئی، کتان، پشمینہ، کے لباس ہیں۔ نشہ آور چیزوں کے عوض روح اور بدن کے لئے خوشگوار شربتیں ہیں۔ ماکولات میں خبائث کے عوض

طیبات ہیں۔ اگر احکام اسلام کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اللہ نے بندوں کے لئے کوئی تنگی نہیں کی ہے۔ اگر کسی جانب کسی امر میں سختی پائی جاتی ہے تو دوسری جانب اسی جنس میں وسعت و فراخی ہے اور یہ اس سے کہ اللہ

یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

اسلامی فقہ کے بنیادی اصولوں میں سے یہ بھی ایک اصول ہے کہ اگر ایک چیز یا منفعت یا فعل یا تصرف حرام ہے تو اس تک پہونچانے والے اس کے تمام وسائل اور ذرائع اور دواعی بھی حرام ہیں مایوصل الی الحرام فھو حرام۔

جب زنا کو حرام کیا تو تمام مقدمات و دواعی زنا بھی حرام کئے۔ احناف کے پاس جہاں زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے دواعی زنا سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

مالکیوں کی اصطلاح میں اسی کو سدالذرائع کہتے ہیں ربا حرام ہے تو وہ بیع بھی حرام ہے جو ربا کا شائبہ پایا جائے۔ اس قسم کے بیوع کے تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

علاوہ اس کے ارتکاب حرام کا گناہ صرف مرتکب گناہ کی حد تک محدود نہیں، بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہے۔ اس میں وہ سب لوگ داخل ہیں جو مرتکب حرام کی اعانت کرتے ہیں۔ اس کے وسائل مہیا کرتے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے شراب پینے والے، شراب بنانے والے شراب بیچنے والے، شراب پہنچانے والے اور شراب کی قیمت کھانے والے سبھوں پر لعنت کی ہے۔ سود لینے والے، سود دینے والے، سودی معاملے کی دستاویز لکھنے والے اور اس دستاویز کے گواہ سبھوں پر لعنت ہے۔ جان بوجھ کر چوری کا مال خریدنے والا بھی چور کے گناہ میں شریک ہے۔ غرض ارتکاب حرام میں معاونت بھی حرام ہے۔ اور جو معاونت کرے وہ ارتکاب حرام کے ان ظاہری وسائل کے ساتھ خفیہ وسائل بھی حرام قرار دئے گئے۔ خفیہ وسائل سے مراد مکر و حیلہ اور چالبازی ہے جس کی مختلف صورتیں ہیں۔ اسلام میں زکوٰۃ اسی مال پر واجب ہوتی ہے جس پر پورا ایک سال گذر جائے۔ اگر ایک دولتمند زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے اپنا مال جس پر زکوٰۃ واجب ہوگی ایک سال گذرنے سے پہلے اپنی بیوی یا اپنے کسی قرابت دار کے نام ہبہ کردے تو نہ اس دولتمند پر زکوٰۃ واجب ہوگی نہ اس بیوی یا قرابت دار پر، کبھی حرام چیز کا نام بدل دیا جاتا ہے، لیکن جب تک حقیقت باقی ہے وہ چیز حرام ہی رہے گی۔ مثلاً شراب میں مختلف اشیاء کی آمیزش کرکے اس مرکب کا نیا نام رکھ دیا جائے بھی تو وہ شراب کا مرکب حرام ہی رہیگا۔ مسند احمد میں ہے: لیستحلن

طائفۃ من امتی الخمر لیسمونھا بغیر اسمھا

میری امت میں ایک طائفہ ایسا بھی ہوگا، جو شراب کو حلال سمجھیں گے اور اس کا نام بدل کر دوسرا رکھ دیں گے۔ آج کل تو رقص عیاں کو فن لطیف، شراب کو مشروب روحی اور ربا کو فائدہ کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ترتکبوا ما ارتکب الیھود وتستحلوا محارم اللہ بادنی الحیل۔

یہودنے جوکیا وہ تم مت کرو اور ادنیٰ حیل سے اللہ کے محرمات کو حلال نہ بناؤ۔ یہودیوں کے لئے شنبہ کے دن مچھلیوں کا شکار حرام تھا۔ انہوں نے جمعہ کی شام نہر سے ملحق ایک خندق کھودی تاکہ شنبہ کے دن اس خندق میں مچھلیاں جمع ہو جائیں تاکہ وہ اتوار کے دن اپنے معمول کے شکار کے علاوہ ان مچھلیوں کا بھی شکار کریں جو شنبہ کے دن خندق میں جمع ہو گئی تھیں۔

انہیں اصحاب سبت کے متعلق اللہ نے فرمایا ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین فجعلناھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا وموعظۃ للمتقین (البقرہ) اور یقیناً تم ان لوگوں کے حال سے بے خبر نہیں ہو جو تم ہی میں سے تھے اور جنہوں نے سبت کے معاملے میں راست بازی کی حدیں توڑ ڈالی تھیں (یعنی حکم شریعت سے بچنے کے لئے حیلوں اور مکاریوں سے کام لیا تھا) ہم نے کہا ذلیل و خوار بندروں کی طرح ہو جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہم اس معاملہ کو ان سب کے لئے جن کے سامنے ہوا اور ان کیلئے بھی جو بعد کو پیدا ہوئے تازیانہ عبرت بنا دیا اور ان لوگوں کے لئے جو متقی ہیں اس میں نصیحت و دانائی رکھ دی۔

اسلام نے اعمال کا اعتبار نیت پر موقوف رکھا ہے انما الاعمال بالنیات رضاء الٰہی کی نیت سے عمل مباح کیا جائے تو وہ طاعت اور قربت الٰہی اور حصول ثواب کا باعث ہوتا ہے۔ حفظ حیات، یا اللہ کے احکام کی بجا آوری کیلئے تقویت بدن کی نیت سے کھایا پیا جائے تو وہ کھانا پینا بھی عبادت بن جاتا ہے اور موجب ثواب ہوتا ہے۔ ہر عمل مباح میں نیت کا اثر ہوتا ہے۔ اگر نیت نیک ہے، رضاء الٰہی مطلوب ہے تو وہ عمل مباح باعث ثواب ہے۔ اگر نیت بد ہے تو موجب شقاوت ہے۔ اگر نیت سے خالی ہے تو نہ عذاب ہے، نہ ثواب۔ لیکن حرام ہر حال میں حرام ہے۔ نیک نیتی سے عمل حرام جائز نہیں ہوتا۔ اسلام کی نظر میں کوئی امر حرام کسی مقصد نیک کا ذریعہ یا وسیلہ نہیں ہوتا۔ مقصد نیک ہو تو حصول مقصد کا ذریعہ بھی نیک ہونا چاہئے۔ اسلام اس اصول کا سرے سے منکر ہے کہ مقاصد وسائل کو نیک بناتے ہیں۔ مقصد حق کا ذریعہ بھی حق ہونا چاہئے۔

حلال و حرام کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تاریکی یا حیرانی میں نہیں ڈالا ہے۔ حلال و حرام کا بیان واضح ہے۔ جو حلال ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ جو حرام ہے اس میں بحالت اختیار کوئی رخصت نہیں، لیکن حلال اور حرام کے مابین ایک علاقہ مشتبہات کا بھی ہے جس میں حلال کیا ہے حرام کیا ہے امتیاز کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو ان مشتبہات سے پرہیز اور اجتناب کرنے کی ہدایت کی۔ اور اسکو ورع اور پرہیزگاری سے تعبیر کیا ہے۔ ان مشتبہات سے بچنا اس لئے ضروری ہے، کہ

کہ ان کا ارتکاب یا استعمال حرام بین کی حدمیں داخل کردے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحلال بین والحرام بین وبین ذلك امور مشتبهات لایدری کثیر من الناس أمن الحلال ام من الحرام فمن ترکها استبراء لدینه وعرضه فقد سلم ومن واقع شیئا منها یوشك ان یواقع الحرام۔

حلال بین اور واضح ہے حرام بین اور واضح ہے، اور ان کے درمیان مشتبہ امور ہیں اکثر لوگ نہیں جانتے کہ وہ حلال ہیں یا حرام۔ پس جس نے اپنے دین اور عزت کو بچانے کے لئے ان کو ترک کیا تو وہ سلامت رہا اور جو ان مشتبہ امور میں پڑ گیا اندیشہ ہے کہ وہ حرام میں پڑ جائیگا۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ شریعت اسلام میں جو حرام ہے، وہ سبھوں کے لئے حرام ہے۔ اس میں کوئی استثنا نہیں ایسی کوئی چیز نہیں جو عجمی کے لئے حرام ہو اور عرب کے لئے حلال۔ جو کالے کے لئے حرام ہے، وہ گورے کے لئے بھی حرام ہے۔ کسی ایک طائفہ یا طبقہ یا جماعت کے لئے چاہے وہ کاہن ہوں یا احبار ملوک ہوں یا امراء، کوئی خاص جواز کی صورت یا خصوصیت نہیں کسی مسلم کے لئے یہ خصوصیت نہیں کہ دوسروں کے لئے جو چیز اللہ نے حرام کی وہ اس کے لئے حلال ہو اور جو کسی شرط کے ساتھ کسی کے لئے حلال ہے تو وہ اسی شرط کے ساتھ سبھوں کے لئے حلال ہے اور جو حرام ہے وہ قیامت تک سبھوں کے لئے حرام ہے مثلاً

چوری حرام ہے چاہے چور مسلم ہو یا غیر مسلم، جس کا مال چوری کیا گیا وہ مسلم ہو یا غیر مسلم چور کے لئے اس کی سزا لازم ہے چاہے اس کا نسب اور مرتبہ کچھ بھی ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا، قسم اللہ کی، اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان اطعمہ نام نے جو دل میں منافق تھا چوری کر کے مال مسروقہ ایک یہودی کے ہاں گرو رکھ دیا۔ یہودی اپنے آپ کو بے قصور بتلاتا تھا، اطعمہ کے گھرانے کے لوگ اطعمہ کی حمایت کرتے تھے اور کہتے تھے، یہودی کافر اور خبیث ہے اس کی بات نہیں ماننی چاہئے۔ ان لوگوں کی حمایت کا باعث یہ تھا کہ اطعمہ نے راتوں رات سازش کر کے ان سب کو اپنی حمایت پر ابھار لیا تھا۔ اس پر وحی نازل ہوی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو بری کر دیا۔

انا انزلنا الیك الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراك الله ولا تکن للخائنین خصیما واستغفر الله ان الله کان غفورا رحیما ولا تجادل عن الذین یختانون انفسهم ان الله لا یحب من کان خوانا اثیما۔ یستخفون من الناس ولا یستخفون من الله وهو معهم اذ یبیتون ما لا یرضی من القول وکان الله بما یعملون محیطا۔ ها انتم هؤلاء جادلتم عنهم فی الحیوٰة الدنیا فمن یجادل الله عنهم یوم القیٰمة

امن یکون علیھم وکیلا (النساء)

اے پیغمبر ہم نے تم پر کتاب سچائی کے ساتھ نازل کردی ہے تاکہ جیسا کچھ اللہ نے بتلایا ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ اور خیانت کرنے والوں کی طرفداری میں نہ جھگڑو۔ اور اللہ سے مغفرت مانگو۔ بلاشبہ اللہ بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔ اور جو لوگ اپنے اندر خیانت رکھتے ہیں تم ان کی طرف سے نہ جھگڑو، خدا ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ جو خیانت اور معصیت میں ڈوبے ہوئے ہیں (ایسے لوگ) انسانوں سے تو (اپنی خیانت سے) چھپاتے ہیں، لیکن خدا سے نہیں چھپاتے حالانکہ جب وہ راتوں کو ایسی ایسی باتوں کا مشورہ کرتے ہیں، جو اللہ کو پسند نہیں تو اس وقت وہ ان کے ساتھ موجود ہوتا ہے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اسکے احاطۂ علم سے باہر نہیں۔ دیکھو تم لوگ وہ ہو (خطاب اس گروہ سے ہے جو طعمہ کی حمایت میں فریق ثانی سے جھگڑتے تھے) کہ تم نے دنیا کی زندگی میں تو ان مجرموں کی طرف سے جھگڑا کر لیا لیکن (بتلاؤ) قیامت کے دن ان کی طرف سے امت کے ساتھ کون جھگڑے گا۔؟ یا کون ہے جو (اس دن) ان کا وکیل بنے گا۔؟

بہرحال ان آیات سے معلوم ہوا کہ:۔

۱) مسلمان قاضی کو چاہیئے کہ ہر حال میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اس خیال سے کہ ایک فریق، مسلمان، اور دوسرا غیر مسلم ہے مسلمان کی طرفداری نہیں کرنی چاہیئے۔

۲) ہمیشہ خدا سے معافی مانگتا رہے کیونکہ قضا کا معاملہ نہایت نازک ہے۔ ایسا نہ ہو کہ طبیعت کا میلان سے کوئی لغزش ہو جائے۔ خاص کر کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہئیے جس سے کسی فریق کی وکالت کی بو آئے

۳) مسلمانوں کو نہیں چاہیئے کہ ہم مذہب ہونے کی وجہ سے یا اپنے خاندان اور قبیلے میں سے ہونے کی وجہ سے کسی مجرم کی حمایت کریں اور سازش کر کے جتھا بندی کرلیں۔ دنیا کی نگاہیں نہ دیکھتی ہوں لیکن خدا تو دیکھتا ہے کہ کون مجرم ہے اور کون نہیں ہے۔

۴) جو برائی کرتا ہے اسکی برائی اس پر ہے پس یہ خیال نہ کرو کہ یہ شخص ہمارا ہم مذہب یا رشتہ دار ہے، اس کا جرم ثابت ہو گیا تو ہم پر بھی دھبہ لگ جائے گا۔

۵) خود قصور کرنا اور اسے کسی دوسرے کے سر تھوپنے ایک معصیت کے بعد دوسری معصیت کا ارتکاب کرنا ہے۔ تم دنیا کی عدالت کو دھوکا دے سکتے ہو، لیکن خدا کی عدالت کو کیونکر دھوکا دے سکتے ہو۔

قوم یہود کا یہ زعم تھا کہ اگر دوسرے یہودی کو قرض دیا جائے تو سود لینا حرام ہے اور اگر غیر یہودی کو قرض دیا جائے تو سود لینا جائز ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے ذلك بانھم قالوا لیس علینا فی الامیینی سبیل (آل عمران) (یہودیوں کی یہ بدمعاملگی) اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں (عرب کے ان

ان پڑھ لوگوں سے (بدمعاملگی کرنے میں) ہمارے لئے کوئی بازپرس نہ ہوگی (جس طرح بھی ہم چاہیں ان کا مال کھا سکتے ہیں) یہی حال دنیا کی تمام قوموں کا تھا کہ وہ صرف اپنی قوم یا اپنے قبیلے کے ساتھ معاملے میں فضائل اخلاق کو لازم سمجھتے تھے لیکن دوسری قوموں یا قبیلوں کے ساتھ معاملات میں ان کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتے تھے، انگریزی کا مشہور مقولہ ہے :-

"My Country Right or wrong"

یعنی مجھے اپنے ملک کی ہی حمایت کرنی چاہئے چاہے وہ حق پہ ہو یا ناحق پہ -

اس سے پہلے یہ واضح کیا گیا کہ اسلام نے محرمات کا دائرہ تنگ رکھا ہے لیکن اس کے بعد امر حرام میں بڑی شدت کی۔ تمام ظاہری اور خفیہ وسائل اور طرق اور ذرائع بند کردئے گئے جو حرام تک پہونچائے وہ حرام ہے۔ حرام کے ارتکاب میں معاونت کرے وہ گناہ میں مرتکب حرام کا شریک ہے۔ ارتکاب حرام کے لئے حیلے کئے جائیں تو وہ بھی حرام ہیں۔ بایں ہمہ اسلام نے انسان کی فطری کمزوری سے اور زندگی کی ضروریات سے غفلت نہیں برتی خلق الانسان ضعیفا ضرورت قاہرہ کا اندازہ مقرر کیا' انسان کی کمزوری کا اندازہ لگایا اور ضرورت کی شدت کے موقعہ پر دفع ضرورت اور ہلاکت سے بچنے کے لئے مسلم کو تناول محرمات کی اجازت دی۔ مردار، اور خون اور لحم خنزیر کی حرمت کے بعد فرمایا فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم۔ (البقرۃ) پھر اگر کوئی آدمی مجبور ہو جائے (مخمصہ کی حالت ہو یا اکراہ کی) اور مقصود نافرمانی نہ ہو (یا طلب لذت نہ ہو، نہ حد سے گذر جانا) تو اس کے لئے کوئی گناہ نہیں اور اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔ سورۂ انعام اور سورہ نحل میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان آیات سے فقہاء اسلام نے یہ بنیادی اصول مستنبط کیا ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات۔ لیکن یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ مضطر کو تناول محرمات کی اجازت "غیر باغ ولا عاد" کی قید و شرط کے ساتھ دی ہے۔ صرف زندگی بچانے کے لئے جائز ہے۔ لذت حاصل کرنے یا نافرمانی کے لئے نہیں۔ اس قید اور شرط سے فقہاء اسلام نے ایک اور قاعدۂ کلیہ کا استنباط کیا کہ الضرورۃ تقدر بقدرہا قدر ضرورت سے تجاوز کرے تو گناہ لازم آئے گا لیکن ضرورت سے مراد وہ ضرورت نہیں جس کو ہر کوئی ضروری سمجھے، بلکہ ضرورت سے مراد ضرورت شرعیہ ہے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں ضرورت سے مراد جان جانے کا خطرہ یا کسی عضو کے تلف ہونے کا خوف ہے۔ یہ خطرہ اور خوف واقعی ہونا چاہیئے، صرف وہم نہ ہو۔ علاج کے لئے شراب یا شراب کے مرکبات کے استعمال کی صرف اسی وقت اجازت ہے جب شراب اور شراب کے

مرکبات کے استعمال کے بغیر جان بچانا دشوار ہو۔ مقوی دوا کے طور پر ان کا استعمال ناجائز ہے۔ اور شرط یہ بھی ہے کہ علاج تجویز کرنے والا بھی احکام دین کا پابند ہو، ورنہ مریض اور معالج دونوں گناہ گار ہوں گے۔ اگر طبیب احکام دین سے ناواقف ہو تو طبیب کو بتایا جا سکتا ہے کہ شراب اور شراب کے مرکبات حرام ہیں۔ ان کے عوض دوسری حلال دواؤں سے علاج کیا جائے۔

عزیزانِ گرامی!

مسلمان اپنی زندگی کے تمام احوال واقعات حیثیات، پہلوؤں، کیفیتوں اور صورتوں میں سے کبھی بھی اپنی اسلامیت کے احساس و شعور سے خالی نہیں رہ سکتا۔ وہ اپنے اسلام سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ وہ کہیں بھی اپنے مسلمان ہی رہے گا۔ ہر قسم اور ہر نوع کے عمل، کام، تصرف فعل یا معاملہ کے وقت اس کو اس بات کا لحاظ رکھنا ہے کہ کہیں وہ احکام خدا و رسول کے خلاف تو نہیں ہے۔ وہ کھانے پینے میں بھی مسلمان ہے۔ وہ روزی کمانے میں بھی مسلمان ہے۔ لباس پہننے میں بھی شرعی لباس کا پابند ہے — دوستوں سے دوستی کرنے۔ دشمنوں سے دشمنی کرنے میں اپنے اسلام کو نظر انداز نہیں کر سکتا، اس کا جینا اور مرنا بھی اسلام کی موافقت میں ہونا چاہئے۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ لاشریک لہٗ وبذالك امرت وانا اول المسلمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

جواہر السنۃ

از جناب مولانا مولوی
محمد عبد العزیز صاحب رضا رضوی
مبارکپوری (یو۔ پی)
مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور
(قدس سرہٗ)

یہ چند احادیث کے مجموعہ کو ترجمہ کے ساتھ مختصر سی تشریح کرکے ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔ امید کہ اس کو پڑھ کر عملی پیرائے سے اپنی عاقبت کو سنواریں گے اور احقر کے لئے دعائے خیر فرمائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک قریہ و دہات کا آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! مجھکو راستہ دکھائیے اور خبردار کیجئے ایسے کام پہ کہ جب میں اس کو کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں ——

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اس اعرابی کے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ کر۔ اور فرض نماز ہمیشہ پڑھا کر۔ اور فرض زکوٰۃ ادا کیا کر۔ اور رمضان المبارک کا روزہ رکھا کر —— کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، نہ کچھ اس میں زیادہ کروں گا اور نہ کم ——!

پس جب واپس ہوا اور منہ پھیرا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو پسند آئے اور اچھا معلوم ہو تو اس آدمی کو دیکھے کہ وہ اہل جنت سے ہے۔!!

تشریح:۔ اس حدیث میں چند باتیں قابل غور ہیں۔ (۱) شہادتین کا ذکر نہیں ؟ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے ایمان میں کوئی نقص نہ تھا۔ کامل ایمان پہ تھا۔ اس وجہ سے اعمال کی طرف توجہ دلائی یا اس وجہ سے کہ کلمہ بہت ہی زیادہ مشہور ہے۔ اس لئے ترک فرمایا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہادت کے بعد ہی اعمال کے ثمرات مل سکتے ہیں۔

۲) صرف فرائض پہ اکتفا کیا گیا ؟ اس وجہ سے کہ اصل ہے نجات کے لئے دوزخ سے اور جنت میں داخل ہونے کے لئے کافی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت حکم فرض ہی کے ادا کرنے کا تھا زیادہ کا نہیں۔

۳) کچھ کمی بیشی نہ کروں گا۔ اس وجہ سے کہ نجات اس کو لازمی ہے حالانکہ ترک سنن سے گنہگار ہوگا۔ اور

صدقات و خیرات سے نہ کرنے سے درجات مراتب سے محروم رہے گا اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ زیادہ سوال نہیں کروں گا اور قبول کرنے میں کمی بھی نہیں کروں گا۔ یا اپنی قوم کی طرف سے قاصد بن کر آیا تھا تو قسم کھا کر کہتا ہے کہ ان احکام کو قوم تک پہونچانے سے کمی بیشی نہ کروں گا۔ ۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے صدق و یقین اور عقیدت کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ جنتی ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا ایک شخص اہل نجد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں حاضر ہوا، سر کے بال پراگندہ بہت ہی پست آواز کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہتا ہے یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا۔ پس ناگاہ وہ سوال کرتا ہے، احکام اسلام اور اس کے فرائض کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— دن رات میں پانچ وقت کی نماز پڑھنا، تو اس نے کہا کچھ اور زیادہ۔ ارشاد فرمایا نہیں مگر نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح روزہ و زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا۔ جواب میں ارشاد ہوا، کہ بطور نفل کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ شخص فلاح پائے گا، اگر سچ کہتا ہے ——

تشریح: اس حدیث میں حج و وتر کا ذکر نہیں ہے! ہوسکتا ہے کہ اس وقت حج فرض نہ ہوا ہو، یا وہ شخص اہل حج سے نہ تھا اور وتر ہوسکتا ہے کہ اس وقت واجب نہ ہوئی ہو یا فرض قطعی نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا میں نے یا رسول اللہ خبر دیجئے ایسے عمل کی کہ جنت میں لے جائے مجھ کو اور دور رکھے جہنم سے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق تم نے بہت ہی اہم اور امر عظیم کا سوال کیا اور اللہ تعالیٰ جس پر اپنا فضل و کرم فرمائے اس کے لئے بہت آسان ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کا حکم فرمایا: اللہ کی عبادت اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور روزہ رکھ اور بیت اللہ شریف کا حج کر۔ پھر فرمایا کیا راہ نہ بتاؤں خیرات کے دروازے کی۔ خود ہی تفصیل ارشاد فرمائی، روزہ ڈھال ہے اور صدقہ سرد کر دیتا ہے آگ کو جیسا کہ پانی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ اور نماز آدمی کے درمیان رات میں پھر تلاوت فرمائی

تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع الآیہ ——

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امور دین و شعار ملت کا افضل و خلاصہ ذکر فرمایا۔ خبردار، کیا نہ بتاؤں دین کے تمام کام کی اصل اور اس کے ستون کو

اور اس کی بلندی کو میں نے کہا کیوں نہیں ۔ یا رسول اللہ! ارشاد فرمایا دین اسلام کی اصل اور بنیاد اور ستون اس کا نماز ہے ۔ ارتفاع و بلندی دین کافروں سے جنگ و جدال کرنا۔

پھر ارشاد فرمایا خبر دوں میں تجھ کو ایسی چیز کی کہ قوام و نظام تمام چیز کا ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں خبر دیجئے یا رسول اللہ، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا' باز رکھ اور نگاہ رکھ اس کی ۔ پھر میں نے تعجب اور سوال کے طور پر عرض کیا کیا کسی چیز کے بارے میں ہم گفتگو کریں تو ہم سے سوال کیا جائے گا اور پوچھا جائیگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تیری ماں تجھ کو روئے، لوگ منہ کے بل دوزخ میں ڈال دئے جائینگے۔

تشریح:

ایمان و اعتقاد کے بعد عمل نہایت ضروری ہے اور عمل جنت میں داخل ہونے کا باعث بھی ہے ۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ۔ کیا نہ بتاؤں عمل کی اصل ۔ صحابی رسول نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا یعنی بندہ اپنی زبان سے خواہ وہ بات اچھی ہو یا بری بول دیگا تو اس کے متعلق مواخذہ اور سوال کیا جائے گا۔ اگر بندہ کلمۂ کفر یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہہ دیگا تو یقیناً وہ مستحق عذاب ہوگا ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ کے دل میں اچھے اور برے ہر قسم کے خیال آتے ہیں اس کا مواخذہ نہیں ۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جو دین کا کام کرے للہ ہو ۔ اس میں ریا یا سمع کا دخل نہ ہو، ورنہ وہ عمل قیامت کے روز تمہارے منہ پر مار دیا جائے گا اور اس کا کچھ بدلہ نہیں ملیگا بلکہ عذاب کا باعث ہوگا۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے دوست سے کہا کہ چل اس نبی کی طرف، تو اس نے کہا نبی مت کہہ کیونکہ کہو گے تو وہ سن کر بہت خوش ہوں گے' (بہرصورت) وہ دونوں حضور ؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ۔ سوال کیا کہ ۹ نو آیات بینات کی خبر دیجئے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کا شریک کسی چیز کو نہ کرو ۔ اور چوری نہ کرو ۔ اور اس جان کو ہلاک مت کرو ۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے ۔ مگر حق کے ساتھ اور کسی بے گناہ کو سلطان کے پاس لے جاکر دروغ اور کذب بول کر قتل مت کراؤ ۔ جادو مت کرو ۔ اور سود مت کھاؤ ۔ اور کسی پاکدامن و عفیفہ پر تہمت مت لگاؤ ۔ اور میدان جنگ سے مت بھاگو اور زنا مت کرو ۔ اور خاص کر لازم پکڑو اے یہود ہفتہ کے دن کو اس روز حد سے مت بڑھو۔

تشریح :

آیات بینات کے متعلق سوال کیا گیا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، وہ معجزات مراد ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے تھے، یعنی ید بیضا، عصا وغیرہ۔ لیکن جو کچھ حدیث شریف میں بیان آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان یہودیوں کا سوال احکام دین وملل کے بارے میں تھا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہو کہ معجزات معلوم کرنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں بلکہ احکام دین معلوم کرکے اس پر عمل کرنے سے تمہارے لئے سودمند ہے۔ اس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام کی تعلیم ارشاد فرمائی۔ ان دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نو چیزوں کا سوال کیا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ان ۱۰ باتوں کا ذکر فرمایا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نے کل ۱۰ سوال اپنے ذہن میں رکھ کر گئے تھے اور نو کا ذکر ہوا۔ اور ایک اپنے دل میں پوشیدہ ومضمر رکھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بایں الفاظ ارشاد فرمایا لا تعدوا فی السبت۔ (ثابت ہوا کہ رسول اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں کے خطرات سے باخبر ہیں) اسی وجہ سے ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست وپا کو بوسہ دیا۔ (فتقبلا ید یه ورجلیه) اور وہ دونوں سچے دل سے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ پڑھ کر داخل اسلام ہو گئے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے ارشاد فرمایا (مامنعکم ان تتبعونی) تم دونوں کو میری اتباع وغلامی سے کس چیز نے باز رکھا۔ ان دونوں شخصوں نے جواب میں عرض کیا (ان داؤد علیہ السلام دعا ربہ، ان لا یزال من ذریتہ نبی کہ داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کیا کہ میری ذریت میں قیامت تک نبی رہیں گے اور نبی کی دعا رب تعالیٰ رد نہیں کرتا بلکہ قبول ہی کرتا ہے، اور نیز ہم ڈرتے تھے اور خوف زدہ تھے کہ اگر ہم آپ کی پیروی واتباع قبول کرلیں تو ضرور یہ یہود ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔ یہ یہود کا کذب وافترا تھا کہ داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی سراسر غلط و جھوٹ ہے۔ ان کی کتاب توریت وزبور میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور دین ان کا تمام ادیان کا ناسخ ہوگا۔ (اشعۃ) اس حدیث میں فتقبلا ید یه ورجلیه کا لفظ آیا ہے۔ اس سے بوسہ دینا ثابت ہوا۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند مسائل فقہ کی روشنی میں صفحۂ قرطاس پہ قلمبند کروں تاکہ بات واضح ہوجائے اور اختلاف بھی ختم ہوجائے۔

مسئلہ عالم دین یا بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے بلکہ اس کے قدم بھی چومنا جائز ہے۔

اگر کسی نے عالم دین سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اپنا ہاتھ یا قدم دیدیجئے کہ میں بوسہ دوں تو اس کے کہنے کے مطابق وہ عالم اپنا ہاتھ یا پاؤں اس کی طرف بڑھا سکتا ہے

مسئلہ عالم یا کسی بڑے کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے۔ جس نے ایسا کیا اور اس پر راضی ہوا دونوں گنہگار ہوئے۔ (بہار شریعت)

بوسہ کی پانچ قسمیں ہیں ۱۔ بوسۂ رحمت، جیسے والدین کا اولاد کو بوسہ دینا۔ ۲۔ بوسۂ شفقت جیسے اولاد کا والدین کو بوسہ دینا۔ ۳۔ بوسۂ محبت جیسے ایک شخص اپنے بھائی کی پیشانی کو بوسہ دے۔ ۴۔ بوسۂ تحیت جیسے بوقت ملاقات ایک مسلم دوسرے مسلم کو بوسہ دے۔ ۵۔ بوسۂ شہوت جیسے مرد عورت کو بوسہ دے اور ایک قسم کا بوسہ دینا سنت ہے جیسے حجر اسود کو بوسہ دینا۔ (بہار شریعت)

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف گئے۔ جس وقت وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت معاذ کو قبر میں رکھ کر قبر بنائی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی اور ہم لوگوں نے بھی تسبیح پڑھی۔ دیر تک پھر تکبیر پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم لوگوں نے بھی تکبیر پڑھی۔ پس سوال کیا گیا یا رسول اللہ کیوں تسبیح و تکبیر پڑھی گئی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے کہ قبر تنگ ہو گئی اس مرد صالح پر، یہاں تک کہ کشادہ ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے تنگی و دشواری کو دور کر دیا۔

توضیح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ پر زمین تنگ و ضیق ہوتی ہے خواہ مومن ہو یا کافر نیک ہو یا بد۔ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جیسا بزرگ و نیک کہ تقویٰ و طہارت کی انتہائی منزل پر پہونچ گیا ہو، ان کی وفات پر عرش الٰہی جنبش میں آگیا۔ جس کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔ جب ایسی ہستی نہ بچ سکی تو ہم کس شمار میں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بتقاضائے بشریت کوئی تقصیر ہوئی جس کے سبب یہ عذاب ہوا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنت الٰہی اسی پر جاری ہو جیسے جہنم پر، مومن و کافر پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دفن کے بعد تلقین جائز ہے جیسا کہ مسلمانوں میں رائج ہے۔ یہ حدیث اس کے لئے اصل بن سکتی ہے۔

حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوں گے آخر

زمانے میں دجال اور کذاب، لائیں گے تمہارے پاس
ایسی حدیثیں جن کو تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی ہوں۔
پس دور رکھو اپنے آپ کو ان سے اور دور رکھو ان کو
اپنے سے، تاکہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

تشریح :

جب قیامت قریب ہوگی تو ایک جماعت خلط
ملط کرنے والی اور جھوٹ بولنے والی پیدا ہوگی، علما و صلحا
و مشائخ کے روپ میں ہوگی اپنے کو کار خیر و نصیحت کرنے
والی بتائے گی تاکہ ہمارا جھوٹ رائج ہو اور مذاہب
باطلہ کو لوگ قبول کریں۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے ایمان و اعتقاد
کی حفاظت کریں۔ اس حدیث کے مصداق ہو کر رہیں
اور اس کا امتیاز و فرق مسلمان پر لازم و ضروری ہے۔
ورنہ تمہارا ایمان سلب ہو جائے گا اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی
دوسری حدیثوں میں اور وضاحت ہے حتیٰ کہ ان کی
علامت تک بتا دی گئی ہے۔

حدیث

حضرت غضیف بن الحارثؓ سے روایت ہے
انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس
قوم نے کوئی بدعت ایجاد کی، اللہ تعالیٰ اس جیسی سنت
کو اٹھا لیتا ہے پس دلیل پکڑنا سنت کے ساتھ زیادہ
بہتر ہے اس بدعت پر عمل کرنے سے اگرچہ وہ سنت تھوڑی
ہو۔

تشریح :

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نئی نئی چیزیں دین
میں پیدا ہوں گی مسلمان سخت پریشان ہوں گے کہ ہر
شخص بات بظاہر اچھی ہی کہتا ہے مگر ہم کس پر عمل
کریں اور کس کو چھوڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بہت ہی عمدہ اور لطیف انداز میں اس کا علاج فرما دیا، کہ
اس وقت تم تمسک بالسنّۃ اختیار کرو اور حدیث کو
اپنا آلۂ کار بناؤ اور حدیث کے مطابق عمل کرو کیونکہ سنت
پر عمل کرنے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور قرب الٰہی
حاصل ہوگا اور بدعت پر عمل کرنے سے بجائے نور کے
ظلمت پیدا ہوگی۔ چونکہ حدیث میں لفظ بدعت آ گیا ہے،
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر بدعت کی تحقیق کر دوں،
تاکہ بات واضح ہو جائے۔

بدعت کے لغوی معنی ہیں (نئی چیز) قرآن
پاک میں ہے ماکنت بدعا من الرسل، فرما دو کہ
میں نیا رسول نہیں ہوں۔ اس آیت میں بدعت لغوی معنی
میں استعمال ہوا ہے یعنی ایجاد کرنا۔ نیا بنانا وغیرہ۔
البدعۃ کل شیئ عمل علی غیر مثال سبق۔ بدعت
وہ کام ہے جو بغیر گذری مثال کے کیا جاوے۔ بدعت
کے شرعی معنی ہیں، وہ اعتقاد یا وہ شرعی اعمال، جو کہ
حضور علیہ السلام کے زمانۂ حیات ظاہری میں نہ ہوں۔
بعد میں ایجاد ہوئے۔ معلوم ہوا کہ بدعت کی دو صورتیں
ہوئیں۔ بدعت اعتقادی۔ بدعت عملی۔ بدعت

اعتقادی ان برُے عقائد کو کہتے ہیں، جو کہ حضور علیہ السلام کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے۔

بدعتِ عملی وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی۔ بدعت شریعت میں اس کام کا ایجاد کرنا ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ ہو۔ (اشعۃ اللمعات)

"بداں کہ ہر چہ پیدا شدہ بعد از پیغمبر علیہ السلام بدعت است"۔ جو کام حضور علیہ السلام کے بعد پیدا ہوا وہ بدعت ہے۔ ان دونوں عبارتوں میں نہ تو دینی کام کی قید ہے، نہ زمانہ، زمانۂ صحابہ کا لحاظ ہے۔ جو کام بھی ہو دینی ہو یا دنیاوی حضور علیہ السلام کے بعد جب بھی ہو۔ خواہ زمانۂ صحابہ میں یا اس کے بعد وہ بدعت ہے۔ ہاں عرف عام میں ایجاداتِ صحابہ کو بدعت نہیں کہتے بلکہ سنت صحابہ بولتے ہیں۔ یہ عرف عام ہے۔ ورنہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا نعمت البدعۃ ھذہٖ یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

بدعت عملی دو قسم ہے۔ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ۔ بدعتِ حسنہ وہ نیا کام جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو۔ جیسے محفل میلاد اور دینی مدارس اور پریس میں قرآن پاک و دینی کتب چھپوانا۔ اور بدعتِ سیئہ وہ جو کسی سنت کے خلاف ہو، یا سنت کو مٹانے والی ہو جیسے غیر عربی میں خطبہ جمعہ و عیدین پڑھنا وغیرہ۔

بدعت حسنہ کی بطور ثبوت ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ مشکوٰۃ باب العلم میں ہے، جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملیگا۔ اور ان کو بھی جو کہ اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کے ثواب سے کم نہ ہوگا اور جو کچھ کہ اسلام میں برُا طریقہ جاری کرے اُس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو کہ اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی بھی نہ ہوگی۔ معلوم ہوا اسلام میں کار خیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے۔ اور برُے کام نکالنا گناہ کا موجب۔ (ماخوذ)

حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ کہا آیا ایک آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ پر حد قائم کیجئے۔ حضرت انس رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ پوچھا نہیں کہ کیا ہے، یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا، اس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو وہ آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں کہ مجھ پر کتاب اللہ میں جو حد قائم کرنے کا حکم ہے اس کو مجھ پر لگائیے۔ پس فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ عرض کیا ہاں آپ کے ساتھ نماز پڑھی، ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے تیرے گناہ کو بخش دیا۔

تشریح:

ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا تھا اس وجہ سے بار بار اصرار کرتا ہے کہ حد قائم کی جائے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاموشی اختیار فرمانا اور اس سے کچھ نہ پوچھنا کیوں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ رب العالمین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی اطلاع فرما دی کہ سائل گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہے بلکہ گناہِ صغیرہ سرزد ہو گیا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے گمان میں سمجھتا ہے کہ یہ میری حرکت گناہِ کبیرہ کی حد کو پہنچ گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاموش رہنا کہ نماز کا وقت آجائے گا اور نماز میرے ساتھ پڑھ لیگا، رب تعالیٰ درگذر فرمائے گا یہی وجہ ہے کہ بعد نماز حضور نے ارشاد فرمایا کہ نماز سے تیری مغفرت ہو گئی۔ ثابت ہوا کہ صغیرہ گناہ نیک کام کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں، ورنہ زنا یا چوری وغیرہ گناہ کبیرہ ہیں جب تک حد قائم نہ کی جاتی معاف نہ ہوتا۔ حدود اللہ میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر سختی فرماتے تھے کہ اگر کوئی اس قسم کے معاملہ میں سفارش کرتا تو غضب ناک ہو جاتے۔ ارشاد فرماتے، کہ اگر فاطمہؓ سے ایسا گناہ سرزد ہو جائے، تو حد، یا ہاتھ کاٹ دیتا۔

اب اس موجودہ دور میں توبہ سچے دل سے کرے۔ اُمید ہے رب تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

رباعیات حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

منظوم ترجمہ
از
محمد عبد الجمیل بنگلوری
خادم آستانۂ اقطاب ویلور

آنی کہ ترا نیست مقام و منزل
چیزے غیر تو نیست ما را حاصل
در ہر دو جہاں ذاتِ تو کے می گنجد
یارب تو چگونہ جائے کردی در دل

آناں کہ از اسرارِ خدا آگاہ اند
بر مسندِ فقر خویش شاہنشاہ اند
گشتہ بہ صفاتِ حضرتِ حق موصوف
از خویش بریدہ اند و باللہ اند

کامل نہ بود کہ نور ہا را بیند
یا از سر کشف ارض و سما را بیند
کامل بود آں کہ از سر تحقیقات
در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

عقلِ تو مقید است علمِ تو حجاب
ہستی تو بہ روئے آب مانند حباب
معلوم کہ سرمایۂ عمرت چند است
بشتاب و جمالِ یارِ خود را دریاب

گر اہل دلی مہر علی در دل کن
وز مہرِ علی مراد جاں حاصل کن
خواہی کہ عزیز ہر دو عالم گردی
خود را چو علی بذاتِ او واصل کن

اے وہ کہ نہیں تجھے مقام و منزل
جز تیرے نہیں زیست سے کچھ بھی حاصل
کونین میں جب سما نہیں سکتا تو!
کیسے ترا مستقر ہوا میرا دل؟

اسرارِ خدا سے ہیں جو افراد آگاہ
ہیں مملکتِ فقر کے وہ شاہنشاہ
ہو جا کے وہ متصف صفاتِ حق سے
ہیں خود سے فنا ہو کے وہ باقی باللہ

کامل وہ نہیں جو دیکھ پائے انوار
یا جس پہ کھلیں ارض و سما کے اسرار
کامل ہے وہی کہ جو بہ چشمِ تحقیق
پائے ہر چیز میں خدا کا دیدار

ہے عقل مقید اور ترا علم حجاب
ہستی ہے تری فنا پذیر مانندِ حباب
ہونے کو ہے ختم تیرا سرمایۂ عمر
چل گنجِ لقائے حق کی جانب تو شتاب

گر صاحبِ دل ہے تو، تو رکھ حبِ علیؓ
اور حبِ علیؓ سے پا مراداتِ دلی
گر چاہے ہے تو ہو جائے دو عالم میں عزیز
تو مثلِ علیؓ واصلِ حق ہو جیسا بھی

محمد عبد الجمیل قادری بنگلوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

یہ مقدمہ عالیجناب مولانا مولوی الحاج محمد حسین صاحب M.A
ناظم جمالیہ عربک کالج پریمبور مدراس و سابق پرنسپال عثمانیہ کالج کرنول
کی سعی بلیغ و جانفشانی کا ثمرہ ہے۔

سالک مسالک شریعت و طریقت، واقف مواقف معرفت و حقیقت حضرت سید شاہ عبداللطیف المعروف بہ سید شاہ محی الدین قادری نقوی الملقب بقطب ویلور، کی کتاب **جواہر السلوک** اردو ترجمے کے ساتھ شائع کی جارہی ہے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ سال تصنیف سنہ ۱۲۸۱ ہجری ہے لیکن مطبع مظہر العجائب مدراس سے سنہ ۱۲۸۳ھ میں شائع ہوی۔ جواہر السلوک سے پہلے کتاب فصل الخطاب فی الفرق بین الخطاء والصواب سنہ ۱۲۷۷ھ اور کتاب جواہر الحقائق سنہ ۱۲۷۳ھ میں شائع ہوئیں۔ کتاب جواہر السلوک فلس کیپ سائز کے ۲۷۴ صفحوں پر مشتمل ہے۔ اس کا صرف اردو ترجمہ پانچ سو صفحوں سے کم میں نہیں سماسکتا۔ زمانہ کے ذوق کا لحاظ رکھ کر اصلی کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ ڈمی سائز میں طبع کی جائے تو ہزار صفحوں سے زیادہ کی ایک ضخیم کتاب ہوگی۔ اس لئے یہی مناسب سمجھا گیا کہ اس کو چار حصوں میں شائع کیا جائے۔ کتاب چالیس جواہر اور چالیس فوائد پر مشتمل ہے جن میں سے ہر فائدہ ایک مستقل باب ہے۔ بالاقساط شائع کرنے میں نہ صرف اس زمانہ کے قارئین کے ذوق اور سہولت کا لحاظ کیا گیا بلکہ موضوع کتاب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کا پڑھنے والا ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور بار بار پڑھے۔ ہر بار بنظر غائر پڑھنے میں نئے نئے نکات، اشارات اور دقائق منکشف ہوں گے۔ سرسری مطالعہ میں نہ دلچسپی پیدا ہوگی اور نہ کوئی مفید نتیجہ نکلے گا۔

یہ کتاب علم تصوف اور فن سلوک میں شہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو اس علم و فن سے دلچسپی رکھتے ہیں اور اس راہ کے سالک ہیں، اگر مبتدی ہیں تو ان کے لئے تبصرہ اور اگر منتہی ہیں تو ان کے لئے تذکرہ ہے بلندیوں کے لئے بصیرت کا سامان ہے، تو منتہیوں کے لئے ؎

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را　　　تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ان دنوں اس علم اور اس فن سے دلچسپی یا اس کا ذوق اور اس کی طلب رکھنے والا لاکھوں میں ایک مشکل سے ملیگا۔ یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ پھر اس کتاب کو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کرنے کی کونسی ضرورت داعی ہے؟

بجز چند مستثنیٰ اشخاص کے ساری دنیا جس میں خدا کے ماننے والے اور خدا کے وجود کے انکار کرنے والے، کسی دین یا مذہب کے پیرو اور تمام ادیان و مذاہب کے مخالفین سبھی شامل ہیں۔ آج مادہ اور مادی تنعمات اور لذائذ کی طلب میں منہمک ہے۔ آج کا انسان اپنی انسانیت کو فراموش کر کے صرف ایک مہذب متمدن اور خوشحال حیوان کی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ خدا کی دی ہوئی عقل کو اسی راہ میں صرف کیا جارہا ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی ساری قوتیں اسی ایک مقصد کے حصول میں استعمال ہو رہی ہیں۔ اسی چند روزہ زندگی کو سب کچھ سمجھ لیا گیا۔ بھولے سے بھی آخرت اور جزاء اعمال کا خیال نہیں آتا۔ آج انسان کی ساری جد و جہد اور سعی و کوشش صرف مفطرات ثلاثہ کی افزائش اور فراوانی اور اس میں ایک دوسرے سے مسابقت کے لئے ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی قوت تسخیر نے انسان کو اس حد تک مغرور و متکبر کر دیا کہ وہ خالق کائنات کے وجود سے منکر غافل اور بے پرواہ ہے۔ سائنس ہر ہر قدم پر وجود باری کی شہادتیں پیش کرتی ہے لیکن مادی لذائذ کی کشش خود اس کو اپنی حقیقت دریافت کرنے کی مہلت نہیں دیتی۔ اپنے حقیقی نفع و نقصان کی پہچان نہیں، سکون قلب اور اطمینان مفقود ہے۔ صرف ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہے۔

۱۹۱۴ - ۱۹۱۸ کی جنگ عظیم اسی مادیت پرستی اور دنیا کی نعمتوں اور جمع مال و زر کی ہوس کا نتیجہ تھی، انسان کو اس جنگ کی ہلاکت آفرینیوں اور عواقب سیئہ سے متنبہ ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن وہ اپنے تمرد و سرکشی کی گہرائیوں میں ڈوب گیا تو بیس برس کے بعد دوسری عظیم تر جنگ چھڑ گئی۔ آٹمی قوت اور آٹمی بم کی ہلاکتیں اسی دوسری جنگ کا حاصل ہیں، اسوقت سے آج تک متمدن دنیا کا انسان خوف و حزن کا شکار ہے۔ ایک دوسرے سے خوف زدہ ہے کہ کہیں اچانک وہ آٹمی قوت اس کی ہلاکت کے لئے استعمال کر دے۔ ہر کوئی اس غم میں مبتلا ہے،

کہ اس کی ساری تہذیب و تمدن کی آسائشیں یکا یک اور بغتۃً ملیامیٹ نہ ہو جائیں۔ اب یہی غیر متمدن دنیا، وہ ان متمدن اقوام کے حرص و آز کی شکار اور ان کے پنجۂ تسلّط میں گرفتار رہے۔ غرض کہیں اطمینانِ قلب اور سکونِ روح نہیں۔ ایک ہیجانی کیفیت میں سبھی مبتلا ہیں۔ اعصابی امراض، نفسیاتی شکایات اور حوادث خودکشی روز افزوں ہیں، نفسیاتی طب Psycho Therapy اور تحلیل نفسی Psycho-Analysis سے افاقہ کی بجائے مرض بڑھتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا قلنا اهبطوا منها جميعًا فاما يأتينكم منى هدى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون ۳۸ ہم نے کہا کہ اب تم سب یہاں سے نکل چلو، لیکن جب کبھی ایسا ہوگا کہ ہماری جانب سے تم پہ راہ حق کھولی جائے گی، تو جو کوئی ھدایت کی پیروی کرے گا اس کے لئے کسی طرح کا کھٹکا نہیں، کسی طرح کی غمگینی نہیں۔ سورۂ طٰہٰ میں مزید تفصیل دی گئی ہے۔

فاما يأتينكم منى هدى فمن اتبع هداى فلا يضل ولا يشقى ۝ ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيٰمة اعمى ۝ قال رب لم حشرتنى اعمى وقد كنت بصيرا ۝ قال كذالك اتتك اٰيتنا فنسيتها وكذالك اليوم تنسى ۝ وكذالك نجزى من اسرف ولم يؤمن بأيٰت ربه ولعذاب الاٰخرة اشد وابقى ۝ پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی پیام ھدایت آیا تو جو کوئی میری ہدایت پہ چلیگا وہ نہ تو راہ سے بے راہ ہوگا نہ دکھ میں پڑے گا۔ جو کوئی میری یاد سے روگرداں ہوگا تو اس کی زندگی ضیق اور تنگی میں گزریگی اور قیامت کے دن بھی میں اُسے اندھا اٹھاؤں گا۔ وہ کہیگا پروردگار تو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا، میں تو اچھا خاصا دیکھنے والا تھا۔ ارشاد ہوگا، ہاں اسی طرح ہونا تھا، ہماری نشانیاں تیرے سامنے آئیں، مگر تو نے انہیں بھلا دیا سو اسی طرح تو بھی بھلا دیا گیا ہے اور جو کوئی (سرکشی) میں بڑھ نکلتا ہے اور اپنے پروردگار کی نشانیوں پر یقین نہیں کرتا تو اسی طرح ہم اسے (اسکی حالت کا) بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ سخت اور بہت دیر تک رہنے والا ہے۔

غرض اسوقت کے احوال وظروف کا تقاضا یہ ہے کہ انسانیت کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے۔ خدا کا پیغام پہنچایا جائے اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہم پہ شاہد ہیں ہمیں خدا کا پیام پہنچایا اسی طرح ہم بھی جو شہداء علی الناس بنائے گئے ہیں تمام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچائیں۔ رسولِ اکرم نے فساد فی البر والبحر کی عالمگیریت کا جو علاج تجویز کیا۔ اسی علاج اور تداوی کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی جائے۔ پھر بھی وہ اگر اس علاج سے انحراف کریں تو ان کی شامت ان کے ساتھ رہیگی اور وہ

اس کا عذاب چکھیں گے۔

ضرورت تو اس بات کی تھی کہ کتاب "جواہرالسلوک" کا انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں ترجمہ شائع ہو۔ لیکن فوری ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ جو تمام عالمِ اسلامی میں مغربی تہذیب وتمدن، طور وطریق اور خیالات اور مزعومات سے گرویدگی ہے اور اپنی کتاب ہدایت سے دوری اور اسلامی طریق معالجہ سے بیگانگی ہے ان کو پہلے اپنے مرض کی تشخیص اور پھر اسلامی طریقۂ علاج کی طرف توجہ دلائی جائے۔ انہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہم نے بھی اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ ہمارے عوض کسی دوسری قوم کو علاج انسانیت کے لئے پیدا کرے گا۔ یاایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونه اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لآئم ذالك فضل اللہ یؤتیه من یشآء واللہ واسع علیم ٥ (المائدہ) مسلمانو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو (وہ یہ نہ سمجھے کہ اس کے پھر جانے سے دین حق کو کوئی نقصان پہنچیگا) قریب ہے کہ اللہ ایک ایسا گروہ (سچے مومنوں کا) پیدا کر دے جنہیں خدا دوست رکھتا ہوگا اور وہ خدا کو دوست رکھنے والے ہوں گے۔ مومنوں کے مقابلے میں نہایت نرم اور جھکے ہوے لیکن دشمنوں کے مقابلے میں نہایت سخت، اللہ کی راہ میں (جان ومال سے) جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس گروہ کو چاہے عطا فرما دے اور اپنے فضل میں بڑی وسعت رکھنے والا اور سب کا حال جاننے والا ہے۔ قبل اس کے کہ کتاب جواہرالسلوک کے مضامین سے تعارف کرایا جائے، یہ وضاحت ضروری ہے کہ علمِ تصوف اور فنِ سلوک کا کتاب وسنّت سے کیا تعلق ہے۔

عن ابی ھریرۃ رض قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم بارزا یوما للناس فاتاہ رجل فقال ما الایمان، قال الایمان ان تؤمن باللہ وملئکته وبالقائه ورسله وتؤمن بالبعث قال ما الاسلام قال الاسلام ان تعبد اللہ ولا تشرك به وتقیم الصلوٰۃ وتؤدی الزکوٰۃ المفروضة وتصوم رمضان قال ما الاحسان قال ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراك قال متی الساعة قال ما المسئول باعلم من السائل وسأخبرك عن اشراطھا اذا ولدت الامة ربھا واذا تطاول رعاۃ الابل البھم فی البنیان فی خمس لا یعلمھن الا اللہ ثم تلا النبی صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ عندہ علم الساعة ثم ادبر فقال ردوہ فلم یروا شیئًا فقال ھذا جبریل جاء یعلم الناس دینھم (صحیح البخاری)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا ایمان کیا ہے؟ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے ملائکہ پر اور (آخرت میں) اس کے حضور میں پیش ہونے پر اور اس کے رسولوں پر اور تو ایمان لائے (مرنے کے بعد دوبارہ) اٹھائے جانے پر۔ پوچھا اس نے کہ اسلام کیا ہے؟ تو فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت کرے کسی کو اس کا شریک نہ گردانے اور تو نماز قائم کرے اور فرض زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے (پھر) پوچھا احسان کیا ہے؟ تو فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ پھر پوچھا قیامت کب ہوگی، تو فرمایا جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ اور میں تجھ کو اس کی علامتوں کی خبر دوں گا۔ جب لونڈی اپنے مالک کو جنے۔ جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے اپنے مکانات کی بلندی میں ایک دوسرے پر فخر کریں۔ (یہ بات) ان پانچ باتوں میں سے ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی۔ ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ کہ قیامت (کے وقوع کے وقت کا) علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ (وہ شخص) پلٹ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا کہ اس کو لوٹاؤ۔ (پھر لوگوں نے اس کی تلاش کی) لیکن کسی کو نہیں دیکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے، جو لوگوں کو ان کا دین سکھلانے کے لئے آئے تھے۔

اس حدیث شریف میں سائل نے چار سوال علی الترتیب کئے ہیں۔ ایمان کیا ہے، اسلام کیا ہے، احسان کیا ہے، قیامت کب ہوگی۔ ان میں سے امور ایمان علم التوحید (علم العقائد) کا موضوع اور امور اسلام علم الفقہ کا موضوع اور امور احسان علم تصوف کا موضوع اور قیامت کے احوال کا تعلق متشابہات سے ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی خمس لا یعلمھن الا اللہ متشابہات کے متعلق فرمان الٰہی ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا متشابہات کی تأویل اور مراد بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور جو علم میں راسخ اور استوار ہیں، وہ یہی کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے (محکمات و متشابہات) سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں کھوٹ اور کجی ہے، وہ فتنہ کی غرض سے ان متشابہات کی تاویل کے درپے ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام نے قیامت اور احوال قیامت کو کسی مستقل علم کا موضوع نہیں بنایا۔

علم التوحید۔ علم الفقہ اور علم التصوف کے درمیان نہایت گہرا اور ذاتی علاقہ ہے۔
ایمان۔اسلام اور احسان۔ ان میں ایمان بنیاد اور اساس ہے جس پر اسلام کا قیام ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو اسلام صحیح نہ ہوگا۔ نہ نماز صحیح ہوگی، نہ روزہ صحیح ہوگا اور نہ کوئی عبادت عنداللہ مقبول ہوگی۔ دنیوی اعتبار سے اگرچہ وہ امت اسلام میں شمار کیا جائے گا اور دنیا میں حقوق مسلم کا مستحق ہوگا اور مسلمانوں پر واجب احکام کی پابندی اس پر لازم ہوگی اور بس، ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی عمل عنداللہ مقبول نہ ہوگا۔ حبط اعمال اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ اسی لئے ایمان کو شجر اسلام کی جڑ کہا جاتا ہے۔ ایمان ہی سے شجر اسلام پھوٹ نکلتا ہے اور شجر اسلام کے پھل تصوف کہے جاسکتے ہیں کہ شجر سے مقصود اس کا ثمر ہی ہے۔ تصوف اور سلوک کی غایت وجود اس کیفیت و حالت کا حصول ہے جس کو اس حدیث احسان میں "ان تعبد ربك كانك تراه وان لم تكن تراه فانه يراك" سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن بے ثمر شجر بھی ہوتے ہیں جن کے پھول جن کے پتے اور جن کا سایہ خلائق کے کام آتا ہے اور وہ عبث اور بے فائدہ بھی نہیں۔ لیکن شجر بار آور ہی مطلوب و مقصود ہے کہ اسی میں شجر کا کمال ہے۔

؎ نہ گلم نہ برگ سبزم نہ ثمر نہ سایہ دارم ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

اس بیان سے واضح ہوگا کہ تصوف جس کا موضوع بحث احسان ہے دین کا جزو لاینفک ہے۔ بلکہ ایک اعتبار سے دین کا کمال ہے اور اس کا منبع اور اصل اور سرچشمہ نصوص کتاب و سنت ہیں۔ اگرچہ لفظ صوفی یا تصوف کا استعمال قرون اولیٰ میں نہیں، لیکن زمانۂ مابعد میں لفظ صوفی یا تصوف جن معنوں میں استعمال ہونے لگے ان کی حقیقت زمان نبوت ﷺ عصر صحابہ رضی اللہ عنہم اور عہد تابعین و تبع تابعین میں علیٰ وجہ الکمال پائی جاتی تھی۔ چنانچہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں یہ مقولہ زبان زد صوفیہ تھا کہ آج صوفیت ایک نام ہے بلا حقیقت۔ لیکن آج سے قبل ایک حقیقت تھی جس کا کوئی نام نہ تھا۔ حضرت ابوالحسن بوشنجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا التصوف اليوم اسم ولا حقيقة وقد كان حقيقة ولا اسم حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے کشف المحجوب میں فرمایا۔ صحابہ اور سلف رحمہم اللہ کے زمانہ میں یہ اسم نہ تھا اور اس کے معنی ہر شخص میں پائے جاتے تھے اور اب اسم رہ گیا ہے، معنی کچھ نہیں۔! یعنی معاملات معروف تھے اور دعوے مجہول تھے۔ اب دعوے معروف ہیں اور معاملات مجہول ہیں۔ اس کے بعد منکرین تصوف سے یہ کہا کہ تمہارے انکار تصوف سے کیا مراد ہے۔ اگر محض اسم کا انکار کرتے ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اس واسطے کہ مسمیات کے حق میں غیر ہیں اور اگر بعینہ ان معانی کا انکار کرتے ہو تو کل شریعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خصائل ستودہ کا انکار کرنا ہے۔

مسلمانوں میں جن کی نظر ایمان و اسلام سے گزر کر احسان اور احسان کی حقیقت تک نہیں پہونچ سکی، انہوں نے تصوف کو ایک بدعت اور معاملاتِ تصوف کو گمراہی سمجھا۔ ع

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است ، لوگوں کی غلط تعبیروں پر اعتماد کرکے مستشرقین نے تصوف اور طریقت اور فقر و درویشی کو اسلام میں ایک نوایجاد امر قرار دیا جو عیسائی راہبوں اور ہند و جوگیوں اور تپسیوں سے اخذ کیا گیا۔ اپنے اس زعم کو حقیقت کے رنگ میں پیش کرنے لگے کہ اسلام اور اسلامی تعلیمات محض اس وجہ سے کہ ترک دنیا کو مستحسن نہیں سمجھا۔ رہبانیت کو بدعت قرار دیا گیا، نکاح کو سنت قرار دیا۔ اور خدا کی پیدا کی ہوئی پاک، اور طیّب چیزوں کو حرام نہیں کیا۔ روحانیت سے بالکل معرا ہیں، اگر روحانیت کا کوئی شائبہ یا روحانیت کا کوئی کمال، پایا گیا تو وہ غیر اسلامی ہے، وہ اس حقیقت کا انکار نہ کرسکے کہ عالم اسلام میں بہت سے افراد ایسے پائے گئے جو روحانیت کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ اور ان کے فیض روحانی کے چشموں سے ہر دور میں ایک جماعت کثیر سکون روح اور اطمینان قلب حاصل کرتی رہی۔ ہوائے نفسانی اور شیطانی وساوس اور گمراہیوں کے تسلط سے محفوظ رہی۔ اس حقیقت کی وہ یہی توجیہہ کرسکے کہ روحانیت کے یہ سارے کرشمے غیر اسلامی عناصر سے ماخوذ ہیں۔ اور قرآن وسنتِ نبویؐ سے کوئی لگاؤ یا تعلق نہیں اور ان نادانوں کے اقوال اور عبارتوں اور ادعا سے استنادکیا جو تصوف و سلوک کو بدعت و ضلالت قرار دیتے تھے۔ اگر وہ احسان کی حدیث کے معنوں پر ذرا بھی غور کرتے تو اس گمراہی میں نہ پڑتے۔ اگر قرآن کریم کی مکی سورتوں ہی کا مطالعہ احقاق حق کی نظر سے کرتے تو ان پر یہ حقیقت روشن ہو جاتی کہ دورِ تشریع سے بہت پہلے بھی دین اسلام میں عملی احکام کے ساتھ ساتھ باطنی معارف و حقائق کا پہلو موجود تھا۔ طریق نجات کے ہم پہلو طریق ولایت بھی پایا جاتا تھا، اطاعت خدا و رسول کے ساتھ خدا اور اسکے رسول کی محبت پر زور دیا گیا تھا۔

قرآن کریم میں توحید، احسان، صدق، سبقت فی الخیرات، تقرب الٰہی، ذکر الٰہی، شکر الٰہی، رغبت و رہبة، خوف و رجاء، توبہ و انابت، تقویٰ و طہارت، صبر و توکل، تسلیم و رضا، تبتل الی اللہ، العلم، حکمة، البصیرة العزم، الفقر، الغنی، التوضع، الصدق، الاستقامة، الاخلاص، الزکر، الزہد الخشوع، الخضوع، الاخبات، الورع التذکر، الاعتصام، جیسے احوال و مقامات تصوف کا صراحةً ذکر موجود ہے۔

معارف تصوف کی اساس محکم قرآن کریم اور احادیث نبویؐ پر قائم ہے۔ ذیل میں ان میں سے بعض آیتوں کیطرف بطور مثال اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱) وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (البقرہ)

۲) اللہ ولی المؤمنین یخرجھم من الظلمات الی النور (البقرہ)
۳) فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی لیبلی المؤمنین منہ
بلاءً حسنا ان اللہ سمیع علیم (انفال)
۴) ان اولیاؤہ الا المتقون (انفال)
۵) الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (یونس)
۶) والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین (العنکبوت)
۷) ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (ق)
۸) اللہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ الایۃ (النور)
۹) ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون (الواقعۃ)
۱۰) ولترکبن طبقا عن طبق (الانشاق)
۱۱) وان الی ربک المنتھٰی (النجم)

قرآن کریم کی تصریحات سے یہ امر واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ھدایتِ خلق کے لئے انبیاء و مرسل مبعوث کئے۔ انہیں کتاب و حکمت اور کبھی حکم و نبوت اور کسی کو ملکِ عظیم اور کسی کو فصل الخطاب دیکر بھیجا۔ آل ابراھیم اور بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا:

فقد اٰتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتیناھم ملکا عظیما (النساء)

ہم نے خاندان ابراھیم کو کتاب و حکمت دی تھی اور ساتھ ہی عظیم الشان سلطنت بھی عطا فرمائی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت مریمؑ سے فرمایا ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ و الانجیل ورسولا الی بنی اسرائیل (آل عمران) اور (اے مریمؑ) اللہ تعالیٰ اس (ہونے والے لڑکے) کو کتاب اور حکمت کا علم عطا فرمائے گا نیز توراۃ اور انجیل کا اور اسے بنی اسرائیل کیطرف بہ حیثیت رسول کے بھیجیگا۔

اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب کیا گیا واذ قال اللہ یاعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل (المائدہ) اس دن اللہ کہے گا اے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ میں نے تم پر

اور تمہارے ماں پر جو انعام کئے ہیں انہیں یاد کرو۔ جب ایسا ہوا تھا کہ میں نے روح القدس سے تمہیں قوت دی تھی، تم لوگوں سے کلام کرتے تھے، چھوٹی عمر میں بھی کہ جھولے میں جھولتے تھے اور بڑی عمر میں بھی اور جب ایسا ہوا تھا کہ میں نے تمہیں کتاب و حکمت اور توراۃ و انجیل سکھلادی تھی۔

قرآن میں یہ بھی حضرت عیسیٰ کے متعلق مذکور ہے ولما جاء عیسیٰ بالبینات قال قد جئتکم بالحکمۃ ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیہ داؤد علیہ السلام کی نسبت کہا گیا: وقتل داؤد جالوت واٰتاہ اللہ الملک والحکمۃ وعلمہ مما یشاء (البقرہ) اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا پھر اللہ نے داؤد کو بادشاہی اور حکمت سے سرفراز کیا اور جو کچھ (حکمرانی اور دانشوری کی باتوں میں سے سکھلانا تھا سکھلا دیا۔ وشددنا ملکہ واٰتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب ہم نے اسکی سلطنت کو مضبوط بنایا اور اس کو حکمت اور فصل الخطاب عطا کیا عموم انبیاء و رسل کے متعلق قرآن ناطق ہے ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون (آل عمران)

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ (آل عمران) کسی انسان کو یہ سزاوار نہیں کہ اللہ اسے (انسانوں کی ھدایت کے لئے) کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر اس کا شیوہ یہ ہو کہ لوگوں سے کہے، خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ (یعنی خدا کے احکام کی جگہ میرے حکموں کی اطاعت کرو) بلکہ چاہئے کہ ربانی انسان (یعنی خلق کے مرشد اور رہنما) بنو اس لئے کہ تم کتاب اللہ کی تعلیم دیتے رہتے ہو اور اس لئے کہ اس کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے ہو اور دیکھو جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے نبیوں کے بارے میں (بنی اسرائیل سے) عھد لیا تھا کہ ہم نے تمہیں کتاب و حکمت عطا فرمائی ہے، پھر اگر ایسا ہو کہ دوسرا رسول اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے تمہارے پاس آئے تو ضروری ہے کہ تم اسے مانو اور اس کی مدد کرو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا: وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما (النساء) اور (اے پیغمبر) اللہ نے تم پر کتاب و حکمت نازل کر دی ہے اور جو باتیں معلوم نہ تھیں وہ تمہیں سکھلا دی ہیں اور تم پر اس کا بہت ہی بڑا افضل ہے۔

اللہ نے مومنین کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں تو فرمایا: واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم

من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہ (البقرہ) اللہ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو اور اس نے کتاب وحکمت میں سے جو کچھ نازل کیا ہے اس کے ذریعہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے جہاں مومنین پر اپنا احسان جتایا کہ ان میں ہی سے ایک رسول بھیجا تو فرمایا:
لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (العمران) بلاشبہ اللہ کا مؤمنوں پر بڑا ہی احسان تھا کہ اس نے ایک رسول ان میں بھیجا جو ان ہی میں سے ہے۔ وہ اللہ کی آیتیں سناتا ہے۔ ہر طرح برائیوں سے انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے (اس نے ان پر ہدایت کی راہ کھول دی) حالانکہ اس سے پہلے وہ گمراہی میں مبتلا تھے۔ سورۂ جمعہ میں بھی مرقع امتنان میں کتاب وحکمت اور تلاوتِ آیات کے ساتھ ساتھ تزکیہ کا بھی ذکر فرمایا وھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین امت مرحومہ پر اپنی اتمام نعمت کے سلسلے میں فرمایا کما ارسلنا فیکم رسولا یتلوا علیکم اٰیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (البقرۃ) جس طرح یہ بات ہوئی کہ ہم نے تم میں سے ایک شخص کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا وہ ہماری آیتیں تمہیں سناتا ہے اپنی پیغمبرانہ تربیت سے تمہارے دلوں کی اصلاح کرتا ہے کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ باتیں سکھلاتا ہے جن سے تم یکسر ناآشنا تھے (تو یہی طرح ہم چاہتے ہیں کہ اپنی نعمت تم پر پوری کر دیں اور تم اس مرکز ہدایت سے وابستہ ہو کر نیک ترین امت ہونے کا مقام حاصل کرلو)۔

حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ نے بیت اللہ الحرام کی بنیادیں بلند کرتے ہوئے یہ دعا کی تھی:
ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم (البقرۃ) اے پروردگار! اپنے فضل وکرم سے ایسا کیجیو کہ اس بستی کے بسنے والوں میں تیرا ایک رسول مبعوث ہو جو انہیں میں سے ہو وہ تیری آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سنائے کتاب وحکمت کی انہیں تعلیم دے اپنی پیغمبرانہ تربیت سے ان کے دلوں کو مانجھ دے۔ اے پروردگار تیری ہی ذات ہے جو حکمت والی اور سب پر غالب ہے۔

تعلیم کتاب وحکمت میں دوسرے انبیاء ورسل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک

ہیں، لیکن امت کے تزکیہ کے معاملہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منفرد ہیں۔

مصنف جواہر السلوک رحمۃ اللہ علیہ نے فائدہ سی و دوم کے ضمن میں فرمایا:

بقی انه صلی الله علیه وسلم کان خلیفة الله فی ارضه وعالما بما انزله الله تعالیٰ من القرآن والحکمة معلما للکتاب والسنة ومزکیا للامة فما فعله علی جهة کونه معلما للکتاب والحکمة ومزکیا للامة کان سنة للعلماء الراسخین۔ باقی رہا یہ بیان کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ تھے اس کی زمین میں اور عالم تھے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اور حکمت کو اتارا اور معلم تھے قرآن اور حدیث کے اور امت کے پاک کرنے والے تھے سو جو فعل کہ حضرت نے بنا بر خلافت کے کیا وہ خلفاء کے واسطے سنت ہو گیا اور جو فعل کہ بجہت تعلیم کتاب اور حکمت اور تزکیۂ امت کے کیا وہ علماء راسخین کے واسطے سنت ہوا کتاب و حکمت کی تعلیم شخص نبوت کی پیغمبرانہ تربیت، مرکز ھدایت کا قیام اور نیک ترین امت ہونے کا نصب العین (کنتم خیر امة اخرجت للناس) یہی وہ بنیادی عناصر تھے جن کی موعودہ امت کی نشو و نما کے لئے ضروری تھی اور یہ تمام مراتب فی الواقع ظہور میں آ گئے۔

یہ تاریخی واقعہ ہے کہ فتح مکہ اور ظہور غلبۂ اسلام کے بعد لوگ جوق جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ پہلے جزیرۂ عرب کے تمام باشندے الاماشاء اللہ مسلمان ہو گئے تھے یعنی حکومت اسلامی اور حکم اسلامی کے تابع اور فرماں بردار ہو گئے۔ لیکن انہیں نبی اکرم کی صحبت اور پیغمبرانہ تربیت نصیب نہیں ہوئی۔ جب ان لوگوں نے ایمان کا دعویٰ کیا: قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان تطیعوا الله ورسوله لا یلتکم من اعمالکم شیئا ان الله غفور رحیم ○ انما المؤمنون الذین آمنوا بالله ورسوله ثم لم یرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم فی سبیل الله اولئك هم الصادقون (الحجرات)

یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مکہ اور مدینہ کے باہر بسنے والے قبیلوں میں بہت سے لوگ مرتد ہو گئے کہ ان کا اسلام قبول کرنا وقتی مصلحت پر مبنی تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے ان سے قتال و جہاد کیا اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور مرتدین ناکام رہ گئے۔ جو قتل ہو گئے ہو گئے اور جو باقی رہے ان پر یہ حقیقت کھلی: هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله۔ (التوبہ، الفتح) اور (الصف) ہاں وہی ہے جس نے اپنے رسول کو حقیقی ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، تاکہ اس دین کو تمام (ٹھہرائے ہوئے) دینوں پر غالب کر دے اور جب ان کا حال یہ ہوا حتی اذا ضاقت علیهم

الارض بما رحبت وضاقت علیہم انفسہم وظنوا ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ ثم تاب علیہم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم۔ (التوبہ) جب کہ زمین اپنی ساری وسعت پر بھی ان کے لئے تنگ ہوگئی تھی اور وہ خود بھی اپنی جان سے تنگ آگئے تھے اور انہوں نے جان لیا تھا کہ اللہ سے بھاگ کر انہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ مگر خود اسی کے دامن میں پس اللہ اپنی رحمت سے لوٹ آیا تاکہ وہ رجوع کریں۔ بلاشبہ اللہ ہی ہے بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا ہی رحمت والا، پھر یہ لوگ السابقون الاولون من المھاجرین والانصار اور الذین اتبعوھم باحسان کی تربیت، فیض صحبت اور تزکیہ سے بتدریج الذین اتبعوھم باحسان کے زمرے میں شامل ہوئے اور جب تک ان میں یہ کیفیت نہیں پیدا ہوی دورِ خلافتِ صدیقی میں باوجود مسلمانوں کی قلت عدد کے روم وفارس کے خلاف جہاد و قتال میں ان کو شریکِ جہاد ہونے کی اجازت نہیں ملی۔ فتح مکہ کے چند دنوں بعد جنگِ حنین ہوی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی فوج میں مکہ کے نومسلم بڑی تعداد میں شریک تھے لیکن دشمن کے پہلے ہی حملے میں وہ پسپا ہوگئے۔ کیونکہ تربیت نبوی سے ہنوز مستفیض نہ ہوسکے تھے۔ جب دورِ فاروقی آیا تو ان دوبارہ مسلمان ہونے والوں کو شرکتِ جہاد کی اجازت دی گئی کہ وہ صحابۂ کرام مذکور الصدر کی صحبت سے تربیت یافتہ ہوچکے تھے۔ اور انہوں نے بھی پوری فداکاری اور قوتِ ایمانی کا ثبوت دیا۔

حاصل کلام یہ کہ صرف تعلیم کتاب وحکمت کافی نہیں تزکیہ اور تربیت بھی کمال ایمان واسلام کا جزءِ لاینفک ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں اپنی تعلیم اور تزکیہ اپنے اسوۂ حسنہ اور تربیت سے ایک جماعت فراہم کرلی تھی جو امت کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ وتصفیہ کے کفیل ہو۔ اس جماعت کے وصف میں قرآن کریم ناطق ہے: والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا ذالک الفوز العظیم (التوبہ) اور مہاجرین اور انصار میں جو لوگ سبقت کرنے والے سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے راست بازی کے ساتھ ان کی پیروی کی تو اللہ ان سے خوشنود ہوا اور وہ اللہ سے خوشنود ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے (نعیم ابدی کے) باغ تیار کردئے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اور اس لئے کبھی خشک ہونے والے نہیں وہ ہمیشہ اس (نعمت وسرور کی زندگی) میں رہیں گے اور یہ ہے بہت بڑی فیروزمندی۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میری تربیت اور تزکیہ سے تربیت یافتہ اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جو رستوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کروگے،

ھدایت پاؤ گے۔ اس جماعت کی تشکیل اور تکوین اس لئے ضروری تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین تھے اور آپ تمام انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

زمانۂ سابق کے نبیوں اور رسولوں نے اپنی اپنی امتوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دی، لیکن ایک نبی کے گذر جانے کے بعد دوسرے نبی کی حاجت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ بنی اسرائیل میں یکے بعد دیگرے انبیاء آتے رہے اور کوئی زمانہ نبیوں سے خالی نہ رہا۔ بنی اسرائیل کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کے بعد بنی اسرائیل میں نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ انہوں نے البتہ ایک جماعت اپنی حواریوں کی تیار کی۔ عیسائی روایتوں کے مطابق وہ گنتی میں بارہ ۱۲ تھے۔ ان کے ذمہ بنی اسرائیل کی ہدایت اور تزکیہ تھا۔ جیسا کہ عہد جدید کی کتابوں میں مذکور ہے۔ لیکن پیغمبرانہ تربیت کا زمانہ بہت قلیل تھا اور عیسائی روایتوں کے مطابق زیادہ سے زیادہ تین برس تھا۔ اور اس تین برس کی مدت میں بھی حضرت عیسیٰ کا اکثر وقت سیاحت میں گذرا۔ اگرچہ عیسائی اصطلاح میں ان کے حواریوں کو رسول (Apostle) کہا جاتا ہے۔ خود عیسیٰ کو ان حواریوں پر اعتماد نہ تھا۔ انجیل متی کے باب ۲۶ میں ہے :-

" جب شام ہوئی تو وہ بارہ شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تھا اور جب وہ کھا رہے تھے تو اس نے کہا، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک شخص مجھے پکڑوائے گا (۲۰ — ۲۱)"

" اسوقت یسوع نے کہا تم سب اسی رات میری بابت ٹھوکر کھاؤ گے کیونکہ لکھا ہے کہ میں چرواہے کو ماروں گا اور گلہ کی بھیڑیں پراگندہ ہو جائیں گی • لیکن میں اپنے جی اٹھنے کے بعد تم سے پہلے گلیل کو جاؤں گا • پطرس نے جواب میں اس سے کہا گو سب تیری بابت ٹھوکر کھائیں، لیکن میں کبھی ٹھوکر نہ کھاؤں گا • یسوع نے اس سے کہا میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ اسی رات مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کریگا • (۳۱-۳۴)

" اور پطرس باہر صحن میں بیٹھا تھا تو ایک لونڈی نے اس کے پاس آکر کہا تو بھی یسوع گلیلی کے ساتھ تھا • اس نے سب کے سامنے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے • اور جب وہ ڈیوڑھی میں چلا گیا تو دوسری نے اسے دیکھا اور جو وہاں تھے ان سے کہا یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا • اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا • تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے انہوں نے پطرس کے پاس آکر کہا بے شک تو بھی ان میں سے ہے، کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے • اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا اور فی الفور مرغ نے بانگ دی • پطرس کو یسوع کی وہ بات یاد آئی جو اس نے کہی تھی کہ مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا اور وہ باہر جا کر زار زار رویا • (۶۹ - ۷۵)۔

یہ جاننا چاہیئے کہ عیسائی روایتوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسولوں میں پطرس وہ رسول ہے جس کو جنت کی کنجیاں سونپی گئی تھیں اس کے ایمان و ایقان کا یہ حال تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فترۂ رسل کے بعد تمام اقوام عالم کیطرف خاتم النبیین بناکر بھیجے گئے تھے تو ضروری تھا کہ وہ ایک ایسا نظام قائم کرتے جس میں آنے والے تمام زمانوں کے لئے تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ امت اور تربیت نبوی کی سنت کے وجود اور تحقیق کی ضمانت ہوتی۔

تعلیم کتاب وحکمت کے دوام وبقا کے لئے قرآن کریم نے فرمایا وما کان المؤمنون لینفروا کافة فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون (التوبہ) اور دیکھو یہ ممکن نہ تھا کہ سب کے سب مسلمان اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں پس کیوں نہ ایسا کیا گیا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آئی ہوتی کہ دین میں تفقہ اور فہم پیدا کرے اور جب تعلیم دین کے بعد اپنے گروہ میں واپس جاتی اور لوگوں کو جہل وغفلت کے نتائج سے ہشیار کرتی تاکہ برائیوں سے بچیں۔ برائیوں سے بچنے تقوی کو اپنا شعار بنانے، غرض تربیت اور تزکیہ کے لئے قرآن نے ارشاد فرمایا: یاایها الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (التوبہ) مسلمانو! تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ، حدود اللہ کی حفاظت کرو اور صادقین کی معیت اور صحبت اختیار کرو اور پھر یہ بھی بیان کر دیا کہ صادقین کون ہیں۔

انما المومنون الذین اٰمنوا باللہ ورسوله ثم لم یرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم فی سبیل اللہ اولئك هم الصادقون (الحجرات) مومنین صرف وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر شک وشبہ میں نہ پڑے اور اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سچے اور صادقین ہیں۔ سورۂ حشر میں فرمایا: للفقراء الذین اخرجوا من دیارهم واموالهم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسوله اولئك هم الصادقون۔

صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانۂ خیر القرون میں تعلیم کتاب وحکمت اور تصفیۂ قلوب اور تزکیۂ نفوس کی ذمہ داریاں منقسم نہیں ہوئی تھیں۔ صحابۂ کرام خود مرکز تعلیم وتربیت نبوی ؐ سے براہِ راست برکت اندوز ہوئے تھے۔ بعض صحابہ کتاب وسنت کی تفسیر اور تبین اور استنباط احکام کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس دور کے احوال وظروف کا تقاضا ہی یہی تھا۔ اسلامی حکم کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا۔ روم ومصر، شام وعراق وفارس کے علاقے فتح ہو رہے تھے۔ عجمی بڑی تعداد میں حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ نئے نئے مسایل پیدا ہو رہے تھے۔ ہر

نئی صورتِ حال کے لئے کتاب وسنت کی تطبیق یا ان سے استنباط احکام کی فوری ضرورت تھی۔ جن صحابہؓ نے یہ کام خاص طور پر اپنے ذمہ لیا وہ تزکیہ اور تربیت کی اہمیت اور اقدمیت سے غافل نہیں تھے بعض دیگر صحابہ کی توجہ کا رجحان دارالاسلام کی توسیع اور استحکام کی طرف تھا اور بعض تو وہ تھے جو زہد و عبادت کی راہ پر گامزن تھے ان ربك یعلم انك تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معك (المزمل)

ان کے اوصاف کی تفصیل سورۂ فرقان کے آخری رکوع میں مذکور ہے :

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما ہ والذین یبیتون لربھم سجدًا وقیاما ہ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما ہ انھا ساءت مستقرًا ومقامًا ہ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالك قواما ہ والذین لا یدعون مع الله الٰھًا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالك یلق اثاما ہ یضٰعف له العذاب یوم القیامة ویخلد فیه مھانا ہ الا من تاب واٰمن وعمل عملاً صالحًا فاولئك یبدل الله سیئاتھم حسنٰت وکان الله غفورا رحیما ہ ومن تاب وعمل صالحا فانهٗ یتوب الی الله متابا ہ والذین لا یشھدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما ہ والذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا ہ والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما ہ اولئك یجزون الغرفة بما صبروا ویلقون فیھا تحیة وسلٰما ہ خالدین فیھا حسنت مستقرا ومقاما ہ (الفرقان)

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب ان سے بے سمجھ لوگ بات کرتے ہیں تو صاحب سلامت (یا عفو و درگزر کی بات) کہتے ہیں اور وہ لوگ رات کو خدا کے آگے کھڑے اور سجدہ میں پڑے ہوئے گزارتے ہیں۔ (جب غافل بندے نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں) اور وہ لوگ جو کہتے ہیں، اے پروردگار ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا دے، بیشک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے۔ بلاشبہ وہ بری جگہ ہے ٹھہرنے کے لئے رہنے کے لئے اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں تو نہ بیجا اڑائیں اور نہ تنگی کریں اور (موقع دیکھ بھال کر) میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، وہ کسی جان کا خون نہیں کرتے، جس کو اللہ نے حرام کیا۔ مگر حق کے ساتھ اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے، وہ سخت گناہ میں جا پڑا

اور قیامت کے دن اس کو دونا عذاب ہوگا اور اس میں خوار و ذلیل ہوکر ہمیشہ پڑا رہے گا مگر وہ جس نے توبہ کی ایمان لایا اور نیک کام کیا سو ان کو اللہ بدلہ دے گا۔ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے اور بہت مہربان۔ جو کوئی توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہوگا' اور وہ لوگ جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے اور جھوٹ نہیں بولتے اور جب بیہودہ کام کی جگہ سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ طور پر گزر جاتے ہیں' اور وہ لوگ جن کو پروردگار کی نشانیاں یاد دلائی جاتی ہیں تو ان پر بہرے اور اندھے ہوکر نہیں گر پڑتے اور وہ لوگ جو کہتے ہیں' اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنی بیویوں اور اولاد کیطرف سے آنکھ کی ٹھنڈک بخشش کر' اور ہم کو متقیوں اور پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ ان کو کوٹھوں کے جھروکے اپنے صبر کرنے کی جزا میں دئے جائیں گے' اور ان کو فرشتے دعا اور سلام کہتے ہوئے لینے کو آئیں گے' وہ ان میں (یعنی جنت کے اونچے درجوں میں) ہمیشہ رہیں گے۔ ٹھہرنے اور رہنے سہنے کی نہایت خوب جگہ ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ انهم كانوا يسارعون فی الخيرات ويدعوننا رغبا ورهبا وكانوا لنا خاشعين (الانبیا) یہ تمام لوگ نیکی کی راہوں میں سبقت کرنے والے تھے (ہمارے فضل سے) امید لگائے ہوئے اور (ہمارے جلال سے ڈرتے ہوئے دعائیں مانگتے تھے۔ اور ہمارے آگے عجز و نیاز سے جھکے ہوئے تھے) اس گروہ میں اصحاب صفہ ممتاز تھے۔ النہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں ابن اثیر نے لکھا ہے:

" اهل الصفة هم فقراء المهاجرين ومن لم يكن له منهم منزل يسكنه فكانوا يأوون الى موضع مظلل فی مسجد المدينه يسكنونه" اہل صفہ وہ فقراء مہاجرین ہیں اور وہ جن کی اپنی سکونت گاہیں نہیں تھیں اور مسجد مدینہ کے ایک سایہ دار گوشہ میں سکونت کرتے تھے۔" صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے تمام امت کا اتفاق اس امر پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا ایک گروہ تھا جو آپ کی مسجد میں رہتے تھے، اور شب و روز سوائے عبادت ان کو اور کوئی کام نہ تھا اور دنیا سے وہ لوگ دستبردار ہو گئے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان پر نفقہ کے کفیل تھے۔ چنانچہ قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ مال فئی میں سے یہ فقراء مہاجرین اپنے نفقہ کے مستحق ہیں۔ للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون (الحشر) ان محتاج مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ان کے مال سے وہ محروم کر دئے گئے' وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ صادقین اور راستباز ہیں۔ شب و روز عبادت

ہیں مشغولیت سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ فی سبیل اللہ جہاد میں ان سے کوئی کمی یا کوتاہی واقع ہوئی تھی۔ فقراء مہاجرین کے باب میں قرآن نے یہ تصریح کر دی ہے : ینصرون اللہ ورسولہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نصرت میں دریغ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سے فضل و رضوان کے طلبگار رہتے ہیں۔ رسول اکرم کے ان اصحاب کے متعلق سورۂ الفتح کی آخری آیت ناطق ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترٰھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل (الآیۃ) اور پھر سورۂ توبہ کی ان آیتوں میں اور تفصیل دی گئی ہے :

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویُقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقراٰن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم۝ التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والنّاھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المؤمنین (التوبۃ)

بلاشبہ اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں اور ان کا مال بھی (اب نہ جان ان کی ہے اور نہ مال ان کا) اور اس قیمت پر خرید لیں کہ ان کے لئے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو، وہ (کسی دنیوی مقصد کی راہ میں نہیں بلکہ) اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں، یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا ہے۔ توراۃ انجیل اور قرآن (تینوں کتابوں) میں اس کا اعلان ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون ہے جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو۔ پس (مسلمانو) اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے چکایا ہے، خوشیاں مناؤ اور یہی ہے جو بڑی سے بڑی فیروزمندی ہے (ان لوگوں کے اوصاف و اعمال کا یہ حال ہے کہ اپنی لغزشوں اور خطاؤں سے) توبہ کرنے والے۔ عبادت میں سرگرم رہنے والے اللہ کی حمد و ثنا کرنے والے، سیر و سیاحت کرنے والے، رکوع و سجود میں جھکنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (اے پیغمبر یہی سچے مومن ہیں) اور مومنوں کو (کامیابی و سعادت کی) خوش خبری دے دو۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے ان آیات کے تشریحی اشاروں میں لکھا ہے کہ "یہ کل سات وصف ہوئے اور جس ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں وہ قابل غور ہے۔ گویا نفس انسانی کے تزکیہ و ترقی کے سات درجے ہیں، یا سات طبقے جو یکے بعد دیگرے ٹھیک اسی ترتیب سے سلوک ایمانی میں پیش آتے ہیں۔

جب کوئی انسان راستی اور ہدایت کی راہ میں قدم اٹھائے گا تو قدرتی طور پر پہلا قدم توبہ و انابت ہی کا ہوگا۔ یعنی پچھلی غفلتوں اور گمراہیوں سے (خواہ وہ کفر کی ہوں، خواہ نفاق کی، خواہ معاصی و زلات کی) باز آئیگا اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا عہد کریگا اور اپنے سارے دل اور ساری روح سے اللہ کی طرف رجوع ہو جائے گا۔ اور یہی توبہ کی حقیقت ہے۔ پھر اگر توبہ سچی ہوگی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلیگا کہ اللہ کی بندگی اور نیازمندی کی سرگرمی پیدا ہو جائے۔ پس یہ دوسری منزل ہوئی یا سلوک ایمانی کا دوسرا طبقہ پھر چونکہ عبادت گذاری کی زندگی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ فکر اور ذکر کا مقام حاصل ہو جائے اور ملکوت السماوات والارض کے مشاہدہ و معرفت کا دروازہ کھل جائے اس لئے تیسری منزل تحمید و تسبیح کی منزل ہوئی یعنی اللہ کی حمد و ثنا کے جوش سے معمور ہو جانے کی منزل کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلا (آل عمران) پھر اگر توبہ و انابت کا نتیجہ عبادت کا ذوق اور تحمید و تسبیح کا عرفان کامل درجہ کا ہے، تو ممکن نہیں کہ وہ مؤمن صادق کو گھر میں چین سے بیٹھنے دے۔ ضروری ہے کہ وطن و مکان کی الفت کی زنجیریں ٹوٹیں اور سیر و سیاحت میں قدم سرگرم ہو جائیں۔ پس یہ چوتھی منزل ہوئی اور السائحون کا چوتھا طبقہ ہوا۔ ان چار منزلوں سے جو کاروان عمل گذر گیا اس نے اصلاح نفس کی مسافت طے کر لی۔ پس اب پانچویں منزل الراکعون الساجدون کی ہوئی یعنی بندگی اور نیازمندی میں پورے ہو گئے اور اللہ کے آگے سر نیاز ہمیشہ کے لئے جھک گیا۔ اب آمرون بالمعروف وناھون عن المنکر کا مقام انہیں حاصل ہو جائے گا، یعنی اپنی تعلیم و تربیت کا معاملہ پورا کر کے دوسروں کے لئے معلم و مربی ہو جائیں گے، چنانچہ چھٹی منزل یہی ہوئی اور اسی سے آخری منزل کے ڈانڈے مل گئے کہ الحافظون لحدود اللہ کا مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر ان کے تمام اعمال حدود الٰہی کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ وہ خود اپنے اعمال میں بھی حدود اللہ کی کامل نگہداشت رکھتے ہیں اور اپنے وجود سے باہر بھی ان کے نفاذ اور قیام کی نگہبانی کرتے ہیں۔ مولانا آزاد نے تزکیہ اور ترقی کے جو یہ سات درجے بیان کئے ہیں وہ انہیں درجات ثلثہ سے متفرع ہیں۔ جن کا ذکر صاحب جواہر السلوک نے فائدہ اول مراتب طبقات مردم علی اختلاف درجاتہم کے بیان میں کیا ہے مصنف نے انہیں طبقات سے متفرع ہونے والے سو مقامات کی طرف فائدہ یازدہم میں اشارہ کیا ہے اور پھر یہ تصریح کی کہ "قدوۃ الاولیا شیخ الاسلام عبداللہ انصاری ہرویؒ در کتاب منازل السائرین در بین سفر اول بین العبد والرب صد مقام تعلیم آوردہ است و ہر یکے ازیں صد مقام محتوی بر دہ مقام است، پس بین العبد والرب ہزار مقام می شوند کما اشار الیہ القیصری"۔ پھر سہولت فہم و افہام کی خاطر ان ہزار مقامات کو مختصر شرح کے ساتھ مصنف علام نے بصورت جدول کتاب کے آخر میں ملحق کیا ہے۔ یہ بھی بیان کیا ہے کہ شیخ اکبر ابن عربی نے

نے اپنی کتاب مناہج الارتقاء میں سفر اول بین العبد و الرب کے تین ہزار مقامات تحریر کئے ہیں۔
قرآن کریم کے کتاب الہی منزل من عند اللہ ہونے پر اجماع امت ہے۔ لیکن حکمت کے مفہوم میں متعدد اقوال ہیں۔ قول و عمل میں درستگی، وہ معارف و احکام جو تکمیل نفس کے لئے ضروری ہیں۔ تفقہ فی الدین، حسن قتادہ، مقاتل بن حیان اور ابو مالک نے بیان کیا کہ حکمت سے مراد سنت نبوی ہے اور جمہور کا بھی مذہب ہے۔ قرآن و سنت دونوں من عند اللہ ہیں۔ قرآن وحی متلو ہے تو سنت وحی غیر متلو۔ سنت قرآن کے اجمال کی تفسیر اور تبیین ہے۔ دونوں یکساں واجب العمل ہیں۔

کتاب و حکمت کی تعلیم کے ضمن میں کئی مستقل علوم مدون ہوئے۔ علم تفسیر و علوم القرآن، علم الحدیث و علم اصول الحدیث اور علم الفقہ و علم اصول الفقہ، مفسرین محدثین، اور فقہاء قرن اول ہی سے تعلیم کتاب و حکمت کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے لئے ابتداء میں کسی خاص جماعت کی ضرورت نہیں تھی۔ جب قرون اولی المشهود لها بالخيرية گزر گئے اور فساد و فتن ظاہر ہوئے تو اللہ تعالی نے ایسی جماعت کی تکوین اور تشکیل کے اسباب فراہم کر دیئے، التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحافظون لحدود الله کی جماعت نمودار ہوئی۔ ان میں مفسرین بھی تھے، اور محدثین بھی اور فقہاء بھی۔ لیکن ان کا مقصد تعلیم احکام کے علاوہ تزکیہ تھا اور وہ تزکیہ و تربیت کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر قبول حق کی راہ روکنے والے وساوس اور خطرات کے ازالے، اور امراض نفسانی کے معالجے، اور ایمان و یقین بالتوحید کے تمام موانع اور حجابات کو دور کرنے میں اپنی ہمتیں اور صلاحیتیں صرف کرتے تھے۔ وہ یقین کے اس مرتبہ کے طالب تھے جو لو كشف الغطاء ما ازددت يقينا کے مصداق ہو۔ ابتداء میں انہیں لوگ کبھی زاہد کبھی عابد کہتے تھے۔ لیکن پھر چونکہ بتقاضائے زہد وہ اونی لباس (صوف) پہنا کرتے تھے، یا اصحاب صفہ کے طور طریق پر تھے یا محض اس لئے کہ صفائے باطن میں کوشاں تھے وہ صوفی کے نام سے مشہور ہوئے۔ جب معاملہ اپنی حد تک محدود تھا تو اپنے معارف اور علوم کو ایک مستقل علم کی طرح تدوین کی حاجت نہ تھی۔ لیکن جب معاملہ دوسروں کی تربیت، دوسروں کے نفسانی امراض کا علاج اور سیر و سلوک روحانی میں دوسروں کی راہنمائی اور ارشاد کا لاحق ہوا تو باہمی مفاہمت کے لئے ایک مستقل علم کی ضرورت ہوئی۔

یہ مسلمات میں سے ہے کہ ہر علم اور ہر فن کے اپنے خاص محاورات و اصطلاحات و تعبیرات ہوتے

ہیں اور اس علم اور فن سے تعلق رکھنے والے تمام افراد ان محاورات کے اغراض و مفہوم پر متفق ہوتے ہیں۔ ان کے سوا دوسرے ان محاورات و تعبیرات کے معانی و مطالب سے ناواقف رہتے ہیں یا جیسا چاہیے واقف نہیں ہوتے ان محاورات کے مطابقی مدلولات اگرچہ معین و محدود ہوتے ہیں لیکن ان کے اشارات و مدلولات التزامیہ کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ ہر تعبیر کے ساتھ ایک عالم خیال اور ہر محاورے کے ساتھ ایک دنیائے معانی وابستہ ہے۔ سہولت مفاہمت کے علاوہ ان محاورات کے استعمال سے اطناب اور بیجا تطویل کلام سے بچاؤ ہوتا ہے۔ طائفہ صوفیا اور ارباب سلوک بھی ایسے اصطلاحات اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں۔ محدثین بھی تو اسناد احادیث کے جانچنے کے سلسلہ میں وضع اصطلاحات پر مجبور ہوئے۔ ان اصطلاحات سے جو ناواقف ہوتے ہیں ان کا اس علم کے معارف کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہونا ناگزیر ہے کسی علم کے معارف و حقائق کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے اور جانچنے کا ایک معیار بھی ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ کسی کی زندگی میں کیا تبدیلی ہوتی ہے، اگر نیکیوں میں اضافہ اور برائیوں میں کمی ہوتی ہے تو یقیناً وہ طریق خیر ہے۔ یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ راہ سلوک میں گامزن ہونے کے بعد انسان میں ایک والہانہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔ دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ کلام میں قوت تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ (صوفیانہ شاعری اور تغزل کی تاثیر کی یہی وجہ ہے) نفس میں ہیجانی کیفیت میں کمی ہونے لگتی ہے۔ سکون دل اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ دنیوی خوف و حزن سے دوری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جن سے خوشنود ہوتا ہے اور وہ اللہ سے خوشنود ہوتے ہیں، وہ اولیاء اللہ ہیں اور الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔

دیگر علوم کے طالبوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چاہیں تو اپنے علم کے مقتضیات پر عمل کریں یا نہ کریں مثلاً حدیث و فقہ کے طالبوں کے متعلق کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس حد تک اخلاص اور دیانت کے ساتھ عامل بالحدیث ہیں۔ یا فقیہہ احکام کے پابند ہیں۔ ان کی طلب کی غایت صرف علمی اور نظری ہے۔ دائرۂ علم اسکے ماوراء ہے۔ لیکن تصوف و سلوک کے طالبوں کو ایک طویل مدت تک اپنے شیوخ کی زیر تربیت رہ کر منازل سلوک طے کرنے پڑتے ہیں اور جب پہلی منزل کے آداب و معاملات کا ملکہ اور اس میں پختگی پیدا نہیں ہوا تو دوسری منزل میں قدم نہیں رکھ سکتا تا آنکہ آداب و معاملات اسکی طبیعت کا تانا بانا ہو جائیں۔ اسی لئے ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لیس التصوف رسوما ولا علوما ولکنہ اخلاق یعنی تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہے بلکہ نام ہے اخلاق کا اور اس کو متخلق باخلاق اللہ ہونا چاہئے۔ ان کے عملی نتائج مستحسن ہیں تو وہ معارف بھی مستحسن

ہیں، اگر عمل نتائج قبیح یا مضر ہیں تو وہ معارف بھی قبیح اور ضرر رساں ہیں۔ اب اس معیار پہ علم تصوف اور فن سلوک کو جانچا جائے تو یہ حقیقت روشن ہوگی کہ یہی علم و فن انسان کی انسانیت کے کمال کا ضامن ہے اور جو اس سے منحرف ہوگا وہ بمشکل رذائل نفسانی سے متخلی اور فضائل انسانی سے متحلی ہوگا۔

محدثین رحمہم اللہ نے جن زمانوں میں تدوین حدیث کی طرف توجہ کی تو اس کے منجملہ اور اسباب کے ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس سے کچھ پہلے سیاسی گروہ بندیوں نے وضع حدیث کا دروازہ کھول دیا۔ پھر زنادقہ اور ملحدین نے بھی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے نہایت چالاکی اور طباعی سے وضع حدیث کو اپنی فتنہ پردازیوں کا آلۂ کار بنایا۔ محدثین رحمہم اللہ نے اس کے سدِّباب کے لئے بڑی دیانت اور امانت کے ساتھ احادیث صحیحہ اور موضوعات میں امتیاز کے لئے بڑی جدوجہد کی صحت احادیث کے جانچنے کے اصول و قواعد اور شروط مقرر کئے۔ متن حدیث اور اسناد دونوں ان اصول و قواعد اور شروط کی کسوٹی پہ پرکھے گئے۔ متن حدیث کے جانچنے میں کوئی دشواری نہیں تھی۔ جو روایتیں قرآن کریم کی آیتوں کے خلاف تھیں اور اسلامی تعلیم کی روح سے یکسر مختلف تھیں ان کو مردود اور موضوع قرار دیا گیا۔ البتہ اسناد کا معاملہ اس قدر آسان نہ تھا۔ تدوین حدیث کے وقت لاکھوں روایتیں رائج ہوگئی تھیں۔ اس وقت چار پانچ راویوں کے واسطے سے حدیثیں روایت کی جاتی تھیں۔ کسی حدیث کی صحت کا اعتبار کرنے سے پہلے اس حدیث کے تمام راویوں کے احوال اور وقائع زندگی کا معلوم کرنا ضروری تھا۔ ان کی عقل ان کے اسلام، ان کے عدل (یعنی کبائر سے اجتناب اور صغائر پر عدم اصرار کی کیفیت) اور ان کے حفظ و ضبط کا جائزہ لینا تھا۔ محدثین کرام نے کسی حدیث کو صحیح قرار دینے کے پہلے اس کے تمام راویوں کا ایسا ہی تزکیہ کیا، جیسا کسی مقدمے کے شاہد کی شہادت قبول کرنے سے پہلے کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی راوی کا اس شخص سے سماع ثابت نہ ہو، یا خود راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو تو ایسا اسناد ضعیف اور اگر وہی روایت دوسرے متعدد طریقوں سے ثابت ہو تو اس کو حسن کہتے ہیں لیکن صحت کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا۔ اگر دوسرے طریقوں سے باسناد جید ثابت نہ ہو تو اس کو متروک قرار دیتے تھے۔ قبول حدیث کی ان شرطوں میں خود محدثین کے درمیان اختلاف بھی تھا۔ بعض کے نزدیک ہر راوی کا حامل حدیث سے جس سے وہ روایت کرتا ہے سماع کا ثابت ہونا ضروری تھا اور بعض کے نزدیک اگر سماع ثابت نہ ہو تو کم از کم دونوں میں ملاقات کا ثابت ہونا ضروری تھا اور بعض دیگر محدثین دونوں کا ایک زمانے میں ہونا قبول حدیث کے لئے کافی سمجھتے تھے۔

محدثین کے اسناد رواۃ کے مماثل صوفیاء میں سلسلۃ الشیوخ ہے، تصوف و سلوک کے معارف اور

طور و طریق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ تربیت و تزکیہ کی کامل متابعت ہے۔ یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر کی روایت نہیں جس میں ثبوت سماع کافی ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ ہر شیخ اپنے شیخ کی صحبت کا تربیت یافتہ اور معیت سے برکت اندوز ہو۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ بواسطۂ صحابہ کرام جو براہ راست مرکزِ تعلیم و تزکیہ کی پیغمبرانہ تربیت کے حامل تھے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور یہ معلوم ہے کہ کوئی شیخ اپنے کسی مرید یا طالب کو منصب تعلیم و تربیت ارشاد و ہدایت کی اجازت نہیں دیتا۔ جب تک اس کو اس مرید کی اہلیت تربیت و تزکیہ کا وثوق نہ ہو، اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اسناد و روایت کے معیاروں کے مقابلہ میں سلسلۂ مشوخ کا معیار زیادہ احتیاط کا حامل ہے۔ ایسا ہونا ضروری بھی تھا۔ اس وجہ سے کہ شیخ مرید کے صرف ظاہری اعمال کا نگران اور محتسب نہیں، مرید کے دل اور نفس، قلب اور فؤاد اور نیت کی تصحیح اس کا دائرۂ عمل ہے، اور یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ مرید کے تزکیہ اور تربیت میں شیخ طریقت پر گوناگوں ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ صاحب جواہر السلوک نے فائدہ بیعت و بہم در امور ضروریٔ سلوک میں تحریر فرمایا :

" بالجملہ تزکیۂ نفس موقوف بر اکتساب عقائد صحیحہ و اعمال فقہیۂ اہل سنت و جماعت و اجتناب از عقائد باطلۂ فلسفیہ و فرق مبتدعہ و ملاحدۂ وجودیہ و بدعات منتسبان صوفیہ و رسوم و عادات فاسدۂ رواجیہ و احتراز از محلات عبادات و اتصاف بطرق ادا، طاعات و تخلی از رذایل و تحلی بفضائل است و اخبث رذائل ده اند : ؎

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ۔۔۔ دہ چیز بروں کن از درون سینہ
حرص و طمع و بخل و حرام و غیبت ۔۔۔ کذب و حسد و کبر و ریا و کینہ

تزکیہ از رذائل نزد سلف صالح اقدام و اہم بود ص ۱۴۲

سلوک توجہ القلب الی الحق کو کہتے ہیں۔ اس کی غایت معرفت باری تعالیٰ تک پہونچنا ہے، اور اپنے بالقوہ کمال وجود کو بالفعل موجود کرتا ہے۔ اس سفر کی چار قسمیں ہیں۔ سفر اللہ۔ سفر الی اللہ۔ سفر فی اللہ و سفر باللہ۔ پہلا سفر جہل سے علم کی طرف، اس میں بندۂ مؤمن اپنے دین کی استقامت کے لئے علوم نقلیہ عقلیہ کا اکتساب کرتا ہے۔ دوسرا سفر الی اللہ ہے جس میں بندہ علوم سے مزین ہونے کے بعد محبت و جذبات اور ذکر و اوراد کے ذریعہ طریقت کے واضح راستے پر اللہ کی طرف چلتا ہے۔ تیسرا سفر سفر فی اللہ ہے جس میں سالک طریقت باری تعالیٰ لانہایت مظاہر جلال و جمال و کمال کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ افعال اسماء و صفات کی تجلیات میں اس طرح کھو یا جاتا ہے کہ افعال و اسماء و صفات کے پرتو کے سوا کچھ نہیں۔ اسی کیفیت کو اتصاف بصفات باری تعالیٰ یا تخلق با خلاق اللہ سے تعبیر کرتے

ہیں۔ چوتھا سفر سفر باللہ ہے جس میں صفاتِ باری تعالیٰ سے متصف ہونے کے بعد خلق کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

سالک یا مسافر کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ بعض مقام معصیت سے سفر کر کے مقام طاعت تک پہنچتے ہیں، اور یہ عوام مسلمین کا سفر ہے۔ بعض غفلت سے ہوشیاری، تنبہ اور آگاہی کی طرف سفر کرتے ہیں۔ یہ سالک کا پہلا سفر ہے۔ بعض مذموم اخلاق کو چھوڑ کر محمود اخلاق تک پہونچتے ہیں۔ یہ سالک سفر کی آخری منزل ہے۔ بعض خلق کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کی نظر میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ یہ سفر الی اللہ کی انتہا اور سفر فی اللہ کی ابتداء ہے۔ ان میں سے بعض اپنی صفات سے بری ہو کر صفاتِ حق کی طرف سفر کرتے ہیں۔ بعض اپنے نفس کی ہستی کو چھوڑ کر اللہ کی طرف سفر کرتے ہیں۔ اس سفر میں ان کی ہستی بالکلیہ فنا ہو جاتی ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو اپنی فنا سے بقا باللہ کی طرف سفر کرتے ہیں۔ وہ مسافر بھی ہیں جو فعل الٰہی کی صفت سے گذر کر جمال الٰہی کی طرف جاتے ہیں۔ بعض صفات فعلیہ کی جلوہ گاہ سے صفاتِ نفسیہ یا ذاتیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان میں بعض صفاتِ جمال سے صفاتِ جلال کی طرف اور بعض صفاتِ جلال سے صفاتِ کمال کی طرف۔ ان میں سے بعض وہ مسافر بھی ہیں جو صفات کی جلوہ گاہ سے ذات کی جلوہ گاہ کا عزم کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض جو جلوہ گاہِ ذات میں پہنچے بقول شاعر ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی　　کچھ ہماری خبر نہیں آتی

اور بعض دیگر خلق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

مثنوی مولوی معنوی ؎ ہست قرآں در زبانِ پہلوی، زباں زدِ عوام و خواص ہے۔ کتاب جواہر السلوک کے متعلق ایسا کچھ کہنے کی میں جرأت نہیں کر سکتا۔ اگرچہ یہ کتاب بھی بزبانِ پہلوی ہے لیکن اسقدر ضرور عرض کروں گا کہ وہ سرتا سر قرآن و سنّت سے ماخوذ ہے۔ فائدہ یکم در مراتب طبقات مردم علیٰ اختلاف درجاتہم کے ابتدائی بارہ سطروں کے مضمون کی قرآنی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں تا اس سے اندازہ ہو سکے کہ یہ کتاب اور اس کتاب کے مضامین کس حد تک قرآن مجید کی شہادتوں سے مستند اور محقق اور ثابت ہیں۔

طبقاتِ انسانی کے مراتب تین ہیں۔ پہلا واصلین اور کاملین کا مرتبہ ہے۔ دوسرا طریقۂ کمال کے سالکین کا مرتبہ ہے۔ تیسرا ان لوگوں کا مرتبہ ہے جو نقصان کی پستی میں پڑے ہیں۔

واصلین کو بلحاظ تقرب اولیت ہے۔ سالکین کا شمار ابرار و اصحاب یمین میں ہے اور نقصان کی پستی میں پڑے ہوئے لوگ اشرار ہیں، جو اصحاب شمال میں آتے ہیں۔

قرآن کریم نے بھی تمام انسانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے :-

۱) السابقون السابقون اولٰئك المقربون ۲) اصحاب الیمین

۳) اصحاب الشمال والمکذبین الضالین -

قرآن کریم اس تقسیم کے ہر گروہ کے احوال اور مآل کا رواضح اور مفصل طور پر بیان کئے ہیں - سورۃ الواقعہ کے ابتدائی چھ آیتوں میں واقعۂ قیامت کی بعض کیفیتوں کا بیان ہے - پھر ساتویں آیۃ میں ذکر کیا وکنتم ازواجا ثلثہ اور تم تین جوڑ یا گروہ ہو جاؤ گے - آٹھویں آیت میں اصحاب المیمنہ - نویں آیت میں اصحاب المشئمہ اور دسویں اور گیارھویں آیت میں السابقون السابقون اولٰئك المقربون ذکر کئے گئے - آیت نمبر بارہ ۱۲ سے آیت نمبر ۲۶ تک ان سابقین مقربین کی آخرت میں نعمتوں اور بخشائشوں کا ذکر ہے - آیت نمبر ۲۷ میں فرمایا کہ واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین پھر آیت نمبر ۲۸ سے نمبر ۴۰ تک ان کی جنت میں زندگی کی تفصیل بیان کی گئی ہے - آیت نمبر ۴۱ میں فرمایا واصحاب الشمال ما اصحاب الشمال آیت نمبر ۴۲ سے آیت نمبر ۵۶ تک اصحاب شمال کے عذاب آخری کا حال مذکور ہے - آیت نمبر ۵۸ سے آیت نمبر ۸۷ تک ان کے کفر و انکار قیامت و تکذیب قرآن کی تردید تہدید اور سرزنش ہے - آیت ۸۸ سے آخر تک پھر ان تینوں گروہوں کا ذکر ہے - پہلے مقربین پھر اصحاب یمین اور پھر المکذبین الضالین کا فاما ان کان من المقربین ○ فروح وریحان وجنۃ نعیم ○ واما ان کان من اصحاب الیمین ○ فسلام لك من اصحاب الیمین - واما ان کان من المکذبین الضالین ○ فنزل من حمیم ○ وتصلیۃ جحیم ○ ان ھذا لھو حق الیقین ○ فسبح باسم ربك العظیم ○ کیا یہ واقعہ نہیں کہ سورۃ الواقعہ کا موضوع سخن ہی انسانوں کی ان تین گروہوں میں تقسیم ہے - طبقات انسانی کے مراتب سہ گانہ کے اس اجمالی ذکر کے بعد جواہر السلوک میں واصلین کاملین کی بھی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں - اول انبیاء جو وصول و کمال کے بعد تکمیل نا قصان خلق کے کام پر مامور ہوتے ہیں اور عالم غیب اور عالم شہادت کے درمیان واسطہ ہیں - دوم مشائخ صوفیہ جو کمال متابعت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے مرتبۂ وصول پر فائز ہونے کے بعد متابعت رسول کے طریقے سے دعوت خلق کے فرائض سونپے گئے - قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی (یوسف) سوم درجۂ کمال پر پہونچنے کے بعد اسی طرح غرق بحر فنا ہوئے کہ پھر ان کی کچھ خبر نہیں - اس لئے تکمیل و دعوت خلق ان کے سپرد نہیں کی گئی - پھر اہل سلوک یا ابرار و اصحاب الیمین کی دو قسمیں بیان کی ہیں - ایک وہ سالکین جو اللہ کی ذات کو چاہتے ہیں -

ومنکم من یرید الآخرۃ سورۂ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے علاوہ اپنے برگزیدہ بندوں کی بھی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ والذی اوحینا الیک من الکتاب ھو الحق مصدقا لما بین یدیہ ان اللہ بعبادہ لخبیر بصیر۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذالک ھو الفضل الکبیر۔ (الفاطر) اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے، وہ حق ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا۔ پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور بعضے ان میں سے میانہ رو ہیں اور بعضے ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے جا رہے ہیں۔ یہ بڑا افضل ہے۔ فمنھم ظالم لنفسہ کی دوسری جگہ یہ تفصیل دی گئی ہے واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واٰخر سیئا عسی اللہ ان یتوب علیھم ان اللہ غفور رحیم (التوبہ) دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا انہوں نے ملے جلے کام کئے۔ کچھ اچھے کچھ برے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ ان پر اپنی رحمت سے لوٹ آئے، اللہ بڑا ہی بخشنے والا بڑا ہی رحمت والا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مال سے صدقات قبول کرنے اور ان صدقات کو قبول کرکے انہیں بخل و طمع برائیوں سے پاک کرنے کیونکہ بخل و طمع جو حبِّ دنیا کا نتیجہ ہیں اکثر برائیوں کا باعث ہیں۔ اور انہیں تربیت یافتہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا اور فرمایا وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم واللہ سمیع علیم (التوبہ) ان کے لئے دعائے خیر کیجئے کیونکہ آپ کی دعاؤں کے لئے راحت و سکون ہے اور اللہ دعائیں سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ تصوف و سلوک کا ماخذ غیر اسلامی ہے یا بدعت و ضلالت ہے۔
اگر یہ ضلالت ہے تو نہیں معلوم ان مدعیوں کے پاس ھدایت کا کیا مفہوم ہے ؟

کتاب جواہر السلوک، سلوک معنوی کے چالیس[۴] جواہر پاروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ہر جوہر جس کی لفظ فائدے سے تعبیر کی ہے ایک باب کا موضوع سخن ہے۔ یہ موضوعات علم تصوف و فن سلوک کے مہمات میں سے ہیں، سلوک کے اصول و مقاصد" نظریات اور توجیہات تصوف کا موضوع ہیں اور خود سلوک علم تصوّف کا عملی پہلو ہے، جو نسبت فقہ کو اصول فقہ سے ہے، وہی نسبت سلوک کو تصوف سے ہے۔ علم تصوف کے معارف و حقائق سالک

طریقت کی راہ کو روشن اور واضح کرتے ہیں۔ کتاب **جواہر السلوک** نظری اور عملی دونوں قسم کے موضوعات پر مشتمل ہے۔
ابتدائی فوائد علمی و نظری ہیں اور اس کے بعد عملی فوائد ہیں۔ جیسا فہرستِ ذیل سے واضح ہے :-

دائرۃ الوجود متعلقۂ رسالہ :-

فائدہ یکم — در مراتب طبقات مردم علی اختلاف درجاتہم
فائدہ دوم — معرفت نفس کلید معرفت حق است
فائدہ سیوم — در انواع سفر
فائدہ چہارم — مسافران راہ حق بر دو قسم اند یکے حکماء و علماء، دویم عرفاء و اولیاء
فائدہ پنجم در سفر حق و سفر العبد
فائدہ ششم در قوس نزولی و قوس عروجی وجود
فائدہ ہفتم در قوس عروجی و قوس نزولی سفر العبد
فائدہ ہشتم در احکام و خواص طور ولایت و طور نبوت
فائدہ نہم در حب عشقی ای راہ ولایت و در حب ایمانی ای راہ نبوت۔
فائدہ دہم در اسفار اربعۂ دائرۃ الوجود و فیما یتعلق بہا
فائدہ یازدہم در سلوک سفر اول و طریق اکتساب ولایت
فائدہ دوازدہم در مرتبۂ نفس و مرتبۂ قلب و مرتبۂ روح
فائدہ سیزدہم در ترقیاتِ سالک
فائدہ چہاردہم در بیان انسان و قرب نوافل و قرب فرائض
فائدہ پانزدہم در تصویر توحید وجودی و دفع شبہات سالکان
فائدہ شانزدہم تجلیات حق بر چہار گونہ است
فائدہ ہفدہم در اقسام توحید متضمن فوائد عجیبہ
فائدہ ہجدہم در انواع تجلی افعال
فائدہ نوزدہم در انواع تجلی اسماء
فائدہ بیستم در انواع تجلیاتِ صفات

فائدہ بست ویکم	در تجلی ذات
فائدہ بست ودوم	در بیان جہت معیت و جہت سلسلۂ تربیت
فائدہ بست وسیوم	ارباب صلاح وسلوک چہار اند
فائدہ بست وچہارم	در بیان راہ جذب وراہ سلوک وغیرہما
فائدہ بست وپنجم	در بیان جذبہ وسلوک وغیرہما
فائدہ بست وششم	در بیان ولایت واولیاء
فائدہ بست وہفتم	در اقسام ولایت ودیگر فوائد معیت وتجدد (الامثال ووحدۃ وجود واندراج الکل فی الکل)
فائدہ بست وہشتم	در عقائد
فائدہ بست ونہم	در امور ضروری سلوک مع فوائد متعلقہ
فائدہ سی ام	در آداب ذکر ہنگام مشغولی وقبل آن وبعد آن
فائدہ سی ویکم	در بیان تبتل
فائدہ سی ودویم	در طریق سلوک مع فوائد متعلقہ تفصیلاً
فائدہ سی وسیوم	در سلوک مقام عشرہ
فائدہ سی وچہارم	در سلوک دائرۂ وجود
فائدہ سی وپنجم	در نصیحت سالک
فائدہ سی وششم	در معمور داشتن اوقات باذکار وتلاوت وصلوٰۃ وغیرہا۔
فائدہ سی وہفتم	در صلوٰۃ وصوم وصدقہ وتلاوت وغیرہا
فائدہ سی وہشتم	در کیفیت ذکر وغیرہا
فائدہ سی ونہم	در مراقبہ
فائدہ چہلم	در معارضات راہ ومعالجات آں

الف۔ مقام ملحقۂ رسالہ (بصورت جداول)

کتاب جواہر السلوک ایک اعتبار سے امہاتِ کتبِ صوفیہ کے معارف کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، ملا جلال دوانی کی "لوامع الاشراق" سلطان العلماء عزالدین عبدالسلام کی "حل الرموز" شیخ اکبر ابن عربی کی "فتوحاتِ مکیہ"

اور فصوص الحکم" شیخ اکبر ثانی عبدالکریم الجیلی کی " الانسان الکامل" ۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کی " عوارف المعارف" ۔ قیصری کی شرح فصوص" اور شرح قصیدہ فارضیہ" ۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے مکاتیب ۔ الشیخ الکبیر صدر الدین القونوی کی " تبصرۃ المبتدی" ۔ جامی کی " اشعۃ اللمعات" اور شرح فصوص ۔ شبستری کی " گلشن راز" اور اس کی شرح " مفاتیح الاعجاز ۔ مولانا روم کی مثنوی ۔ قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر الجیلانی کی " فتوح الغیب" ۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کا رسالہ " عشرۃ الوصول" ۔ شیخ محب اللہ الٰہ آبادی کی " شرح فصوص" ، شاہ ولی اللہ دہلوی کی " الطاف قدس" مکتوب قدس ، " ہمعات" ورسالہ حسن عقیدہ" و قول الجمیل" ۔ شیخ فتح محمد محدث برہان پوری کا رسالہ درعقائد صوفیہ اور فتح الطرق ۔ شاہ عبدالعزیز کی " تفسیر عزیزی" ۔ تحفۂ اثنا عشریہ" اور فتاوی اور دیگر مصنفین صوفیاء کے معارف کا خلاصہ اور وضاحت ہے ۔ اور بہت سی ایسی کتابیں ہیں جن کا کتاب جواہر السلوک میں حوالہ دیا گیا ہے ۔ اگر کوئی مزید تفصیلات چاہے تو خود ان کتابوں کا مطالعہ کرے ۔

کتاب جواہر السلوک مصنف کے تبحر علمی ، وسعت مطالعہ ، تحقیق و تدقیق پر بین دلالت کرتی ہے ، جو اختصار پسند ہیں ان کے حق میں جواہر السلوک مذکورہ بالا کتب اور رسائل کے قائم مقام ہے ۔

واصلین کاملین کے مراتب سہ گانہ میں مرتبہ اولیٰ انبیاء کرام کا ہے تو مرتبۂ ثانیہ پیر مشائخ صوفیاء ہیں ، جو بکمال متابعت نبی کریم علیہ الصلوات والتحیات مرتبۂ وصول پر فائز ہونے کے بعد متابعت رسول کے طریقے سے دعوۃ الخلق الی الحق کے فرائض ادا کرتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت قطب ویلور علیہ الرحمہ بھی منازل سلوک اور مراحل علوم و معارف و حقائق کے اتمام پر ہدایت خلق ، دعوت الی الحق ، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور حفظ حدود اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے ۔ ان فرائض کی ادائیگی کے لئے آپ نے درس و تدریس ، افتاء ، وعظ و تذکیر اور تصنیف و تالیف اور اپنی فیض صحبت کی تربیت سے طالبان حق کے تزکیہ اور تصفیہ کے وسائل اختیار کئے ۔ آپ کے حلقۂ درس و تدریس اور فیض صحبت سے مستفید ہونے والوں کی تعداد حد شمار سے زیادہ ہے ۔ ان میں سے بعض کا ذکر ، مولوی عبدالحی صاحب مطلع النور ، اور مولانا عبدالرحیم ضیا حیدر آبادی کی مقالات طریقت اور کتاب " انوار اقطاب ویلور" میں پایا جاتا ہے ۔ صاحب مقالات طریقت فرماتے ہیں :۔ " بعد خواندگی اوراد و ادعیۂ ماثورہ وادائے صلوٰۃ اشراق مسجد کے باہر درس علوم دینی میں خصوصاً حقائق و سلوک میں متوجہ رہتے اور بعد تدریس جوابات خطوط و استفتاء دست خاص سے تحریر فرماتے" ۔

انوارِ اقطاب ویلور میں مذکور ہے کہ آپ کے فتاوی کا ضخیم دفتر موجود ہے اور ایک مکتوبات کی ضخیم جلد بھی موجود ہے۔ صاحبِ مطلع النور فرماتے ہیں "افتاء کے اندر آپ کا اتنا بلند مقام تھا کہ عوام کے علاوہ استفادہ کی غرض سے ان حضرات کا بھی ہجوم رہتا جو اس وقت منصبِ افتاء پر فائز تھے۔ اصلاح و ہدایت خلق دعوت الی الحق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی غرض سے ہفتہ میں دو روز آپ نے وعظ و تقریر کا سلسلہ جاری فرمایا ضمیمۂ جواہر السلوک میں بھی آپ کے معمولات کے تحت ذکر کیا گیا ہے کہ "بہر جمعہ در مرداں و بہر سہ شنبہ در زناں وعظ نمودند" آپ نے تقریر کے علاوہ تحریر سے بھی بہت زیادہ کام لیا" انوار اقطاب ویلور کے صفحہ ۸۰ میں مذکور ہے: "آپ نے بیعت و خلافت کے ذریعہ بھی سینکڑوں انسانوں کو راہِ حق پر گامزن کر دیا۔ چنانچہ عرب و عجم میں آپ کے مریدین کا کوئی شمار نہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کے سات لاکھ مرید ہیں۔

پروفیسر کوکن (رسالۂ اللطیف میں بابت ۱۳۸۹ ہجری کے ص۱۳۶ پر) تحریر فرماتے ہیں: کہ جب احیاء توحید و سنت پر آپ کی زوردار تقریریں ہونے لگیں، تو بعض شریر النفس لوگوں نے ۱۲۵۵ھ ہجری میں برطانوی حکام کے سامنے یہ رپورٹ پیش کی کہ حضرت قطب ویلور عام لوگوں کو حکومت کے خلاف جہاد پر برانگیختہ کر رہے ہیں۔ حکامِ وقت نے ان پر مقدمہ چلایا اور کچھ دن حوالات میں رکھا۔ ایک سال یہ ہنگامہ جاری رہا۔" لیکن ع دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست
حضرت قطب ویلور کو راہِ حق میں قید و بند کی سختیاں جھیلنی پڑیں تو کیا تعجب۔ آپ کے جدامجد حضرت سید شاہ ابو الحسن قربی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعوت الی الحق کی پاداش میں قتل کی سازشوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ (انوار اقطاب ویلور ص۳۳)

ہمیشہ داعیانِ حق کے ساتھ منکرینِ حق اور معاندین اور حاسدین کا یہی طریق کار رہا۔ ان معاندین اور حاسدین کی نظر میں داعیانِ حق کا یہی جرم کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے کہ دنیا ان کی طرف کیوں کھنچتی ہے۔ علماءِ حق اعلان و تذکیر میں اسی طرح ناچار ہیں جس طرح بینائی رکھنے والا دیکھنے پر مجبور رہے۔ یہاں حق کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دلوں میں گھر کرے اور ہر طرح سے انسانوں کو اپنی طرف کھینچ لے۔

یہ واقعہ ہے کہ ہر دور میں خدا کے چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسانوں کے مرکزِ محبت ہوتے ہیں۔ زمین والوں ہی پر موقوف نہیں، آسمانوں میں بھی ان کی مقبولیت و محبوبیت کے چرچے رہتے ہیں۔ صحیح بخاری میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: "اذا احب اللہ العبد فقال لجبریل انی احب فلانا فاحبہ فیحبہ جبرئیل ثم ینادی جبرئیل فی اھل السماء ان اللہ قد احب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یضع لہ

القبول فی الارض یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں، تم بھی اس کو دوست رکھو۔ پس جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر آسمان والوں میں اس کی منادی کر دیتے ہیں، پس تمام آسمان والے بھی اس کو چاہنے لگتے ہیں اور اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔ پھر جب آسمانوں پر اس کی محبوبیت کا اعلان ہو جاتا ہے تو زمین والوں کے دل میں بھی اس کی محبت کے در کھل جاتے ہیں۔

حضرت قطب ویلور میں خاصان حق کے وہ تمام صفات پائے جاتے تھے جن کا ذکر سورۂ الفتح کے آخری رکوع محمد الرسول اللہ والذین معہ (الآیہ) سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۱ اور آیت نمبر ۱۱۲ ' ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم الیٰ قولہ تعالیٰ وبشر المؤمنین اور سورۂ الفرقان کے آخری رکوع : وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا .... الیٰ آخر السورۃ میں کیا گیا ہے :

آپ کی سیرت کے تمام جزئیات کا استقصاء کیا جائے تو اس کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ صاحب انوار اقطاب ویلور نے ایجاز اور جامعیت کے ساتھ آپ کی سیرت اور اوصاف کریمانہ کے متعدد پہلو واضح کئے ہیں۔ اب نہ اس کا اختصار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کو بعینہٖ نقل کیا جا سکتا ہے۔ ان قارئین کرام کو جو آپ کی سیرت سے اکتساب فیض کرنا چاہتے ہیں کتاب مذکور کے صد ۹۴ سے صد ۹۷ تک کا بامعان نظر مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔

مولانا غضنفر حسین شاکر نائطی نے کتاب جواہر السلوک کا اردو ترجمہ کرنا شروع کیا۔ لیکن صرف آٹھ فوائد اور نویں فائدے کے کچھ حصے کا ترجمہ کرنے پائے تھے کہ ۲۸ جنوری ۱۹۶۷ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

مولانا شاکر نائطی ۱۸۹۶ء میں بمقام میلمبور ضلع جنوبی آرکاٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی میں حاصل کی اور مزید تعلیم کے لئے دارالعلوم لطیفیہ ویلور میں داخل ہوئے۔ جہاں نو سال تک زبان فارسی اور عربی اور تمام علوم متداولۂ ادبیہ وعقلیہ و دینیہ کی تعلیم حاصل کی۔ سلوک اور تصوف بھی نصاب تعلیم کا اہم جزء تھا۔ شعر و شاعری کا ذوق طبعی تھا۔ فارسی اور اردو میں شعر کہنے لگے۔ دارالعلوم لطیفیہ کے نصاب تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کچھ مدت مقامی اورس کالج میں اردو کے مدرس رہے۔ جامعہ عمر آباد دارالسلام کا افتتاح ہوا، تو اعلیٰحضرت ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری سجادہ نشین حضرت مکان نے تدریس کے لئے مولانا شاکر نائطی کا نام تجویز فرمایا۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء کی ابتداء میں عمر آباد چلے آئے اور آخر تک وہیں رہے۔ شروع شروع میں تمام اہم اسباق عربی وفارسی کے آپ ہی کے ذمے تھے۔ اسی دوران میں الانابۃ الی اشعار الصحابہ کی تالیف کی اور ترجمہ کے ساتھ اس کو شائع کیا۔ متعدد مقالات اور مضامین

تحریر فرمائے لیکن نامساعد احوال کی وجہ سے ان کو کتابی صورت میں شائع کرنے کی نوبت نہیں آئی ۔

کتاب جواہر السلوک کا ترجمہ بابا یا ؟ اعلیحضرت شروع کیا تھا لیکن موت نے ترجمہ مکمل کرنے کی مہلت نہ دی ۔ ترجمہ کی عمدگی کی بابت یہ کہنا کافی ہے کہ مترجم نہ صرف یہ کہ سلوک و تصوف سے وابستہ تھے اور اس فن کو اہل فن سے حاصل کیا تھا ۔ ان کا ذوق ادب اور ترجمانی، معارف و حقائق میں مہارت ترجمہ کی صحت کی ضمانت دیتی ہیں ۔

کتاب جواہر السلوک کے حصۂ اول کی اشاعت کا وقت آیا تو ضروری تھا کہ ترجمہ مکمل کر لیا جائے ۔ جناب ابوالمکارم سید شاہ مصطفےٰ حسین بخاری صاحب استاذ دارالعلوم نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا ۔

آپ حیدرآباد میں ۲۹ ڈسمبر ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم حیدرآباد اور پھر کڈپہ میں ہوی ۔ مزید تعلیم کے لئے ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم لطیفیہ میں داخل ہوئے ۔ نو سال کی تعلیم کے بعد دارالعلوم لطیفیہ سے شہادت فضیلت حاصل کی ۔ اپنی طالب علمی کے زمانے میں اپنی قابلیت کا ایسا ثبوت دیا کہ تعلیم سے فارغ ہونے کے فوراً بعد ہی دارالعلوم میں مدرس بنا دئے گئے ۔ آپ نے مدراس یونیورسٹی سے اسی زمانے میں افضل العلماء کی شہادت بھی حاصل کی ۔ علوم دینیہ کے علاوہ کتاب جواہر السلوک جو داخل نصاب تھی اس کی تدریس بھی آپ کی ذمے رہی ۔ خود سبقاً سبقاً اہل فن سے اس کتاب کو پڑھا تھا ۔ تدریس کے دوران کتاب مذکور کے معانی و حقائق ان پر منکشف ہوئے ۔ آپ نے ۱۹۷۳ء میں اعلیحضرت قبلہ کے دست مبارک پر بیعت کی ۔ آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا گیا ۔ اس لحاظ سے کتاب جواہر السلوک کے لئے آپ ہی بہت زیادہ موزوں مترجم تھے ۔ چنانچہ اب آپ کا نویں فائدے کے پچھلے حصّے اور دسویں فائدے کا ترجمہ قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ۔

اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری سجادہ نشین خانقاہ افطابیہ ویلور ؒ شمس العلماء مولانا مولوی الحاج حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف صاحب قادری قدس سرہ العزیز کے دوسرے فرزند ہیں ۔ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ کو مکان حضرت قطب ویلور میں پیدا ہوئے ۔ دارالعلوم لطیفیہ کی علمی و دینی و روحانی ماحول میں تربیت پائی ۔ اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت دس سال کے تھے ۔ ۱۳۳۸ھ سے ۱۳۷۸ھ تک تقریباً چالیس سال اپنے بڑے بھائی اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری لقویؒ کے زیر سایہ روحانی فیوض حاصل فرماتے رہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ جائداد کی نگرانی آپ کے ذمہ تھی ۔ آپ نے اپنے بھائی کے ہاتھ پر

بیعت کی اور ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ان کی وفات کے چالیس دن بعد ۲۲ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ کو سجادہ نشینی کی تقریب انجام پائی۔ علماء و فضلاء اور علاقۂ دکن کے تقریباً جمیع سلاسل کے سجادہ نشین اور مشائخ کرام مدعو تھے۔

آپ سے دارالعلوم کی ترقی کی جو امیدیں بھی وابستہ کی گئی تھیں وہ ایک ایک کرکے پوری ہونے لگیں۔ آپ نے جائداد کی دوبارہ پوری تنظیم کی اور اس سے جو بھی آمد ہونے لگی اس کو دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء پر صرف کرنا شروع کیا۔ یہی ہر وقت سوچتے تھے۔ اس جائداد سے حلال کمائی حاصل ہو' جس کا مصرف اساتذہ و طلباء کی راحت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اب یہاں دارالعلوم کی جتنی بھی ترقی ہوئی ہے' وہ آپ کی وجہ سے ہے' پہلے صرف چند اساتذہ یہاں کام کرتے تھے اور طلباء کی تعداد بھی بالکل کم تھی۔ آج یہاں دس اساتذہ ہیں اور ایک سو کے قریب طلباء تعلیم پا رہے ہیں۔

آپ اپنے خاندانی روایات کے پورے پورے حامل ہیں۔ آپ کا سفرہ سفرۂ عام ہے' جو مہنگائی اور قلّت کے زمانے میں بھی گھٹ نہیں سکا۔ یہاں جو بھی آتا ہے اس سفرۂ عام سے سیراب ہوتا ہے اور حضرت سعدیؒ کے قول کے مطابق ؎ ادیم زمیں سفرۂ عام اوست   بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست
دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہیں کی جاسکتی۔ وہ ہر ایک سے ایسی محبت سے پیش آتے ہیں کہ ان کا مخالف بھی ان کا گرویدہ ہوکر رہ جاتا ہے' اور بقول صاحب انوار اقطاب ویلور:

"حقیقت یہ ہے کہ یہ وسیع النظری' حسن خلق صرف انہی حضرات کا حق ہے۔ شریعت مطہرہ کا بہت ہی زیادہ پاس و لحاظ' ہمیشہ سنّتِ رسول صلعم پر چلنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ عبادت و ریاضت کا بہت زیادہ شوق غالب رہتا ہے منکسر المزاجی حد درجہ پائی جاتی ہے۔ دَورانِ گفتگو میں اس احتیاط سے تکلم فرماتے ہیں، جس سے غرور و تمکنت کی بو نہ پیدا ہو۔ حتی الامکان یہی کوشش رہی ہے کہ خود تکلیف جھیل کر دوسروں کو آرام پہنچائیں۔ خدمتِ دین کا جذبہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے' اور ہمہ وقت یہی تمنا رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ خدمت دین لے اور اس کو قبول فرمالے کیونکہ آخرت کے لئے یہی بہترین سرمایہ ہے۔ اسی جذبۂ خدمت دین نے دارالعلوم لطیفیہ کو نشأۃ ثانیہ عطا فرمایا۔

حضرت مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری' آپ شمس العلماء مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے فرزند ہیں۔ آپ مؤرخہ ۵ رذی الحجہ

۱۳۲۹ھ کو بہ مقام مکان حضرت قطب ویلور پیدا ہوئے۔ آپ دار العلوم لطیفیہ کے اندر ہی مشغول بالتعلیم رہے۔ چند سال قابل اساتذۂ روزگار کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم فرمایا۔ بعد میں اعلیٰحضرت مرحوم کے زیر سایہ تربیت پاتے رہے۔ اور خاندانی جواہر پارے اپنے برادر بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرماتے رہے۔ اور ۱۳۷۵ھ میں انہیں کے دست حق پرست پر بیعت فرماکر خرقۂ خلافت حاصل فرمایا۔ آپ نہایت ہی خلیق واقع ہوئے ہیں۔ آپ کے اندر بھی اپنے ہی بزرگوں کی خوبو ہے۔ مہمان نوازی، تواضع وانکسار کا وہی عالم ہے جو آپ کے اور بھائیوں کا ہے۔ صاحب جلال سنجیدہ مزاج ہیں۔ کتب تصوّف سے آپ کو بہت زیادہ قلبی لگاؤ ہے۔ ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد جب بھی آپ کو موقع ملا تو ملفوظات یا کسی مسائل تصوف پر کوئی کتاب مطالعہ فرماتے رہتے ہیں۔ خلق سے بڑی خوش طبعی سے پیش آتے ہیں۔ حتیٰ الامکان یہی کوشش رہتی ہے کہ اپنی جانب سے کسی خلق خدا کو کوئی ایذا نہ پہنچے، خواہ کوئی کچھ بھی سلوک کرے، لیکن ہمیشہ خاروں کا جواب پھولوں سے دینے کی سعی فرماتے۔

آپ بھی اور بھائیوں کی طرح مدرسہ کے کاروبار میں نہایت جانفشانی سے کام لیتے رہے اور ہمیشہ اس ادارے کی ترقی کے لئے کوشاں رہے ہیں، اور یہ ترجمہ آپ کے زیر اہتمام قارئین کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت مولٰنا ابوالحسن صدر الدین شاہ سید محمد طاہر صاحب قادری، بی اے۔ شمس العلماء مولٰنا مولوی الحاج حضرت محی الدین شاہ سید عبد اللطیف صاحب قادری قدس سرہٗ العزیز کے چوتھے اور سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ ۵ ار جمادی الاول ۱۳۳۶ھ کو مکان حضرت قطبؒ ویلور میں پیدا ہوے۔ خانقاہ کی روحانی اور دار العلوم لطیفیہ کی علمی فضا میں پرورش پائی۔ علماء وفضلاء وقت کی باتیں ان کے ذہن نشین ہوتی جارہی تھیں لیکن انگریزی پڑھنے کا بھی شوق تھا۔ اس لئے ان کو گورنمنٹ محمڈن ہائی اسکول میں داخل کیا گیا۔ ایس ایس ایل سی کے بعد محمڈن کالج مدراس سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ انگریزی اور اردو کے علاوہ اسلامی تاریخ وتمدن ان کا خاص موضوع رہا۔ ایک سال تک لا کالج مدراس میں تعلیم حاصل کی۔ پھر قانون کی تعلیم کا خیال ترک کرکے دار العلوم لطیفیہ کی تنظیم وتنسیخ کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگئے۔ اپنے بڑے بھائی اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر قادری نقویؒ سے روحانی فیوض بھی حاصل کرتے رہے۔ ان کے انتقال سے تین برس پیشتر ۱۳۷۵ھ میں ان کے ہاتھ بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

متعدد اسباب کی بنا پر جن پر بحث کی یہاں گنجائش نہیں کچھ مدت سے دار العلوم لطیفیہ کے فیوضات علمی

کی روشنی مدھم پڑ گئی تھی۔ لیکن جب اس کی براہ راست نگرانی آپ کے ذمہ ہوئی تو نہ صرف طرزِ تعلیم و تربیت میں ایک نئی روح پیدا ہوئی بلکہ اس درسگاہ کی پرانی روحانی آب و تاب بھی عود کر آئی۔ آپ نے لائق اساتذہ کا انتخاب کیا، اور طلباء کی ذہنی سطح کو درجہ بدرجہ بلند کرنے کی کوشش کی۔ مختلف اہل علم و بصیرت کو دعوت دے کر ان کی طلباء کے سامنے تقریریں کروائیں۔ انہوں نے دائرۃ المعارف کے نام سے ایک تصنیفی ادارہ بھی قائم کیا اور اقطابِ ویلور کی زرین تعلیمات و ارشادات کو خواص و عوام سے روشناس کرنے کا اقدام کیا۔ اللطیف کا سالنامہ جاری کیا جس میں صرف دار العلوم کے طلباء و اساتذہ کے مضامین شائع ہوتے ہیں بلکہ اکثر علماء و فضلاء و شعراء کی بھی تحریریں شائع کی جانے لگیں۔

اس ادارے کے جانب سے ابتک کئی علمی و مذہبی کتابیں اور رسالے شائع ہو چکے ہیں، جن میں "انوارِ اقطابِ ویلور" ۔ رسالۂ قربی رحمۃ اللہ علیہ، میزانُ العقائد، بیعتِ غائب و حاضر۔ النشائے عقائدِ ذوقی۔ نیز جواہر السلوک کا پہلا حصہ مع ترجمہ کے قابل ذکر ہیں۔ حضرت قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں جواہر السلوک اور جواہر الحقائق خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں۔ اسلئے انہیں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کرنے کا بھی عزم راسخ ہے۔ چنانچہ اب کتاب جواہر السلوک انہی کی خاص توجہ کی بنا پر اُردو ترجمے کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے، اس سے قارئین کرام کو اکتسابِ فیض روحانی کا ایک زرین موقع مل رہا ہے ہم سب اس بنا پر آپ کے بیحد ممنون ہیں کہ آپ کی کوششوں کی بدولت یہ کتاب منظر عام پہ آ رہی ہے، اور یہ سب کچھ اعلیٰحضرت کی ہدایتوں اور ان سے استصواب اور مشورے سے ممکن ہوا۔ اللہ

اللہ تعالیٰ اعلیٰحضرت قبلہ مدظلہ العالی، ان کے برادران حضرت ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قادری اور حضرت سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری مدظلہ کو جزائے خیر دے اور ان کی کوششوں کو بار آور فرما دے اور ان کے روحانی فیوض و برکات کو عام کرے۔ آمین!

خادم دین

محمد حسین عفی اللہ عنہ

تری شان جلّ جلالہٗ

پیش کش
عبد المجید منیار
راسدرگ
جماعت پنجم
دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان - ویلور

تری ذات پاک ہے ابتدا تری شان جلّ جلالہٗ
ترا نام مالک دو سرا، تری شان جلّ جلالہٗ

جسے چاہے مُردہ بنائے تو جسے چاہے زندہ اٹھائے تو
ترے ہاتھ میں ہے فنا بقا تری شان جلّ جلالہٗ

تری شان کوئی امیر ہے کوئی بے نوا و فقیر ہے
جسے چاہا ویسا بنا دیا تری شان جلّ جلالہٗ

کوئی لیتا رب ترا نام ہے کوئی کہتا ہے کہ تو رام ہے
غرض ایک سب کا ہے مُدّعا تری شان جلّ جلالہٗ

ہے ہر ایک چمن میں تو رنگ و بو، زباں پہ طوطے کی تو ہی تو
پڑھے کیوں نہ بلبلِ خوشنوا تری شان جلّ جلالہٗ

ترے راہِ شوق میں دل رہے کوئی اور فکر نہ ہو مجھے
میں ترا ہی ذکر کیا کروں تری شان جلّ جلالہٗ

نہ غرض رہے کسی اور سے مری ہو گذر اسی طور سے
میں ہمیشہ ترے نام کو لیا کروں تری شان جلّ جلالہٗ

ترا داغ عشق نصیب ہو مجھے وہ ایسا حبیب ہو
کبھی سینے سے نہ جدا کروں تری شان جلّ جلالہٗ

تو کہاں نہاں ہے بتا مجھے، نہیں ملتا تیرا پتہ مجھے
کہاں آ کے تجھ سے ملا کروں تری شان جلّ جلالہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ از:
افضل العلماء ابو المکارم
سید مصطفیٰ حسین بخاری قادری کڈپوی
فاضل لطیفیہ
وجنرل سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

مخزن السلاسل

سالویں قسط

تصنیف لطیف
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی قادری قدس سرہ

مخزن السلاسل کی یہ ساتویں قسط ہے جو سلاسل کبرویہ کے اٹھارہ سلسلوں پر مشتمل ہے۔ مذکورہ سلسلے شیخ مقتدی رئیس مہتدی نجم الملت والدین ابوالجناب احمد ابن عمر خوارزمی المشہور بہ حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ سے چلے ہیں۔

واضح ہو کہ صاحب کتاب حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی قدس سرہٗ نے ایکسو اکانوے (۱۹۱) سلاسل میں جہاں اپنے ہمشیرزادہ سید شاہ کریم اللہ قادری قدس سرہٗ کو اجازت و خلافت سے سرفراز کیا، اپنے نبیسۂ خاص سید شاہ عبداللطیف قادری ویلوری قدس سرہٗ کو بھی اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف کیا جو خانوادۂ اقطاب ویلور قدس اسرارہم کے پہلے بزرگ ہیں۔

الحمدللہ مذکورہ ایکسو اکانوے سلاسل میں اجازت و خلافت کا سلسلہ ہنوز آپ کی اولاد امجاد یعنی بزرگان مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز میں جاری ہے۔

اما الخرقة الکبرویة فثمانیة عشر

احدها البسها الفقیر شاہ ابو الحسن من خاله السید اسمٰعیل بن السید میراں وھو من ابیه السید میراں وھو من السید عبداللہ وھو من ابیه السید وجیہ الدین حیدر علی الثانی وھو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وھو من الشیخ ظھور حاجی حضور وھو من الشیخ ابی الفتح ھدایة اللہ سرمست وھو من الشیخ محمد علا وھو من الشیخ علی البدوانی وھو من الشیخ کریم الدین الاودھی وھو من الشیخ کمال الدین الاودھی وھو من الشیخ شرف الدین احمد بن یحی المنیری وھو من الشیخ نجیب الدین الفردوسی المعروف بنجم الدین الصغریٰ وھو من الشیخ رکن الدین الفردوسی وھو من الشیخ بدر الدین السمرقندی وھو من الشیخ سیف الدین الباخرزی وھو من الشیخ المقتدی رئیس المھتدی نجم الدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی الجیرتی المشھور بنجم الدین الکبری وھو من الشیخ عمار بن یاسر البدلیسی وھو من الشیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبدالقاھر السھروردی وھو من عمه الشیخ وجیہ الدین ابی حفص عمر السھروردی

خرقہائے کبرویہ اٹھارہ ہیں :-

پہلا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنے ماموں سید اسمٰعیل بن سید میراں سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید میراں سے، وہ سید عبداللہ سے وہ اپنے والد سید وجیہ الدین حیدر علی ثانی سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ محمد علا سے، وہ شیخ علی بدوانی سے، وہ شیخ کریم الدین اودھی سے، وہ شیخ کمال الدین اودھی سے، وہ شیخ شرف الدین احمد ابن یحییٰ منیری سے، وہ شیخ نجیب الدین فردوسی المعروف بہ نجم الدین صغریٰ سے وہ شیخ رکن الدین فردوسی سے وہ شیخ بدرالدین سمرقندی سے وہ شیخ سیف الدین باخرزی سے وہ شیخ مقتدی رئیس مہتدی نجم الدین ابوالجناب احمد ابن عمر خوارزمی جیرتی، المشہور بہ نجم الدین کبریٰ سے آپ شیخ عمار بن یاسر بدلیسی سے وہ شیخ ضیاءالدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے وہ اپنے چچا شیخ وجیہ الدین ابوحفص عمر سہروردی

وهومن ابيه محمد بن عبدالله المعروف
بعمويه وهومن الشيخ احمد الاسود الدينوري
وهومن ممشاد علو الدينوري وهومن
سيد الطائفة ابي القاسم الجنيد البغدادي
وهومن خاله السري السقطي وهومن
معروف الكرخي وهومن الامام علي موسىٰ
الرضا وهومن ابيه الامام موسى الكاظم
وهومن ابيه الامام جعفر الصادق وهو
من ابيه الامام محمد الباقر وهومن ابيه
الامام علي زين العابدين وهومن ابيه اشرف
الشهداء ومحبوب خير الانبياء الامام ابي
عبدالله الحسين وهومن ابيه اسد الله الغالب
امير المؤمنين علي بن ابي طالب كرم الله وجهه
وهومن خاتم النبيين رسول رب العٰلمين
شفيع المذنبين محمد الامين صلى الله
عليه وعلىٰ اله واصحابه وسلم وهو
من امر ذي النور المبين بواسطة
روح الامين -

سے وہ اپنے والد محمد ابن عبداللہ المعروف
بہ عمویہ سے وہ شیخ احمد الاسود دینوری سے
وہ شیخ ممشاد علو دینوری سے، وہ
سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ
معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ
رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے
وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے
وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ
اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے
والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء امام
ابوعبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ
الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ
وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطۂ روح الامین خرقہ
پہنا ہے -

الثانية لبسها الفقير شاہ ابوالحسن من
خاله السید اسمٰعیل بن السید میراں وھو من
ابیه السید میراں وھو من السید عبداللہ وھو
ابیه السید وجیه الدین علی الثانی وھو من
حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وھو
من الشیخ ظھور حاجی حضور وھو من الشیخ
ابی الفتح ھدایۃ اللہ سرمست وھو من الشیخ
محمد علا وھو من الشیخ ایوب کاھی وھو
من الشیخ محمد بہرام بہاری وھو من الشیخ
حسن معز شمس البلخی وھو من الشیخ حسین
البلخی وھو من الشیخ مظفر معز شمس البلخی و
ھو من الشیخ شرف الدین احمد بن یحیی المنیری
وھو من الشیخ نجیب الدین الفردوسی المعروف
بنجم الدین الصغریٰ وھو من الشیخ رکن الدین
وھو من الشیخ بدر الدین السمرقندی وھو من
الشیخ سیف الدین الباخرزی وھو من الشیخ
المقتدی رئیس المھتدی نجم الدین ابی الجناب
احمد بن عمر الخوارزمی المشھور بنجم الدین
الکبری وھو من الشیخ عمار بن یاسر
البدلیسی وھو من الشیخ ضیاء الدین ابی
النجیب السھروردی وھو من ابی یوسف
الھمدانی وھو من عبداللہ الخضری وھو
من الشیخ احمد بن فضاله وھو من ابیه

دوسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنے ماموں
سید اسمٰعیل ابن سید میراں سے پہنا ہے، وہ اپنے والد
سید میراں سے، وہ سیّد عبداللہ سے، وہ اپنے والد
سید وجیہ الدین حیدر علی ثانی سے، وہ حاجی
حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ
ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ
سرمست سے، وہ شیخ محمد علا سے وہ شیخ ایوب کاہی
سے وہ شیخ محمد بہرام بہاری
سے وہ شیخ حسن معز شمس بلخی سے
وہ شیخ حسین بلخی سے وہ شیخ
مظفر معز شمس بلخی سے وہ شیخ
شرف الدین احمد ابن یحییٰ منیری
سے وہ شیخ نجیب الدین فردوسی المعروف
بہ نجم الدین صغریٰ سے وہ شیخ رکن الدین سے
وہ شیخ بدر الدین سمرقندی سے وہ شیخ
سیف الدین باخرزی سے وہ شیخ مقتدی
رئیس مہتدی نجم الدین ابوالجناب
احمد ابن عمر خوارزمی المشہور بہ نجم الدین
کبریٰ سے آپ شیخ عمار بن یاسر
بدلیسی سے وہ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب
سہروردی سے وہ ابو یوسف ہمدانی سے
وہ عبداللہ خضری سے وہ شیخ احمد
ابن فضالہ سے، وہ اپنے والد شیخ فضالہ سے

فضاله وهو من الشیخ ابی الحسن الخراسانی وهو من ابی محمد جعفر الخلدی وهو من سید الطائفه ابی القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من حبیب العجمی وهو من الحسن البصری وهو من اسد الله الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی الله علیه وعلیٰ اٰله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

وہ شیخ ابوالحسن خراسانی سے، وہ ابو محمد جعفر خلدی سے، وہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپؐ نے نورِ مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثۃ لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن من
ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید
علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید
جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو
من ابیہ السید عبدالغفور وھو من ابیہ السید
احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ
السید محمد عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند
اللہ وھو من ابیہ السید برہان الدین ابی محمد
عبداللہ المشہور بقطب العالم وھو من السید
ناصر الدین محمود وھو من ابیہ السید جلا ل
الدین الحسین الحسینی مخدوم جہانیاں وھو من
الشیخ المقتدی رئیس المھتدی نجم الدین ابی
الجناب احمد بن عمر الخوارزمی الجیرتی المشہور
بنجم الدین الکبریٰ وھو من الشیخ عمار
بن یاسر البدلیسی وھو من شیخ ضیاء الدین
ابی النجیب عبدالقاہر السہروردی وھو من
السید عبدالقادر بن صالح موسیٰ بن یحییٰ
الزاھد الحسنی الجیلانی وھو من الشیخ ابی
سعید علی بن مبارک المخرمی وھو من الشیخ
ابی الحسن علی بن محمد المقدسی الھنکاری
وھو من الشیخ ابی الفرج یوسف الطرطوسی وھو
من ابی الفضل عبدالواحد التمیمی وھو من

تیسرا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے
چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید
علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ
اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد
سے وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد
سید محمد عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ
اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ
المشہور بہ قطب عالم سے وہ سید ناصر الدین محمود
سے، وہ اپنے والد سید جلال الدین حسین حسینی
مخدوم جہانیاں سے آپ[1] شیخ مقتدی
رئیس مہتدی نجم الدین ابوالجناب
احمد ابن عمر خوارزمی جیرتی المشہور
بہ نجم الدین کبریٰ سے وہ شیخ عمار
بن یاسر بدلیسی سے، وہ شیخ ضیاء الدین
ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے وہ
سید عبدالقادر ابن ابو صالح موسیٰ ابن
یحییٰ زاہد حسنی جیلانی سے آپ شیخ ابوسعید
علی ابن مبارک مخرمی سے وہ شیخ ابوالحسن
علی ابن محمد مقدسی ہنکاری سے، وہ
شیخ ابوالفرج یوسف طرطوسی سے، وہ
ابوالفضل عبدالواحد یمینی سے وہ اپنے

۱؎ صفحہ ۹ پہ ملاحظہ ہو۔

ابیه عبدالعزیز الیمنی وهو من ابی بکر الشبلی وهو من سید الطائفة ابی القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من الامام علی موسی الرضا وهو من ابیه الامام موسی الکاظم وهو من الامام جعفر الصادق وهو من ابیه الامام محمد الباقر وهو من ابیه الامام علی زین العابدین وهو من ابیه اشرف الشهداء ومحبوب خیر الانبیاء والامام ابی عبدالله الحسین وهو من ابیه اسدالله الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه وعلی اله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

والد عبدالعزیز یمنی سے، وہ ابوبکر شبلی سے، وہ سیّد الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسداللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

[1] حضرت سیدنا سید جلال الدین حسین حسینی مخدوم جہانیان جہاں گشت قدس سرہ نے حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے حالت نوم میں خرقۂ خلافت حاصل فرمایا۔ ١٢ . مترجم

بعثہ

الرّابع لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شبیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاہد وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برہان الدین ابی محمد عبداللہ المشہور بہ بقطب العالم وھو من خواجہ شاہی وھو من الشیخ جمال الدین شیرازی وھو من الشیخ شرف الدین حسن الغوری وھو من الشیخ علاؤ الدولۃ احمد السمنانی وھو من الشیخ نورالدین عبدالرحمٰن الاسفرائی البغدادی المشہور بالکبیر وھو من الشیخ احمد الجورفانی وھو من الشیخ رضی الدین علی بن سعید بن عبدالجلیل الخوینی المعروف بلالا وھو من الشیخ مجد الدین ابی سعید البغدادی وھو من الشیخ المقتدی رئیس المھتدی نجم الحق والدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی الجیرتی المشہور بنجم الدین الکبری وھو من الشیخ

چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شبیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاہد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ خواجہ شاہی سے وہ شیخ جمال الدین شیرازی سے وہ شیخ شرف الدین حسن الغوری سے وہ شیخ علاؤ الدولہ احمد سمنانی سے وہ شیخ نور الدین عبدالرحمٰن اسفرائی بغدادی المشہور بہ الکبیر سے وہ شیخ احمد جورفانی سے وہ شیخ رضی الدین علی ابن سعید ابن عبدالجلیل خوینی المعروف بہ لالا سے وہ شیخ مجد الدین ابو سعید بغدادی وہ شیخ مقتدی رئیس مہتدی نجم الحق والدین ابوالجناب احمد ابن عمر خوارزمی جیرتی المشہور بہ بنجم الدین کبری سے آپ شیخ

اسمعیل القیصری وھومن محمد بن مانکیل وھومن داؤد بن محمد المعروف بخادم الفقراء وھومن ابی العباس بن ادریس وھومن ابی القاسم بن رمضان وھومن یعقوب الطبری وھومن ابی عبداللہ بن عثمان وھومن ابی یعقوب النھرجوری وھوابی یعقوب السوسی وھو من عبد الواحدبن زید وھومن کمیل بن زیاد وھومن اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھومن خاتم النبین رسول رب العٰلمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم وھومن امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

اسمٰعیل قیصری وہ محمد ابن مانکیل سے وہ داؤد ابن محمد المعروف بہ خادم الفقراء سے وہ ابو العباس ابن ادریس سے وہ ابو القاسم ابن رمضان سے وہ یعقوب طبری سے وہ ابو عبداللہ ابن عثمان سے وہ ابو یعقوب نہرجوری سے وہ ابو یعقوب سوسی سے وہ عبد الواحد ابن زید سے وہ کمیل ابن زیاد سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلےٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین خرقہ پہنا ہے۔

الخامسة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نوراللہ وھومن ابیہ
السید علی محمد وھو من السید محمد وھومن
ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ
السید حسن وھومن ابیہ السید عبدالغفور
وھومن ابیہ السید احمد وھومن ابیہ
السید راجو وھومن ابیہ السید محمد بن
عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو
من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ
المشھور بقطب العالم وھومن ابی الفتوح
احمد بن عبداللہ الشیرازی وھومن الشیخ
زین الدین ابی بکر الخوافی وھومن
صدر الدین احمد بن نصراللہ بن احمد
الغزونی المشھور بمولا وھومن الشیخ
امام الدین علی المشھور بالشیخ احمد
ساوجی وھومن الشیخ رکن الدین ابی المکارم
احمد بن محمد ابن احمد البیانانکی
المعروف بالشیخ علاؤ الدولہ احمد السمنانی
وھومن الشیخ نورالدین عبدالرحمٰن
الاسفرائنی البغدادی المشھور بالکبیر وھو
من الشیخ احمد الجورفانی وھومن الشیخ
رضی الدین علی بن سعید بن عبدالجلیل

پانچواں خرقہ فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے
چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد
سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد
سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن
سے وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ
اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد
سید راجو سے وہ اپنے والد سید محمد
ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ
اپنے والد سید برہان الدین ابومحمد عبداللہ
المشہور بہ قطب عالم سے وہ ابوالفتوح
احمد بن عبداللہ شیرازی سے وہ شیخ
زین الدین ابوبکر خوافی سے وہ صدرالدین
احمد ابن نصراللہ ابن احمد
غزونی المشہور بہ مولا سے وہ شیخ امام
الدین علی المشہور بہ شیخ احمد ساوجی
سے وہ شیخ رکن الدین ابوالمکارم احمد
ابن محمد ابن احمد بیانانکی المعروف
بہ شیخ علاؤ الدولہ احمد سمنانی
سے وہ شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائنی
بغدادی المشہور بہ الکبیر سے، وہ
شیخ احمد جورفانی سے وہ شیخ
رضی الدین علی ابن سعید ابن عبدالجلیل

المعروف بلالا وھو من الشیخ مجد الدین
ابی سعید بن شرف الدین موئید بن
ابی الفتح البغدادی وھو من الشیخ
المقتدی رئیس المھتدی نجم الحق
والدین ابی الجناب احمد بن عمر
الخوارزمی الجیرتی المشھور بنجم الدین
الکبری وھو من الشیخ عمار بن یاسر
الیدیسی وھو من الشیخ ضیاء الدین
ابی النجیب عبد القاھر السھروردی وھو
من السید عبد القادر بن ابی صالح موسیٰ
بن یحییٰ زاھد الحسنی الجیلانی وھو من
الشیخ احمد الاسود الدینوری وھو من
ممشاد علو الدینوری وھو من سید الطائفہ
الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی
وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی
وھو من حبیب العجمی وھو من حسن
البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر
المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی
اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو
من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین ۔

المعروف بہ لالا سے وہ شیخ مجد الدین ابو
سعید ابن شرف الدین مؤید ابن
ابو الفتح بغدادی سے وہ شیخ مقتدی
رئیس مہتدی نجم الحق والدین ابو الجناب
احمد ابن عمر خوارزمی جیرتی المشہور
بہ نجم الدین الکبریٰ سے آپ شیخ عمار
بن یاسر یدیسی سے وہ شیخ
ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر
سہروردی سے وہ سید عبد القادر
ابن ابو صالح موسی بن یحییٰ زاہد
حسنی جیلانی سے آپ شیخ
احمد الاسود دینوری سے، وہ
ممشاد علو دینوری سے وہ سید الطائفہ
جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری
سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد
طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن
بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر
المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطۂ روح الامین خرقہ
پہنا ہے ۔

السادسة لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن
من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو
من ابیہ السید علی محمد وھو من
السید محمد وھو من ابیہ السید
جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد
بن احمد وھو من ابیہ السید محمّد زاھد
وھو من اخیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب
بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید
برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور
بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد
بن عبد اللہ الشیرازی وھو من الشیخ جمال
الدین یحیی الخضرکی وھو من الشیخ شرف
الدین الحسن بن عبد اللہ الغوری وھو
من الشیخ ابی المکارم احمد بن محمد بن احمد
البیانکی المعروف بعلاء الدولۃ احمد
السمنانی وھو من الشیخ نور الدین عبد الرحمن
الاسفرائی وھو من الشیخ احمد الجورفانی
وھو من الشیخ رضی الدین علی بن سعید الخوینی
المعروف بلالا وھو من الشیخ مجد الدین ابی
سعید البغدادی وھو من الشیخ المقتدی
رئیس المھتدی نجم الملۃ والدین ابی الجناب
احمد بن عمر الخوارزمی الجیبرتی المعروف

چھٹا فرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن اپنی والدہ کے
چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے
والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
وہ سید شیر محمد ابن احمد سے
وہ اپنے والد سید محمد زاہد سے
وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب
بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ
قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد
ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ جمال الدین
یحییٰ خضرکی سے وہ شیخ شرف الدین
حسن ابن عبد اللہ غوری سے وہ شیخ
ابو المکارم احمد ابن محمد بن احمد
بیانکی المعروف بہ علاء الدولہ احمد
سمنانی سے وہ شیخ نور الدین عبد الرحمٰن
اسفرائی سے وہ شیخ احمد جورفانی سے
وہ شیخ رضی الدین علی ابن سعید خوینی
المعروف بہ لالا سے وہ شیخ مجد الدین ابو سعید
بغدادی سے وہ شیخ مقتدی رئیس
مہتدی نجم الملت والدین ابو الجناب احمد
ابن عمر خوارزمی الجیبرتی المعروف بہ

بنجم الکبریٰ وھومن الشیخ اسمٰعیل
القیصری وھومن محمد بن مانکیل و
ھومن داؤد بن محمد المعروف بخادم الفقراء
وھومن ابی العباس بن ادریس وھومن
ابی القاسم بن رمضان وھومن یعقوب
الطبری وھومن ابی عبداللہ بن عثمان
وھومن ابی یعقوب النھرجوری وھومن ابی
یعقوب السوسی وھومن عبدالواحد بن
زید وھومن کمیل ابن زیاد وھومن
اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن
ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھومن خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم وھو
من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین۔

بہ نجم الدین کبریٰ سے آپ شیخ اسمٰعیل
قیصری سے وہ محمد ابن مانکیل سے وہ
داؤد ابن محمد المعروف بہ خادم الفقرا
سے وہ ابو العباس ابن ادریس سے وہ
ابو القاسم ابن رمضان سے وہ یعقوب
طبری سے وہ ابو عبداللہ ابن عثمان سے
وہ ابو یعقوب نہرجوری سے وہ ابو یعقوب سوسی
سے وہ عبدالواحد بن زید سے وہ
کمیل ابن زیاد سے وہ اسد اللہ الغالب
امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین ،
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ
آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اور آپؐ نے نورِ
مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین
خرقہ پہنا ہے۔

السابعۃ لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن
من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من
ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد
وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو
من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید
عبد الغفور وھو من ابیہ السید احمد
وھو من ابیہ السید راجو وھو من
ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب
بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید
برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور
بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح
احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من
الشیخ تقی الدین محمود الجی وھو من
الشیخ روح الدین ھارون وھو من الشیخ
امین الدین عبد السلام الخنجی وھو من
الشیخ نور الدین عبد الرحمن الاسفرائی وھو
من الشیخ احمد الجورفانی وھو من الشیخ
رضی الدین علی بن سعید الخزینی المعروف
بلالا وھو من الشیخ مجد الدین ابی سعید
البغدادی وھو من الشیخ المقتدی رئیس
المھتدی نجم الملۃ والدین ابی الجناب احمد
بن عمر الخوارزمی الجیرتی المشھور بنجم الکبری

ساتواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی
والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے
وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد
سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبد الغفور
سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے
والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید
محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ
قطب عالم سے، وہ شیخ ابو الفتوح
احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے
وہ شیخ تقی الدین محمود جی سے وہ
شیخ روح الدین ہارون سے، وہ شیخ
امین الدین عبد السلام خنجی سے، وہ
شیخ نور الدین عبد الرحمن اسفرائی سے
وہ شیخ احمد جورفانی سے وہ شیخ
رضی الدین علی ابن سعید غزینی المعروف
بہ لالا سے وہ شیخ مجد الدین ابو سعید
بغدادی سے وہ شیخ مقتدی رئیس
مہتدی نجم الملت والدین ابو الجناب
احمد بن عمر خوارزمی جیرتی المشہور بہ نجم الدین

وھومن الشیخ عمار بن یاسر البدلیسی و
ھومن الشیخ ضیاء الدین ابی النجیب
عبد القاھر السہروردی وھومن عمہ
القاضی وجیہ الدین عمر وھومن ابیہ
محمد بن عمویہ وھومن احمد الاسود
الدینوری وھومن ممشاد علو الدینوری
وھومن سید الطائفہ ابی القاسم الجنید
البغدادی وھومن خالہ السری السقطی
وھومن معروف الکرخی وھومن الامام
علی موسیٰ الرضا وھومن ابیہ الامام موسیٰ
الکاظم وھومن ابیہ الامام جعفر الصادق
وھومن ابیہ الامام محمد الباقر وھومن
ابیہ الامام علی زین العابدین وھومن ابیہ
اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام
ابی عبد اللہ الحسین وھومن ابیہ اسد
اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ وھومن خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمدن الامین صلی اللہ علیہ وآلہ و
اصحابہ وسلم وھومن امر ذی النور المبین
بواسطۃ الروح الامین۔

کبریٰ سے آپ شیخ عمار بن یاسر بدلیسی
سے وہ شیخ ضیاؤ الدین ابو النجیب
عبد القاہر سہروردی سے وہ اپنے چچا
قاضی وجیہ الدین عمر سے وہ اپنے والد
محمد ابن عمویہ سے وہ احمد الاسود
دینوری سے وہ ممشاد علو دینوری سے
وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی
سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ امام علی
موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام
موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام
جعفر صادق سے وہ اپنے والد محمد باقر
سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین
سے وہ اپنے والد اشرف الشہداء خیر الانبیاء
امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی
طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم
سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ
روح امین خرقہ پہنا ہے۔

۱۲/۹

الثامنة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من
ابیہ السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم و
ھو من السید شیر محمد وھو من جدہ
السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد
زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ
الملقب بشاہ عالم من عنداللہ رھو من ابیہ السید
برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب
العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ
الشیرازی وھو من مولا صفی الدین
طاھر الکازرونی وھو من السید عزالدین
سلام اللہ الکازرونی وھو من ابیہ السید
فخرالدین روح اللہ وھو من الشیخ نور
الدین عبدالرحمن الاسفرای البغدادی
وھو من الشیخ احمد الجورفانی وھو
من الشیخ رضی الدین علی الخوینی المعروف
بلالا وھو من الشیخ مجد الدین ابی
سعید البغدادی وھو من الشیخ
المقتدی رئیس المھتدی نجم الملۃ
والدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی
الجیرتی المشھور بنجم الدین الکبری

آٹھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے
وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد
سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید
شیر محمد سے، وہ اپنے دادا سید
عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد
زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن
عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد
سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ
قطب عالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن
عبداللہ شیرازی سے وہ مولا صفی الدین
طاہر گازرونی سے وہ سید عزالدین سلام اللہ
گازرونی سے وہ اپنے والد سید فخرالدین
روح اللہ سے وہ شیخ نورالدین عبدالرحمن
اسفرائی بغدادی سے وہ شیخ احمد جورفانی
سے وہ شیخ رضی الدین علی
خوینی المعروف بہ لالا سے وہ
شیخ مجدالدین ابوسعید بغدادی
سے وہ شیخ مقتدی رئیس مہتدی
نجم الملت والدین ابوالجناب
احمد ابن عمر الخوارزمی جیرتی
المشہور بہ نجم الدین کبری سے

وھو من الشیخ اسمٰعیل القیصری وھو من محمد بن مانکیل وھو من داؤد بن محمد المعروف بخادم الفقراء وھو من ابی العباس بن ادریس وھو من ابی القاسم بن رمضان وھو من ابی یعقوب السوسی وھو من عبدالواحد بن زید وھو من کمیل بن زیاد وھو من اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

وہ شیخ اسمٰعیل قیصری سے وہ محمد ابن مانکیل سے وہ داؤد ابن محمد المعروف بہ خادم الفقراء سے وہ ابوالعباس ابن ادریس سے وہ ابوالقاسم ابن رمضان سے وہ ابو یعقوب السوسی سے وہ عبدالواحد ابن زید سے وہ کمیل ابن زیاد سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

التاسع لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السیّد نوراللہ وھومن
ابیہ السید علی محمد وھومن السید محمد
وھومن ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو
من ابیہ السید حسن، وھومن ابیہ السید
عبدالغفور وھومن ابیہ السید احمد وھو
من ابیہ السید راجو وھومن ابیہ السید
محمد بن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم
من عنداللہ وھومن ابیہ السید برھان
الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب
العالم وھومن الشیخ ابی الفتوح احمد بن
عبداللہ الشیرازی وھومن الشیخ عفیف
الدین ابراھیم الجنحی وھومن الشیخ نورالدین
عبدالرحمٰن البغدادی وھومن ابیہ الشیخ
نورالدین محمد وھومن ابیہ الشیخ نور
الدین عبدالرحمٰن الاسفرائی البغدادی
المشھور بالکبیر وھومن الشیخ احمد
الجورفانی وھومن الشیخ رضی الدین علی
الخوینی المعروف بلالا وھومن الشیخ
مجدالدین ابی سعید البغدادی وھومن
الشیخ المقتدی رئیس المھتدی نجم الملۃ
والدین ابی الجناب احمد بن عمرالخوارزمی

نواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ
کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد
سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد
سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
حسن سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور
سے، وہ اپنے والد سید احمد سے
وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ
اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب
بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ
قطب عالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد
ابن عبداللہ شیرازی سے وہ شیخ عفیف
الدین ابراہیم جنحی سے وہ شیخ نورالدین
عبدالرحمٰن بغدادی سے وہ اپنے والد
شیخ نورالدین محمد سے وہ اپنے والد شیخ
نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائی بغدادی
المشہور بہ الکبیر سے، وہ شیخ احمد جورفانی
سے وہ شیخ رضی الدین علی خوینی
المعروف بہ لالا سے، وہ شیخ مجدالدین
ابوسعید بغدادی سے وہ شیخ
مقتدی رئیس مہتدی نجم الملۃ والدین
ابوالجناب احمد ابن عمر خوارزمی

الجبیرتی المشہور بنجم الدین الکبری وھو من الشیخ عمار بن یاسر الیدلیسی وھو من الشیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاہر السہروردی وھو من الشیخ اخی فرج الزنجانی وھو من ابی العباس النہاوندی وھو من ابی عبد اللہ بن خفیف وھو من ابی محمد رویم وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

جبیرتی المشہور بہ نجم الدین کبری سے آپ شیخ عمار بن یاسر یدلیسی سے وہ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے وہ شیخ اخی فرج الزنجانی سے وہ ابو العباس نہاوندی سے وہ ابو عبد اللہ ابن خفیف سے وہ ابو محمد رویم سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

العاشرة لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن
من ابن عم امه السید نور الله وهو من ابیه
السید علی محمد وهو من السید محمد
وهو من ابیه السید جلال ماه عالم وهو
من السید شیر محمد بن احمد وهو
من جده السید عرب شاه وهو من ابیه
السید محمد زاهد وهو من اخیه السید
محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم
من عبد الله وهو من ابیه السید
برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور
بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح
احمد بن عبد الله الشیرازی وهو
من الشیخ رکن الدین الخیاوانی وهو من
الشیخ رکن الدین الاولیاء الترمذی و
هو من الشیخ نور الدین البیمارستانی
وهما من الشیخ سیف الدین ابی المعالی
سعید بن مظهر بن سعید الباخرزی
وهو من الشیخ المقتدی رئیس
المهتدی نجم الملة والدین ابی الجناب
احمد بن عمر الخوارزمی الجبرتی المشهور
بنجم الدین الکبری وهو من
الشیخ اسماعیل القیصری وهو

دسواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی
والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ
سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
وہ سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ
اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد
سید محمد زاہد سے وہ اپنے بھائی سید محمد
ابن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم سے
وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب
عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد
ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ
رکن الدین خیاوانی سے وہ شیخ
رکن الدین اولیاء ترمذی سے وہ
شیخ نور الدین بیمارستانی سے
وہ دونوں شیخ سیف الدین ابو المعالی
سعید ابن مظہر ابن سعید باخرزی
سے وہ شیخ مقتدی رئیس مہتدی
نجم الملت والدین ابو الجناب احمد
بن عمر خوارزمی جبرتی المشہور
بہ نجم الدین کبری سے آپ
شیخ اسماعیل قیصری سے وہ

من محمد بن مانكيل وهو من داؤد
ابن محمد المعروف بخادم الفقراء
وهو من ابى العباس بن ادريس و
هو من ابى القاسم بن رمضان وهو
من يعقوب الطبرى وهو من ابى
عبدالله بن عثمان وهو من ابى
ليعقوب النهرجورى وهو من ابى
يعقوب السوسى وهو من عبدالواحد
بن زيد وهو من كميل بن زياد وهو
من اسدالله الغالب امير المؤمنين
على بن ابى طالب كرم الله وجهه وهو
من خاتم النبيين رسول رب العالمين
شفيع المذنبين محمد ن الامين
صلى الله عليه وعلى اله واصحابه
وسلم وهو من ذى النور المبين
بواسطة الروح الامين ۔

محمد ابن مانکیل سے وہ داؤد ابن محمد
المعروف بہ خادم الفقراء سے وہ
ابو العباس ابن ادریس وہ ابوالقاسم
ابن رمضان سے وہ یعقوب
طبری سے وہ ابوعبداللہ ابن
عثمان سے وہ ابو یعقوب
نہرجوری سے وہ ابو یعقوب سوسی
سے وہ عبدالواحد ابن زید سے
وہ کمیل ابن زیاد سے وہ اسداللہ
الغالب امیر المؤمنین علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپؐ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپؐ نے نورمبین کے
حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

الحادیة عشر لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وہو من ابیہ السید علی محمد وہو من السید محمد وہو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وہو من ابیہ السید حسن وہو من ابیہ السید عبد الغفور وہو من ابیہ السید احمد وہو من ابیہ السید راجو وہو من ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وہو من ابیہ السید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ المشہور بقطب العالم وہو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وہو من الشیخ جمال الخلدی وہو من ابی حسام الدین محمود والشیخ نور الدین السیرفانی وہما من الشیخ احمد وہو من الشیخ بابا کمال الحیدری وہو من الشیخ المقتدی رئیس المہتدی نجم الملۃ والدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی الجیرتی المشہور بنجم الدین الکبری وہو من الشیخ عمار بن یاسر الیدلیسی وہو من الشیخ ضیاء الدین عبد القاہر

من الشیخ محمد الخلوتی وہو من الشیخ محی الدین عاصم المراغی وہو من الشیخ سلطان الدین وہو

گیارھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے وہ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ جمال خلدی سے وہ ابی حسام الدین محمود اور شیخ نور الدین سیرفانی سے وہ دونوں شیخ احمد سے وہ شیخ بابا کمال حیدری سے وہ شیخ مقتدی رئیس مہتدی نجم الملت والدین ابو الجناب احمد ابن عمر خوارزمی جیرتی المشہور بہ نجم الدین کبری سے آپ شیخ عمار ابن یاسر یدلیسی سے وہ شیخ ضیاء الدین عبد القاہر

شیخ محمود خلوتی سے وہ شیخ محی الدین عاصم مراغی سے وہ شیخ سلطان الدین سے

السهروردی وهو من عمه وجيه الدين
ابی حفص عمر السهروردی وهو من
ابيه محمد بن عموية وهو من احمد
الاسودی الدينوری وهو من ممشاد
علو الدينوری وهو من سيد الطائفة
ابی القاسم الجنيد البغدادی وهو
من خاله السری السقطی وهو من معروف
الکرخی وهو من الامام علی موسیٰ الرضا
وهو من ابيه الامام موسی الکاظم
وهو من ابيه الامام جعفر الصادق و
هو من ابيه الامام محمد ن الباقر
وهو من ابيه الامام علی زين العابدين
وهو من ابيه اشرف الشهداء ومحبوب
خير الانبياء الامام ابی عبد الله الحسين
وهو من ابيه اسد الله الغالب امير
المومنين علی بن ابی طالب کرم الله
وجههٗ وهو من خاتم النبيين رسول
رب العالمين شفيع المذنبين محمد
ن الامين صلی الله عليه وعلی آله و
اصحابه وسلم وهو من امر ذی النور
المبين بواسطة الروح الامين۔

سہروردی سے وہ اپنے چچا وجیہہ الدین ابوحفص
عمر سہروردی سے وہ اپنے والد محمد
ابن عمویہ سے وہ احمد الاسود دینوری
سے وہ ممشاد علو دینوری سے وہ
سید الطائفہ ابو القاسم جنید
بغدادی سے وہ اپنے ماموں
سری سقطی سے وہ معروف
کرخی سے وہ امام علی موسی رضا
سے وہ اپنے والد امام موسی کاظم
سے وہ اپنے والد امام جعفر
صادق سے وہ اپنے والد امام
محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی
زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف
الشہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابوعبداللہ
حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابو طالب کرم اللہ
وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے
حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیۃ عشر لبسہا الفقیر شاہ ابو الحسن
من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من
ابیہ السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم
وھو من السید شیر محمد ابن احمد
وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو
من ابیہ السید محمد زاھد وھو
من اخیہ السید محمد بن عبد اللہ
الملقب بشاہ عالم من عند اللہ و
ھو من ابیہ السید برھان الدین ابی
محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم
وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن
عبد اللہ شیرازی وھو من علی المشھور
بالسید شریف الجرجانی وھو من ابیہ
الشیخ علاؤ الدین العطار السمرقندی
وھو من الشیخ بہاؤ الدین نقشبندی
وھو من الشیخ سلطان الدین وھو من
مولانا الشیخ احمد وھو من الشیخ کمال
الدین الحیدری وھو من الشیخ
المقتدی رئیس المھتدی نجم
الملۃ والدین ابی الجناب احمد بن عمر
خوارزمی الخیرتی المشھور بنجم الدین

بارھواں[۱۲] **خرقہ** جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ
سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم
سے، وہ سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ
اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے
والد سید محمد زاھد سے، وہ اپنے
بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ
شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبد اللہ،
المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ
ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ
شیرازی سے وہ علی المشہور بہ
سید شریف جرجانی سے وہ اپنے
والد شیخ علاؤ الدین العطار سمرقندی
سے وہ شیخ بہاؤ الدین نقشبندی سے
وہ شیخ سلطان الدین سے وہ مولانا
شیخ احمد سے وہ شیخ کمال الدین
حیدری سے وہ شیخ مقتدی
رئیس مہتدی نجم الملت والدین
ابو الجناب احمد ابن عمر خوارزمی
خیرتی المشہور بہ نجم الدین کبری

الکبری وھو من الشیخ اسمٰعیل القیصری
وھو من محمد بن مانکیل وھو من
داؤد بن محمد المعروف بخادم الفقراء
وھو من ابی العباس بن ادریس وھو
من القاسم بن رمضان وھو من یعقوب
الطبری وھو من ابی عبداللہ عثمان
وھو من ابی یعقوب النھرجوری وھو
من ابی یعقوب السوسی وھو من عبد
الواحد بن زید وھو من کمیل
بن زیاد وھو من اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم
اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین ،
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمدنِ الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ واصحٰبہٖ وسلم وھو من امر
ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

سے آپ شیخ اسمٰعیل قیصری سے
وہ محمد ابن مانکیل سے وہ داؤد
ابن محمد معروف بہ خادم الفقراء
سے وہ ابوالعباس ابن ادریس سے، وہ
ابوالقاسم ابن رمضان سے وہ یعقوب
طبری سے وہ ابو عبداللہ عثمان
سے وہ ابو یعقوب نہرجوری سے، وہ
ابو یعقوب سوسی سے وہ عبدالواحد
ابن زید سے وہ کمیل ابن زیاد سے وہ
اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم
سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ
روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثة عشر لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نوراللہ وھومن ابیه السید علی محمد وھومن السید محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھومن ابیه السید حسن وھومن ابیه السید عبدالغفور وھومن السید احمد وھومن ابیه السید راجو وھومن ابیه السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھومن ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھومن الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھومن الشیخ رکن الدین عرب شاہ وھومن الشیخ معین الدین احمد الزرکوب وھومن الشیخ صدر الدین عبداللطیف القیصری وھومن الشیخین نجم الدین ابی الکریم بن عبداللہ بن محمد بن شاہ زور الرازی المعروف بلایه وسعد الدین ابی المحاسن الحموی وھما من الشیخ المقتدی رئیس المھتدی نجم الملت والدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی الخیوقی المشھور بنجم الدین الکبریٰ وھومن الشیخ

تیرھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبداللہ شیرازی سے وہ شیخ رکن الدین عرب شاہ سے وہ شیخ معین الدین احمد زرکوب سے وہ شیخ صدر الدین عبداللطیف قیصری سے، وہ شیخ نجم الدین ابو الکریم ابن عبداللہ ابن محمد ابن شاہ آور رازی معروف بہ دایہ سے اور سعد الدین ابو المحاسن حموی سے وہ دونوں شیخ مقتدی رئیس مہتدی نجم الملت والدین ابو الجناب احمد ابن عمر خوارزمی خیوقی المشہور بہ نجم الدین کبری سے آپ شیخ

عمار ابن یاسر الیدلیسی وھو من
الشیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبد
القاھر السھروردی وھو من ابی یوسف
الھمدانی وھو من عبد اللہ الجعفری
وھو من احمد بن فضالہ وھو من ابیہ
فضالہ وھو من الشیخ ابی علی
الخراسانی وھو من ابی جعفر الخلدی
وھو من سید الطائفہ الجنید البغدادی
وھو من خالہ السری السقطی وھو
من المعروف الکرخی وھو من داؤد
الطائی وھو من حبیب العجمی وھو
من الحسن البصری وھو من اسد اللہ
الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی
طالب کرم اللہ وجہہٗ وھو من خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ
وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ وسلم وھو من
امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین۔

عمار ابن یاسر بدلیسی سے، وہ
شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر
سہروردی سے وہ ابو یوسف ہمدانی
سے وہ عبد اللہ جعفری سے وہ
احمد ابن فضالہ سے وہ اپنے
والد فضالہ سے وہ شیخ ابو علی
خراسانی سے وہ ابو جعفر خلدی سے
وہ سید الطائفہ جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ داؤد
طائی سے وہ حبیب عجمی سے
وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ
الغالب امیر المومنین علی ابن
ابو طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلے
اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے
اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ
روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الرابعۃ عشر لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن

من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ[1] ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من الشیخ بابا یوسف وھو من الشیخ المقتدی رئیس المھتدی نجم الملۃ والدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی الجیرتی المشھور بنجم الکبری وھو من الشیخ اسماعیل القیصری وھو من محمد بن مانکیل وھو من داؤد بن محمد المعروف بخادم الفقراء وھو

چودھواں[14] خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے

اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ بابا یوسف سے وہ شیخ مقتدی رئیس مہتدی نجم الملت والدین ابو الجناب احمد ابن عمر خوارزمی خیرتی المشہور بنجم کبری سے وہ شیخ اسمٰعیل قیصری سے وہ محمد ابن مانکیل سے وہ داؤد ابن محمد المعروف بہ خادم الفقراء سے

---

[1] درایں جا درمیان ابی الفتوح احمد و نجم الدین الکبری چند وسائط باید دریں جا یک واسطہ بنشستہ اند، در کتاب دیگر ایں عبارت است۔ ۱۲

اس مقام پہ ابوالفتوح احمد سے لیکر حضرت نجم الدین کبری قدس سرہما تک کچھ نام ہونا چاہئے یہاں صرف ایک واسطہ لکھا ہوا ہے، دوسری کتاب میں بھی (حاشیہ کی) یہ عبارت موجود ہے ۱۲۔

وھو من ابی العباس بن ادریس وھو من ابی القاسم بن رمضان وھو من یعقوب الطبری وھو من ابی عبداللہ بن عثمان وھو من ابی یعقوب النہرجوری وھو من ابی یعقوب السوسی وھو من عبدالواحد بن زید وھو من کمیل بن زیاد وھو من اسد اللہ الغالب امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

وہ ابوالعباس ابن ادریس سے، وہ ابوالقاسم ابن رمضان سے، وہ یعقوب طبری سے وہ ابوعبداللہ ابن عثمان سے وہ ابویعقوب نہرجوری سے، وہ ابویعقوب سوسی، وہ عبدالواحد ابن زید سے وہ کمیل ابن زیاد سے وہ اسداللہ الغالب امیرالمومنین علی بن ابوطالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

مسئلة الخامس عشر الفقیر شاہ ابوالحسن
من السید محمد المشہور بشاہ حضرت
الحسینی وھو من الشیخ عبد الصمد وھو
من شاہ صبغة اللہ وھو من السید
وجیہ الدین حیدر علی الثانی وھو
من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد
غوث وھو من الشیخ ظہور حاجی حضور
وھو من ابی الفتح ھدایت اللہ سرمست
وھو من الشیخ محمد علا وھو من
الشیخ علی بدوانی وھو من الشیخ کریم
الدین الاودھی وھو من الشیخ جمال الدین
الاودھی وھو من الشیخ شرف الدین احمد
بن یحیی المنیری وھو من الشیخ نجیب الدین
الفردوسی المعروف بنجم الصغری وھو
من الشیخ رکن الدین الفردوسی وھو من الشیخ
بدر الدین السمرقندی وھو من الشیخ
سیف الدین الباخرزی وھو من الشیخ
المقتدی رئیس المھتدی نجم الملت
والدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی
الجیرتی المشہور بنجم الدین الکبریٰ
وھو من الشیخ عمار ابن یاسر
البدلیسی وھو من الشیخ ضیاء الدین

پندرھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے
پہنا ہے، وہ شیخ عبدالصمد سے وہ شاہ
صبغۃ اللہ سے وہ سید وجیہ الدین،
حیدر علی ثانی سے وہ حاجی حمید المعروف
بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ
ظہور حاجی حضور سے وہ ابو الفتح
ہدایت اللہ سرمست سے، وہ
شیخ محمد علا سے وہ شیخ علی
بدوانی سے وہ شیخ کریم الدین اودھی
سے وہ شیخ جمال الدین اودھی سے،
وہ شیخ شرف الدین احمد ابن یحیٰی
منیری سے وہ شیخ نجیب الدین
فردوسی المعروف بہ نجم صغریٰ سے
وہ شیخ رکن الدین فردوسی سے وہ شیخ
بدر الدین سمرقندی سے وہ شیخ
سیف الدین باخرزی سے وہ شیخ
مقتدی رئیس مہتدی نجم الملت
والدین ابو الجناب احمد بن عمر خوارزمی
خیرتی المشہور بہ نجم الدین کبریٰ سے
وہ شیخ عمار ابن یاسر بدلیسی سے
وہ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب

ابی النجیب عبد القاھر السھروردی
وھو من عمہ الشیخ وجیہ الدین ابی
حفص عمر السھروردی وھو من ابیہ
محمد ابن عبد اللہ المعروف بعمویہ
وھو من احمد الاسود الدینوری و
ھو من ممشاد علو الدینوری وھو من
سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی
وھو من خالہ السری السقطی وھو
من معروف الکرخی وھو من الامام
علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسیٰ
الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر
الصادق وھو من ابیہ الامام محمّد
الباقر وھو من ابیہ الامام علی
زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشہداء
ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ
الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ
وجہہٗ وھو من خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد
ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطۃ الروح الامین ۔

عبد القاھر سہروردی سے وہ اپنے
چچا شیخ وجیہ الدین ابی حفص
عمر السہروردی سے وہ اپنے والد
محمد ابن عبد اللہ المعروف بہ عمویہ
سے وہ احمد الاسود دینوری سے
وہ ممشاد علو دینوری سے، وہ
سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی
سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ امام علی
موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ
کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر
صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر
سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین
سے وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب
خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین
سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ سے وہ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نور مبین کے حکم سے
بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

السادسة عشر لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من السید محمد المشهور بشاہ حضرت الحسینی وهو من الشیخ عبدالصمد وهو من السید شاہ صبغة الله وهو من السید حیدر علی الثانی وهو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وهو من الشیخ ظهور حاجی حضور وهو من الشیخ ابی الفتح هدایت الله سرمست وهو من الشیخ محمد علا وهو من الشیخ ایوب کاهی وهو من الشیخ بهرام بهاری وهو من الشیخ معز شمس بلخی وهو من الشیخ حسین البلخی وهو من الشیخ مظفر شمس البلخی وهو من الشیخ شرف الدین احمد بن یحیی المنیری وهو من نجیب الدین الفردوسی المعروف بنجم الدین الصغری و هو من الشیخ رکن الدین الفردوسی وهو من بدرالدین السمرقندی وهو من الشیخ سیف الدین الباخرزی وهو من الشیخ المقتدی رئیس المهتدی نجم الملت والدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی الجیرتی المشهور بنجم الدین الکبری وهو من الشیخ عمار بن یاسر البدلیسی وهو من الشیخ ضیاء

سولھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت الحسینی سے پہنا ہے وہ شیخ عبد الصمد سے، وہ سید شاہ صبغۃ اللہ سے، وہ سید حیدر علی ثانی سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ محمد علا سے، وہ شیخ ایوب کاہی سے، وہ شیخ بہرام بہاری سے، وہ شیخ معز شمس بلخی سے، وہ شیخ حسین بلخی سے، وہ شیخ مظفر شمس بلخی سے وہ شیخ شرف الدین احمد ابن یحیٰی منیری سے وہ نجیب الدین فردوسی المعروف بہ نجم الدین صغرٰے سے وہ شیخ رکن الدین فردوسی سے وہ بدرالدین سمرقندی سے وہ شیخ سیف الدین باخرزی سے وہ شیخ مقتدی رئیس مہتدی نجم الملت والدین ابو الجناب احمد ابن عمر الخوارزمی جیرتی المشہور بہ نجم الدین کبری سے وہ شیخ عمار بن یاسر بدلیسی سے وہ شیخ ضیاء الدین

الدین ابی النجیب عبد القاھر السہروردی وھو من ابی یوسف الھمدانی وھو من عبداللہ الخضری وھو من احمد بن فضالہ وھو من ابیہ الشیخ فضالہ وھو من الشیخ ابی الحسن الخراسانی وھو من ابی جعفر الخلدی وھو من سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے وہ ابو یوسف ہمدانی سے وہ عبداللہ خضری سے وہ احمد ابن فضالہ سے وہ اپنے والد شیخ فضالہ سے، وہ شیخ ابو الحسن خراسانی سے وہ ابو جعفر خلدی سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے، وہ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السابعة عشر لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من السید محمد المشهور بشاہ حضرت الحسینی وهو من الشیخ برهان الدین وهو من الشیخ عبد القدوس وهو من ابی البرکت الشیخ عیسیٰ ابن الشیخ قاسم وهو من الشیخ لشکر محمد عارف وهو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وهو من الشیخ ظهور حاجی حضور وهو من الشیخ ابی الفتح هدایت الله سرمست وهو من الشیخ محمد علا وهو من الشیخ علی بدوانی وهو من الشیخ کریم الدین الاودهی وهو من الشیخ جمال الدین الاودهی وهو من الشیخ شرف الدین احمد بن یحیی المنیری و هو من الشیخ نجیب الدین الفردوسی المعروف بنجم الدین الصغریٰ وهو من الشیخ رکن الدین الفردوسی وهو من الشیخ بدر الدین السمرقندی وهو من الشیخ سیف الدین الباخرزی وهو من الشیخ المقتدی رئیس المهتدی نجم الملت والدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی الجیرتی المشهور

سترھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے، وہ شیخ برہان الدین سے وہ شیخ عبد القدوس سے وہ ابوالبرکت شیخ عیسیٰ ابن شیخ قاسم سے، وہ شیخ لشکر محمد عارف سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست سے وہ شیخ محمد علا سے وہ شیخ علی بدوانی سے وہ شیخ کریم الدین اودھی سے وہ شیخ جمال الدین اودھی سے، وہ شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری سے، وہ شیخ نجیب الدین فردوسی المعروف بہ نجم الدین صغریٰ سے وہ شیخ رکن الدین فردوسی سے، وہ شیخ بدر الدین سمرقندی سے، وہ شیخ سیف الدین باخرزی سے، وہ شیخ مقتدی رئیس مہتدی نجم الملت والدین ابوالجناب احمد بن عمر خوارزمی جیرتی المشہور بہ

بنجم الدين الكبرى وهو من الشيخ
عمار بن ياسر اليدليسي وهو من الشيخ
ضياء الدين ابي النجيب عبد القاهر
السهروردي وهو من عمه وجيه الدين
ابي حفص عمر السهروردي وهو من
ابيه محمد بن عبد الله المعروف بعمويه
وهو من احمد الاسود الدينوري وهو
من ممشاد علو الدينوري وهو من سيد
الطائفة ابي القاسم الجنيد البغدادي
وهو من خاله السري السقطي وهو من
معروف الكرخي وهو من الامام علي موسى
الرضا وهو من ابيه الامام موسى الكاظم
وهو من ابيه الامام جعفر الصادق وهو
من ابيه الامام محمد الباقر وهو من
ابيه الامام علي زين العابدين وهو
من ابيه اشرف الشهداء ومحبوب خير
الانبياء الامام ابي عبد الله حسين وهو
من ابيه اسد الله الغالب امير المومنين
علي بن ابي طالب كرم الله وجهه وهو من
خاتم النبين رسول رب العالمين شفيع
المذنبين محمد ن الامين صلى الله عليه
وعلىٰ اله واصحابه وسلم وهو من امر ذي النور
المبين بواسطة الروح الامين -

نجم الدین کبری سے وہ شیخ عمار ابن یاسر
بدلیسی سے وہ شیخ ضیاء الدین
ابو النجیب عبد القاہر سہروردی
سے وہ اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص
عمر سہروردی سے وہ اپنے والد
محمد ابن عبد اللہ المعروف بہ عمویہ
سے وہ احمد الاسود دینوری سے
وہ ممشاد علو دینوری سے وہ
سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی
سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ
رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم
سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے
وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے
والد امام زین العابدین سے وہ اپنے
والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء
امام ابو عبد اللہ حسین سے وہ اپنے
والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثامنۃ عشرۃ لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن من السید محمد المشھور بشاہ حضرت الحسینی وھو من الشیخ برھان الدین وھو من الشیخ عبد القدوس وھو من الشیخ ابی البرکۃ الشیخ عیسیٰ ابن الشیخ قاسم وھو من الشیخ لشکر محمد وھو من حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث وھو من الشیخ ظھور حاجی حضور وھو من الشیخ ابی الفتح ھدایت اللہ سرمست وھو من الشیخ محمد علا وھو من الشیخ ایوب کاھی وھو من الشیخ محمد بھرام بھاری وھو من الشیخ حسن معز شمس البلخی وھو من الشیخ حسین البلخی وھو من الشیخ مظفر معز شمس البلخی وھو من الشیخ شرف الدین احمد بن یحی المنیری وھو من الشیخ نجیب الدین الفردوسی المعروف بہ نجم الدین الصغریٰ وھو من الشیخ رکن الدین الفردوسی وھو من الشیخ بدر الدین السمرقندی وھو من الشیخ سیف الدین الباخرزی وھو من الشیخ المقتدی رئیس المھتدی نجم الملۃ والدین ابی الجناب احمد بن

اٹھارہواں خرقہ جسکو شاہ ابو الحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے وہ شیخ برہان الدین سے وہ شیخ عبد القدوس سے وہ شیخ ابو البرکت شیخ عیسیٰ بن شیخ قاسم سے، وہ شیخ لشکر محمد سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابو الفتح ھدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ محمد علا سے وہ شیخ ایوب کاہی سے وہ شیخ محمد بہرام بہاری سے وہ شیخ حسن معز شمس بلخی سے، وہ شیخ حسین بلخی سے وہ شیخ مظفر معز شمس بلخی سے وہ شیخ شرف الدین احمد ابن یحییٰ منیری سے وہ شیخ نجیب الدین فردوسی المعروف بہ نجم الدین صغریٰ سے وہ شیخ رکن الدین فردوسی سے وہ شیخ بدر الدین سمرقندی سے وہ شیخ سیف الدین باخرزی سے وہ شیخ مقتدی رئیس مہتدی سے وہ نجم الملت والدین ابو الجناب احمد ابن

عمر الخوارزمی الجیرتی المشهور بنجم الدین الکبری وھو من عمار بن یاسر البدلیسی وھو من الشیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاهر السهروردی وھو من ابی یوسف الهمدانی وھو من عبد الله الخضری وھو من الشیخ احمد بن فضاله وھو من ابیه الشیخ فضاله وھو من الشیخ ابی الحسن الخراسانی وھو من ابیه ابی محمد جعفر الخلدی وھو من سید الطائفه ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خاله السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد الله الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم الله وجههٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه وعلیٰ اٰله واصحابه وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطة روح الامین۔

عمر خوارزمی جیرتی المشہور بہ نجم الدین کبری سے وہ عماد ابن یاسر بدلیسی سے وہ شیخ ضیاؤ الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے وہ ابو یوسف ہمدانی سے وہ عبد اللہ خضری سے وہ شیخ احمد ابن فضالہ سے وہ اپنے والد شیخ فضالہ سے، وہ شیخ ابو الحسن خراسانی سے وہ اپنے والد ابو محمد جعفر خلدی سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابو طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلےٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

نورِ معرفت

از
افضل العلماء مولوی
محمد انوار اللہ سرحضی قادری
لطیفی
مدرس دار العلوم لطیفیہ و گورنمنٹ
قاضی ضلع شمالی آرکاٹ
مکان حضرت قطب ویلور

یہ جواہر پارے مجموعۂ تصوف کا ایک گلدستہ ہے جنہیں مختلف تصوف کے رسائل سے منتخب کر کے افادۂ ناظرین کیلئے پیش کیا جارہا ہے۔

سوال: آدمی کے تن میں مصحف کس جگہ ہے؟ اور مومن کیا چیز ہے؟ اور مسلمان کون چیز ہے اور کافر کون ہے؟

جواب سر مصحف ہے، دل مومن ہے، زبان مسلمان ہے نفس کافر ہے، روح مسافر ہے۔!

س۔ ایک کلمہ کافی تھا، پانچ کلمے کس واسطے ہوے؟

ج: کلمۂ طیبہ واسطے صفائی دل کے ہے۔ کلمۂ شہادت واسطے صفائی زبان کے ہے۔ کلمۂ تمجید واسطے صفائی سینے کے ہے کلمہ توحید واسطے صفائی روح کے ہے۔ کلمۂ رد کفر واسطے صفائی ایمان کے ہے۔!

س اگر کوئی پوچھے انسان کے تن میں کتنی روح ہیں؟

ج تین قسم کے روح ہیں۔ اول روح یعنے جو قبر میں آدمی کے ہمراہ رہتی ہے۔ دوم روح مسافر، جب آدمی خواب کرتا ہے باہر نکل آتی ہے۔ سوم روح مقیمی، جو موت کے وقت باہر آتی ہے۔

س اگر تیرے تئیں کوئی پوچھے کہ تن میں تیرے مَنْ عَرَفَ کا مقام کونسا ہے؟

ج بول اول مغز ہے۔ دوم سینہ۔ سوم ناف چہارم کمر۔

س اگر کوئی پوچھے کہ تن میں تیرے یہ چار مقام کس عزم سے رہتے ہیں۔؟

ج بول مغز میں خدا ہوکر رہتا ہے، دوم سینہ میں محمد ہوکر رہتا ہے سوم ناف میں بندہ ہوکر رہتا ہے۔ چہارم کمر میں ملچھی یعنے (دولت) ہوکر رہتا ہے۔

س اگر کوئی پوچھے ان چاروں کا مقام کیا ہے؟

ج بول ایک اللہ۔ ہزار نام پیر پیغمبر انبیاء اولیاء۔ غوث قطب۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔

س بول ہر ایک حرف کی شرح کیا ہے؟

ج بول کمر میں جاکر مَنْ عَرَفَ ہوتا ہے۔ ناف میں جاکر فقد عرف ہوتا ہے سینہ میں جاکر نفس ہوتا ہے مغز میں جاکر رب ہوتا ہے۔

س اگر کوئی پوچھے چار کتابیں تن میں کیا ہیں؟

ج اوّل کتاب مقام ناسوت ہے۔ دوم کتاب
مقام ملکوت ہے سوم کتاب مقام جبروت ہے۔
چہارم کتاب مقام لاہوت ہے۔

س علم الیقین کس کو کہتے ہیں ؟

ج علم الیقین۔ علم یقین ہے۔ مرشد کامل سے حاصل
ہوتا ہے، جو سب شکوک کو کھو کر درجۂ یقین کو پہنچاتا ہے۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العلم الیقین وھو
علم یصرف بما احوال البدن کلھا بالیقین
بحضور المرشد۔ الکامل ھٰذا مرتبۃ
المرۃ المبتدی۔

س عین الیقین کیا ہے۔؟

ج علم شہود کو کہتے ہیں۔!

س حق الیقین کس کو کہتے ہیں ؟

ج علم ذاتی ہے جو تحریر وتقریر سے باہر ہے۔ اگر
پیر زندہ دل ملے تو کام چلے۔

س اگر کوئی پوچھے کہ شریعت، طریقت، حقیقت
معرفت وجود میں کیا ہیں اور کن ہیں۔؟

ج شریعت وجود ہے اور طریقت دم ہے اور معرفت
عقل ہے۔ اور حقیقت روح ہے۔

س اگر کوئی پوچھے تن میں تیرے اندھیرا اجالا کیا ہے؟

ج بول اندھیرا اللہ اور اجالا ابلیس۔ من الظلمات
الی النور۔ من النور الی الظلمات۔!

س حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے
زمین و آسمان اور اس میں جو کچھ ہے سب پیدا ہوا۔
بھلا یہ کہو کہ آسمان کونسے روز پیدا ہوا اور ساتوں
آسمان کے کیا نام ہیں۔؟

ج آسمان یکشنبہ کے روز پیدا ہوا اور نام ساتوں
آسمان کے یہ ہیں:۔ اول آسمان کا نام برقیا، دوسرے
آسمان کا نام فیدوخت ہے۔ تیسرے آسمان کا نام
قیدار۔ چوتھے آسمان کا نام ماعون۔ پانچویں آسمان
کا نام رقعیا۔ چھٹویں کا نام قیلیا۔ ساتویں آسمان کا
نام غربیا ہے۔

س زمین کونسے روز پیدا ہوی اور نام ساتوں
زمین کے کیا ہیں ؟

ج زمین دوشنبہ کو پیدا ہوی۔ اول زمین کا نام
دیا ہے، دوسری زمین کا نام بسیط۔ تیسری زمین کا
نام تقتل۔ چوتھی زمین کا نام خطیجا۔ پانچویں زمین کا
نام مساقلہ۔ چھٹی کا نام ماسلہ۔ ساتویں زمین کا نام
ثریٰ ہے۔

س ابلیس کا تخت گاہ کونسی زمین پہ ہے اور اس
زمین کا کیا نام ہے۔؟

ج ابلیس کا تخت گاہ ساتویں زمین پہ ہے اور
اس کا نام ثریٰ ہے۔

س آدم علیہ السلام کونسے روز پیدا ہوے، اور
کونسے ماہ وتاریخ کو ان کے جسم مقدس میں روح
ڈالی گئی اور جنت میں کتنی مدت رہے۔ اور کتنے

سال گریہ وزاری و استغفار کئے اور قد آپ کا کتنے
گز کا تھا اور عمر کتنے سال کی ہوئی اور کونسے روز
رحلت فرمائے اور کہاں مدفون ہوئے اور حضرت
آدمؑ کی زندگی تک پوتے پر پوتے کتنے پیدا ہوئے
تھے۔ اور حضرت حواؑ کونسی پسلی سے آپ کی
پیدا ہوئی تھیں۔ اور باغوائے ابلیس کھانے دانۂ گندم
کے برہنہ ہوئے تب کونسے درخت نے آپ کو ستر
ڈھانپنے کے لئے پتہ دیا اور آدم و حوا کے ساتھ کون
کون زمین پر پھینکے گئے۔ اور ان کے نام کیا ہیں ؟
اور آدم و حوا کہاں کہاں گرے اور آدمؑ و حواؑ جو
روئے ان کی آنسو سے کونسے کونسے جھاڑ پیدا ہوئے
اور جس وقت قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا
اس وقت آدمؑ کہاں تھے اور حضرت آدم اول مرے
یا حضرت حواؑ، اور خاص آپ کے فرزند کتنے تھے ؟
اور آپ کا قلم کونسا تھا۔ ؟

ج آدم علیہ السلام آخر یوم جمعہ کو پیدا ہوئے، اور
دسویں تاریخ محرم کو روح مقدس آپ کے جسم میں براہ
سر حلول کی اور آدم صبح سے غروب آفتاب تک اسا روز ہائے
اوس جہاں سے بہشت یعنے نیم روز کے برابر پانسو سال
اس جہاں کی ہوتا ہے، رہے اور تین سو سال گریہ وزاری
واستغفار کئے اور قد آدم کا بقدر ساٹھ گز کے تھا
اور عمر آپ کی ہزار سال کی اور بروز جمعہ مکہ شریف میں
رحلت فرمائے اور کوہ بوقبیس میں مدفون ہوئے اور
آدمؑ کی زندگی تک پوتے پر پوتے ۴۰۰۰۰۰ چار لاکھ ہو
چکے تھے اور حواؑ استخوان پہلوئے چپ سے پیدا ہوئی
تھیں، اور باغوائے ابلیس لعین بسبب کھانے دانۂ گندم
کے جب برہنہ ہوئے برگ درخت انجیر سے ستر عورت کیا
اور سب اہل جنت اُن کے حال پہ روئے۔ مگر سونا اور
چاندی و درخت عود نہ روئے اسی سبب ان کی تعزیر
ٹھہری کہ جب تک آگ میں نہ رکھی جائیں کام میں نہ آئینگے
اور آدم و حوا کے ساتھ ابلیس و سانپ و طاؤس جنت
سے زمین پہ پھینکے گئے۔ اور آدمؑ جزیرہ سراندیپ
جبل راہون پہ گرے۔ اس وقت قد آدم ساٹھ گز کا تھا۔
اور حواؑ جدہ پہ گریں۔ اور آدمؑ و حواؑ کے رونے
سے لونگ زعفران اور زنجبیل اور الائچی وغیرہ
خوشبودار چیزیں پیدا ہوئیں اور جس وقت قابیل
نے اپنے بھائی ہابیل کو مارا اس وقت آدمؑ مکہ میں
تھے۔ اور آدمؑ حواؑ سے ایک برس پہلے مرے اور آپ
کی خاص اولاد یعنی فرزند اکتالیس ۴۱ اور دختریں بیس ۲۰
تھیں۔ سب جوڑے سے پیدا ہوئے مگر حضرت
شیث علیہ السلام اکیلے تنہا پیدا ہوئے، اور قلم
آپ کا سُریانی تھا۔

خوارق حیدریہ

از:-
افضل العلماء
مولوی محمد ابوبکر
ملیباری۔ لطیفی
قمری
دار العلوم اللطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

مسلسل چار سال سے
سالنامۂ اللطیف میں خوارق حیدریہ قسطوار شائع ہوتی آرہی ہے۔ مذکورہ نادر و نایاب کتاب حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دلچسپ و حیرت انگیز خوارق پر مشتمل ہے۔ لہٰذا بفضلہٖ تعالیٰ امسال بھی اس کڑی کا چوتھا خرقہ مفہوم خیز ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے —
قمری

رسیدن آنسرور بلب بحر جماد و دیدن راہب بران بحر و بیان آں۔

آں بدر السریع السیر زمین و زماں در ہر منزل و مکان از عجائب و غرائب دوراں مشاہدہ می نمود، ناگاہ دراثنائے قطع راہ بجوئے رسید کہ آبش از صفا ہمہ چشمۂ حیواں و در طول و عرض زیادہ تر از دریائے عمان و برلب آں راہبے با موئے ژولیدہ و خاکستر بر ہمہ اعضاء مالیدہ اتفاقاً با شاہ دوچار شد بمجرد ملاقات بے تعرف گفت السلام علیك یا حیدر ولی اللہ ؒ و چوں آں راہب ریاضت گر بے معرفت سابقہ نہ نشانے از شاہ دیدہ و نہ نامے از آں سرور شنیدہ بنام خواندن او شاہ را تعجب آورد و از روئے حیرت سوال کرد کہ راہبا درمیان ما و تو ہیچ نوع و وجہ معرفتے و آشنائے نیست بچنیں بے تعرف

یہ خرقہ آپ کے بحر جماد پر پہنچنے، وہاں ایک راہب کو دیکھنے اور اس کی وضاحت میں ہے۔

زمین و زماں کا وہ تیز رفتار ماہ کامل یعنی حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قدس سرہٗ راستہ کی عجیب غریب چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے ناگاہ ایک دریا پر پہنچے جس کا پانی اپنی صفائی اور پاکیزگی میں آب حیات سے بھی کہیں زیادہ بہتر تھا اور اس کا طول و عرض دریائے عمان سے بھی کہیں زیادہ وسیع۔ اس دریا کے کنارے رہنے والے ایک راہب جسکے بال بٹے ہوئے تھے اور تمام بدن پر مٹی ملی ہوئی تھی آپکو دیکھا اور بلا کسی تعارف کے پہلی ہی ملاقات میں آپ کا نام لیتے ہوئے "السلام علیکم یا حیدر ولی اللہ" کہا۔ پچھلی کسی جان پہچان اور نام و نشان کے بغیر اس عابد و زاہد راہب کا اس طرح سے نام لیکر بلانا حضرت کیلئے انتہائی تعجب کا باعث ہوا۔ آپ نے حیرت سے دریافت کیا کہ اے راہب ہمارے تمہارے درمیان کسی قسم کی

نام من چوں میدانی و بداں نام میخوانی بے معرفت
میاں سہ

نے معرفت میان من تو دریں زمن
در حیرتم چگونہ تو خوانی ز نام من

گفت اے شاہِ من، مرد راہبم و عالم قوم خودم و در علم خود سر آمدۂ قوم و از مدت سی سال بر لب ایں جوی باریاضت کردم، سبب ریاضت من آنست کہ مدت العمر آرزو کردم کہ آب ایں جو عبور نمودہ عجائبات و غرائبات آں طرف بہ بینم۔ حیدرا عبور ایں آب از جملہ محالات است و تاثیر عجیب دارد و آں آنست کہ ہر چیزے از چیزہائے دنیاوی کہ بدو میرسد خواہ از آدمی خواہ از چوب خواہ از جامہ ہر چہ نباتے باشد بجمادی مبدل می شود، سخت تر از سنگ سیاہ می شود اگرچہ پنبۂ نرم باشد بمجرد رسیدن دراں سنگ سخت می شود و ہمچوں جماد منجمد میگردد۔ پس ازیں، ہیچ کس از بنی آدم برلب ایں جو نمی تواند کہ مردانہ از شناوری یا برلب ایں حد نہد و ازیں ورطہ ہائل عبور نمود، برلب آں طرف رسیدہ از احوال آں طرف خبر دہد الا در علم خود دیدہ ام کہ مردے بدیں قد و قامت و بدیں شکل و نسلش از فرزندان علی علیہ السلام نامش حیدر ولی اللہ مردانہ و بے ملاحظہ قدم

جان پہچان ہے نہ آشنائی، پھر تم نے بغیر تعارف کے میرے نام کو کیسے جانا اور مجھے اپنے نام سے یاد کیا۔

کچھ معرفت نہیں ہے میرے اس کے درمیاں
حیراں ہوں اس نے کیسے بلایا ہے نام سے

راہب نے جواباً عرض کیا کہ اے شاہِ محترم! میں ایک راہب ہوں، اپنی قوم کا عالم، علم و دانش میں اپنے وقت کا سربرآوردہ، پورے تیس برس سے اس دریا کے کنارے عبادت میں مصروف ہوں۔ یہاں عبادت و ریاضت کرنے کا واحد سبب اس بات کی خواہش کہ اس دریا کو عبور کروں اور اس طرف پائے جانے والے عجائبات و نوادرات کو دیکھوں۔ اے حیدر! اس پانی کو عبور کرنا محالات سے ہے کیونکہ یہ پانی اپنے اندر عجیب تاثیر رکھتا ہے۔ اس دنیا کی جو بھی چیز چاہے آدمی ہو یا کپڑا یا لکڑی، اس میں گر جائے تو ایسی جامد ہو جاتی ہے کہ گویا سنگ سیاہ حتیٰ کہ نرم روئی بھی گرے تو سخت پتھر بن جاتی ہے۔ انسانوں میں کسی کی یہ مجال نہیں کہ مردانہ وار اپنے قدم کو اس میں ڈال سکے اور اس بھنور کو پار کرتے ہوئے اس جانب پہنچ جائے اور وہاں کے احوال کی خبر دے سکے۔ ہاں میں نے اپنے علم سے یہ معلوم کیا ہے کہ ایک آدمی، جو اس قد و قامت اور اس شکل و صورت، روشن دل حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے ہوگا جس کا نام حیدر ولی اللہ ہو گا، وہ بلا تردد اپنے قدم کو پانی میں ڈالنے

دریں آب نہد واز کنارۂ اول بہ کنارۂ آخر رسد۔ و بہ ہیچ گونہ ازیں آب کثیف بذاتِ شریفش تاثیر نہ کند۔ پس اے شاہ تو آں باشی، لہٰذا بے تعرف ظاہری و باطنی از نام تو خبر میگویم، امید وارم کہ بہ یمن تو و بدستیاری کرم ورحم تو خود ہم رخت ازیں ورطہ ہلکہ بدر برم۔ ازیں امید از مدت سی سال بر کنارہ ازیں جوی ریاضت کردم کہ ترا یابم و بہ یمن تو بمقصود رسم۔ چوں آں سرور ایں حرف شگرف ازاں راہب استماع نمود، مردانہ بے محابا بر لب آں آب رسید و بہ نیت وضو چند غرفۂ آب در دستِ مبارک گرفت تاکہ وضو تمام گردد و ذرہ ازاں آب معلوم در ذات شریفش موثر نیامد، ازیں ذات او عین فنا فی اللہ وجود او عین فنا فی الرسول بود۔ پس چہ مجال آں آب کثیف در ذات لطیفش موثر آید واز ہیئتے بہ ہیئتے بگرداند۔ آنگاہ تمام وضو ساختہ بقصد شناوری خود را در آب افگند واز برائے شنا دست و پا زدن گرفت۔ قضا را راہب معلوم چوں شاہ را دید کہ در آب شنا می کند ہوسے در دلش پدید آمد وبر اثر شاہ خود را بر آب زد بمجرد افتادن دو سہ گام نرفتہ بود، کہ آں آب قہر آمیز در وجودش موثر آمد واز سر تا پا تمثالے از سنگ گردانید۔ چوں شاہ نیم ازاں آب عبور کردہ بود۔ ناگاہ بالتفی آواز داد، کہ

ہوے دوسرے کنارے پر پہنچ جائے گا۔ یہ کثیف پانی اس کی پاکیزہ ذات پر کسی طرح بھی اثر انداز نہ ہوسکے گا، اے شاہ محترم! چوں کہ وہ آپ ہی ہیں اسی لئے میں نے کسی قسم کے تعارف کے بغیر آپ کا نام لیا ہے، اب میں اس بات کا آرزو مند ہوں کہ آپ کی برکت ودستگیری سے اس ہلاکت خیز بھنور سے اپنے آپ کو نکال لے جاؤں، اور اس دریا کے کنارے تیس سال سے اسی امید پر عبادت کر رہا ہوں کہ آپ کو پاؤں اور آپ کی برکت سے اپنے مقصود کو پہنچوں۔ شاہ محترم نے اس راہب کی معنی خیز باتوں کو سنا اور مردانہ وار بلا خوف وخطر دریا پر گئے۔ وضو کے ارادے سے اپنے ہاتھ سے پانی کے چند چلو اٹھائے، وضو کرنا شروع کیا۔ اسکے باوجود آپ کی ذات والا صفات پر پانی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کی ذات فنا فی اللہ تھی اور آپ کا وجود فنا فی الرسول تھا کثیف پانی کی کیا مجال تھی کہ آپ کی ذات پاک میں اثر انداز ہوتا، اور ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں بدل دیتا۔ آپ نے وضو پورا کرکے تیرنے کے ارادے سے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ تیرنا شروع کیا۔ اتفاقاً راہب کو معلوم ہوگیا کہ جیسے ہی اس نے دیکھا کہ آپ دریا میں تیر رہے ہیں۔ اسکے دل میں ہوس پیدا ہوئی، اس کے پیچھے ہی کود گیا۔ پانی میں گرنا ہی تھا کہ قہر آمیز پانی اس کے جسم میں اثر کر گیا اور وہ سر تا پا پتھر کی مورت بن گیا۔ شاہ محترم جبکہ دریا کا نصف حصہ طے کر چکے تھے اچانک ایک

ظلمی وجفائے بر وجود خود کردی وبرای العین
دیدہ ودانستہ در بلائے کہ کمترین پایہ اش
بیم جان باشد افتادی خوب ہرچہ شدنی بود،
شد پس می باید کہ لمحہ درپس پشت خود بازنگری
وبہ زودی ازیں ورطۂ جان ستان عبور نمائی
چوں پادشاہ ممالک لاخوف علیہم ولا
ہم یحزنون ندا از منادی شنید تبسم نمود
وازپاسخش فرمود بہ گوشت وپوست کہ بر
وجود من است نہ آں گوشت وپوست است کہ
ہر موثرے در وتاثیر می کند بلکہ خمیر وجود م
مخمر قدرت درخانۂ لیس الوجود الا ھو استعداد
یافتہ، پس ہیچ متغیرے اورا تغیر وتبدیل نتواند
کرد، نیز می گوئی کہ ایں بلا ہم جان است ما ہم
آں مردانیم کہ کمینہ ہمت ما جان باختن است
ومردانہ ہم برسر ہر بلا تاختن پس لپشت
خود نگاہ کرد، دید کہ راہب معلوم بمجرد در آب
افتادن از ہیئت خود گردیدہ مسخ شدہ وجسم
نباتی او بجمادی مبدل گشتہ۔ آنگاہ بے ہراسانہ
آہستہ آہستہ بکنارہ دوم رسید ناگاہ بعد
از عبور آب چوں قدرے چند بر ساحل رفت
دید کہ ہمہ بجائے ریگ وسنگ جواہر خوش رنگ
ولعل گراں قیمت وسنگ افتاد، لیکن از دل
غنا منزل ذرہ التفات بآں نہ نمود۔ بلکہ

ایک غیبی آواز آئی کہ آپ نے اپنے وجود پر ظلم وستم
کیا ہے جانتے بوجھتے کہ اسکی معمولی صفت خوف جان
ہے پانی میں کود پڑے ؟ خوب جو کچھ ہونا تھا ہو گیا
اب آپ کو چاہیئے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی پیچھے کی طرف
نہ دیکھیں تیزی کے ساتھ اس جان لیوا بھنور سے نکل
جائیں، بادشاہ ممالک "لاخوف علیہم ولاہم یحزنون" نے
یہ سن کر مسکرا دیا۔ اور کہا کہ میرا یہ گوشت وپوست
ایسا گوشت وپوست نہیں ہے کہ کوئی بھی چیز اس پر اثر انداز
ہو سکے۔ بلکہ میرے وجود کا خمیر لیس الوجود الا ھو
کے گھر میں خمیر گر قدرت کے ہاتھ سے بنا ہے۔ لہذا
اس کو کوئی بھی چیز متغیر نہیں کر سکتی۔ تم یہ کہتے ہو
کہ اس بلا کا ادنیٰ سا وصف جان کا خوف ہے، ہم
بھی وہ مرد ہیں کہ ہماری ادنیٰ سی ہمت جان سے
کھیلنا مردانہ وار ہر مصیبت کے سر پہ پہنچ جانا ہے۔
غرض آپ نے پیچھے کی طرف نظر کی۔ دیکھا کہ
راہب پانی میں گرنے کی وجہ سے اپنی ہیئت اصلی کھو
کر مسخ ہو گیا ہے اور اس کا جسم پتھر بن گیا ہے، یہ
سب کچھ دیکھنے کے بعد آپ بلاخوف وخطر آہستہ آہستہ
دوسرے کنارے پہ پہنچ گئے۔ ساحل پہ چند قدم
چلنے کے بعد آپ نے دیکھا کہ ریت اور کنکریوں کے
بجائے خوبصورت ہیرے جواہرات خوش رنگ
لعل اور قیمتی پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن آپ نے
اپنے مستغنی دل سے ان کی طرف ذرہ بھی توجہ نہ

بلکہ بگوشۂ چشم نہ نگریست، پس باشتابی وسرعت
ہر چہ تمام تر ازانجا گذر نمود۔ چوں گامے چند
در پیش راند جمعے از زاہداں کہ بجا سوسس
راہ متعین ونامزد بودند شاہ را دیدند، ازاں آب
بحر جماد کہ عبورش از جملہ محالات است عبور
نمودہ بطرف خود میرسد۔ جملہ متعجباً پیش شاہ
دویدند از کدام طرف واز کدام ملک پرسیدند
چراکہ ہیچ آفریدہ از آفریدگان خدائے عزوجل
وہیچ فردے از افراد بنی آدم عبور آں ورطۂ
جانستاں نمود بایشاں نرسیدہ بود۔

الغرض ہر یکے بحقیقت چناں فہم کردند کہ ایں
مرد عالی ہمت وذوی الکرامت از اولیائے خدائے
تعالیٰ است کہ از تا چنیں جوئے مردم خوار بحر جماد
عبور نمود، بایں کنارۂ دویم رسیدہ ہیچ اثرے
ازآں آب بوجود موثر نیامدہ، پس تعظیم وتکریم
تمام شاہ را بشہر خود آوردہ حاکم خود را متنبہ
کردند کہ دریں ہنگام متعجب انجام مردی بدیں قد
وقامت ذی الہمت صاحب کرامت وادی خونخوار
بحر جماد ازشنا عبور نمود، بدیں طرف رسیدہ
ولیکن حاشا وکلا کہ ہیچ اثرے از تاثیرات آں
بوجود مبارکش موثر نیامدہ۔ الغرض حاکم ازیں
خبر تعجب اثر ازاں چند نفر استماع نمود متعجب و
متحیر گفت کہ از مدت ابوالبشر آدم علیہ السلام

کی حتیٰ کہ گوشۂ چشم سے بھی دیکھنا گوارا نہ کیا۔
تیزی کے ساتھ آگے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ آپ
نے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ زاہدوں کی
ایک جماعت جو راستے کی نگرانی کیلئے متعین تھی اس
نے دیکھا کہ آپ بحر الجماد کو عبور کرکے آرہے ہیں جس
کا عبور کرنا بالکل محال ہے تمام تعجب کرتے ہوئے
شاہ کی خدمت میں دوڑتے چلے آئے اور پوچھنے لگے
کہ کس طرف سے آئے ہو، کس ملک سے آئے ہو؟
کیونکہ خلق خدا اور بنی آدم سے کوئی بھی اس جان لیوا
بھنور کو عبور نہیں کیا اور نہ ان تک پہنچا۔

حاصل کلام ہر ایک نے یہی سمجھا کہ یہ کوئی مرد عالی
ہمت صاحب کرامت اللہ کے ولی ہیں۔ جو ایسے مردم
خوار بحر جماد سے دوسرے کنارے پر پہنچے اور آپ پر
کچھ پانی کا اثر نہیں ہوا۔ ان لوگوں نے آپ کی بڑی
تعظیم وتکریم کی اور جلدی جلدی شاہ محترم کو اپنے
شہر لے آئے اور اپنے سردار کو اس کی اطلاع دی۔
کہ اس وقت ایسی شکل وصورت والے صاحب ہمت
وکرامت بزرگوار وادئی خونخوار اور بحر جماد کو عبور
کرکے یہاں تشریف لائے ہیں۔ حاشا وکلا کہ ان
کے جسم مبارک پر ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ حاکم نے
ان لوگوں سے اس تعجب خیز خبر کو سن کر حیرانی کے
ساتھ کہا کہ آدم علیہ السلام سے اب تک سوائے حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کے اس دریا کو کسی نے

ہیچ یکے از آدمیان خاص و عام غیر از علی
علیہ السلام عبور ایں جوئے نمودہ بدیں
طرف نرسیدہ واز بزرگان خود شنیدہ شدہ
کہ یکبارگی ازاں طرف حضرت مشکل کشا
علی دریں شہر رسیدہ ایں ظلمت آباد کفرۂ فجرہ
را بسراج وہاج دین متین محمدی منور و مزین
گردانیدہ باز بعد از روز چند عنان عزیمت بالصواب
معطوف ساختہ غالباً ایں مرد کامل ہم از فرزندان
آں سرور ہست وجود شریفش بضعہ از ذات
اوست کہ از صدمت تاثیر ایں آب محفوظ و
مصئون صحیح و سالم بدیں جانب رسیدہ۔ پس
ہموں وقت با چند خادمان معدود کہ ندیم حاجب
او بودند استقبال آں سرور پیش آمد ہنوز
چند کام مسافتے درمیان ماندہ بود کہ بشاہ دوچار
شد بمجرد نظر آثار وقار بر بشرۂ پر انوار
آں سید ابرار برائے العین مشاہدہ فرمودی۔
اختیار از ہموں جا سخنے بیش رسید و سجدۂ
چند دمادم بتقدیم رسانید و بعزت و جلال
وتجمل حکومت درون شہر آوردہ بمحل خاص
خود فرود آوردہ میوہا و طعام ہا کہ لذیذ و عزیز
اند یار باشد بتوالی و تواتر پیشکش خدمت
آنحضرت نمود شرف قبولش را مترصد و متفرقت
میوہ چوں چند روزے بریں گذشت بعد ازاں

بھی عبور نہیں کیا۔ اپنے بزرگوں سے سنا گیا ہے
کہ ایک مرتبہ حضرت علی مشکل کشا اس شہر میں تشریف
لائے تھے اور کفار فجار کے اس ظلمت کدہ کو
دین متین محمدی کے روشن چراغ سے منور فرما
دیا۔ پھر چند دنوں کے بعد یہاں سے واپس
لوٹ گئے۔ غالباً یہ مرد کامل بھی حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کی اولاد سے ہیں جس کی وجہ سے اس خونخوار
دریا کا پانی ان کے جسم پہ اثر انداز نہیں ہوا، جو
سلامتی کے ساتھ یہاں پہنچے ہیں۔
یہ کہہ کر اسی وقت چند مخصوص
خادموں کے ساتھ آپ کے استقبال کے
لئے روانہ ہوا۔ اس کے اور شاہ محترم کے
درمیان ابھی تھوڑا سا فاصلہ باقی تھا کہ جیسے ہی
شاہ پہ نظر گئی آپ کے چہرۂ پُر انوار پہ خاندانی
وجاہت کو دیکھا اور بے اختیار اسی جگہ سے
جھک کر سجدۂ تحیت بجا لاتے ہوئے آگے بڑھا
پوری شان و شوکت اور تعظیم و تکریم کے ساتھ
شہر کے اندر اپنے خاص محل میں آپ کو اُتارا
اور لذیذ میوے اور مزیدار کھانے مسلسل آپ
کی خدمت میں پیش کرتا اور شرف قبولیت
کا منتظر رہتا۔ اسی طرح چند روز گزرے
اس کے بعد اپنے کامل اعتقاد کے ساتھ
آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گیا۔ اس کے

از توجہ و اعتقاد ظاہری و باطنی خود را در
سلک مریدان آنسرور مسلک گردانید۔ آنگاه
آن سرور از محل خاص آن حکم رخت خود بمسجد
آورده چند روزی اقامت نمود۔ بسیار کس
از عام و خاص بہ ہدایت خود از بادیۂ ضلالت
بیروں آورده بر شارع متین استقامت
بخشید و برحکم ادع الی سبیل ربك
بالحکمة والموعظة بزبان فصیح و
بیان ملیح بسیار دلہائے تاریک کفر را بنور
اسلام منور ساخت ؎

آن چراغ خاندان مصطفیٰ   خلق را بنمود راهِ باصفا

روزے دریں اثنا شاہ عالی تبار ازاں جماعۃ
تفتیش کسب ایشاں نمود کہ معاش شما از کدام عمل
حاصل ہست و اوقات گذاری شما از کدام کسب می شود
آنگاه ہر یکی منفخ و کوره و آلات زرگری پیش
آورد بحضور آنسرور چناں عرض نمودند۔ سیدا! در
شہر ما چہ از صغیر و کبیر و چہ بزناں و پسر و چہ مرد و زن
ہیچ یکی نیست کہ عمل کیمیائیت ندارد۔ ما ہمہ کیمیاگریم
و در صنعت کیمیاگری نظیری نداریم چنانچہ در ولایت شما
ہر بیوه زنی کہ نان پختن آساں میداند در شہر ما ہر
بیوه زنی را ہمچناں کیمیا راست کردن آسانست۔ آنگاه
ہر یک از عمل خود کہ صحیح و مجرب باشد پیشکش شاه نمودند و شاه
آنرا بعبارت فارسی کنده از انجا ہمراه خود بایں ولایت آوردند
از مرشد لی مع اللہ سید الثقلین شاه و ما شنیدیم کہ ہنوز تا الی الآن چند اجزا در خاندان ما ہست ۔

بعد شاہ محترم اس حاکم کے محل خاص سے مسجد میں چلے آئے
چند دن یہیں قیام پذیر رہے۔ اس مدت میں بہت سے
لوگوں کو اپنی ہدایت کے ذریعہ وادی ضلالت سے باہر
نکال لائے اور شرع متین کے راستے پہ لگا دئے ادع الی
سبیل ربك بالحکمة والموعظة کے مطابق اپنی فصیح
زبان اور عمدہ بیان کے ذریعہ بہت سے کافرین کے تاریک
دلوں کو نورِ اسلام سے منور کر دیا۔ ؎

اے چراغ خاندانِ مصطفیٰ
خلق کو دکھلائے راہ صفا

ایک دن آپ نے ان لوگوں سے ان کی محنت و کمائی کے
بارے میں دریافت فرمایا کہ تم لوگ روزی کیسے حاصل کرتے ہو
اور کس طریقے سے تمہارے اوقات گذر بسر ہوتے ہیں؟
ہر ایک نے اپنا بھنۃ، بھٹی اور زرگری کے آلات کو آپکی خدمت
میں پیش کیا اور کہا کہ اے ہمارے آقا ہمارے شہر میں ہر چھوٹا
بڑا، بوڑھا جوان، مرد و عورت، تمام کیمیا بنانے کا طریقہ
اچھی طرح جانتے ہیں، جس طرح کہ آپ کے شہر میں ایک بیوہ
عورت بآسانی روٹی پکانا جانتی ہے، اسی طرح ہمارے
شہر میں ہر بیوہ عورت کیمیاگری میں ماہر ہوتی ہے۔ پھر
ہر ایک نے اپنے کیمیاگری کے صحیح اور مجرب طریقے کو
آپکی خدمت میں پیش کیا۔ شاہ محترم نے ان طریقوں
کو فارسی زبان میں محفوظ کر لیا اور اپنے ہمراہ اس ملک
میں لے آئے ہمارے مرشد شاہ محترم سے ہم نے سنا ہے کہ ابتک
اسکے بعض اجزاء ہمارے خاندان میں ہیں ۔

نعتِ نبیؐ

از
جناب کبیرؔ
حیدرآبادی

پیشکش:
محمد جعفر پاشاہ رنگلی
متعلم دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

سیرت کے نظارے نظروں کے جب سامنے پائے جاتے ہیں
سرکارِ دوعالم کے جلوے آنکھوں میں سمائے جاتے ہیں

معراج میں عرشِ اعظم پر سرکارؐ بلائے جاتے ہیں
اس طرح رسولِ اکرمؐ کے اعزاز بڑھائے جاتے ہیں

کس شان کی ہے سرکارِ نبی کس شان کا ہے دربارِ نبیؐ
آ آ کے فرشتے تعظیم سے سر اپنا جھکائے جاتے ہیں

ہر غم کا مداوا یادِ نبیؐ، ہر درد کا درماں ذکرِ نبیؐ
سب ان کا کرم ہے ہر مشکل آسان بنائے جاتے ہیں

حوروں کی تمنا، فکرِ جناں، ہو تجھ کو مبارک اے زاہد
ارمانِ محمدؐ کو دل میں ہم اپنے بسائے جاتے ہیں

جانا ہو مدینہ کو تیرا کہہ دینا شہِ بطحا سے صبا
فرقت میں تمہاری صبح و مسا ہم اشک بہائے جاتے ہیں

یہ فخر بھلا کیا کم ہے کبیرؔ اور ایسی سعادت کا کیا کہنا
محفل میں حضورِ اقدسؐ کی ہم نعت سنائے جاتے ہیں

تخلیقِ انسانی در آئینۂ قرآنی

از جناب قاری محمد انصار علی قریشی صاحب
(مولوی کامل جامعہ نظامیہ)
— مدرس —
مدرسہ باقیات صالحات ویلور

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ سید المرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین ۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید، لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین، الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت فلھم اجرٌ غیر ممنون۔ اما بعد

رب عزوجل نے سورۃ والتین میں چار مکرم نشانیوں کی قسم یاد فرماتے ہوئے گویا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز پر پیدا کیا۔ پھر اس کو پست سے پست درجے پر لوٹا دیا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ایمان لاکر نیک عمل کئے، ان کے لئے بیحد و حساب اجر ہے۔

اس آیت مبارکہ میں رب عزوجل نے انسان کا رازِ تخلیق آشکار فرمایا ہے کہ انسان کو جملہ مخلوقات میں اشرف و اعلیٰ بنایا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی غور طلب ہے کہ انسان کے علاوہ کسی مخلوق کی تخلیق میں خالق کائنات نے ایسی لچک نہیں رکھی کہ وہ اپنی منزلِ تخلیق سے تنزل کر سکے۔

جملہ مخلوقات کی اگر نوعی تقسیم کی جائے تو وہ چار اقسام میں منقسم ہوسکتی ہیں۔ جمادات، نباتات، حیوانات اور انسان۔ فلسفۂ ارتقا کے رُو سے چاروں مخلوقات میں باطناً عروج کی استعداد موجود ہے لیکن تنزل کی صلاحیت صرف انسان ہی میں رکھی گئی ہے اور تینوں اقسام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ پتھر مٹی بن کر اپنے اجزائے لطیف نباتات کے اجزاء میں منتقل کرسکتا ہے یا نباتات جو حیوانات کی غذا ہیں وہ غیر مرئی اور غیر محسوس طور پر جسم حیوان کا جزء بن سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ حیوانات یا نباتات جو انسان کی غذا ہیں، بدن انسان کا جز بن کر باطناً اپنے اپنے عروج کے منازل طے کرسکتے ہیں —— لیکن جمادات سے حیوانات تک تنزل کا کوئی شائبہ کسی مخلوق میں نہیں پایا جاتا سوائے انسان کے [illegible] وہ پست سے پست درجے تک تنزل کرکے جمادات سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔

انسانی تاریخ پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کی ارتقا کے لئے جتنے وسائل اور جتنی فکر حسن عمومیت اور ہمہ گیری کے ساتھ آج پائی جاتی ہے ایسی پچھلے کسی دور میں نظر نہیں آتی کیونکہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ آج ایسا موجود نہیں ہے کہ جس میں راحت و سہولت اور آرام و اطمینان کے سامان مہیا نہ کئے جارہے ہوں۔

لیکن اس کے باوجود تقریباً ہر آزاد ملک کے تمام وسائل اور اس کے شہریوں کے تمام قوانین حکومت کے نقطہ پر جمع ہوکر انسانی ارتقا کے لئے سماجی انصاف و مساوات، مصائب سے نجات اور رفاہیت و خوش حالی کے نام پہ صرف ہو رہے ہیں، اور بین الاقوامی نشر گاہ پر ہر ملک اپنے اس یقین اور ایمان کا اظہار کر رہا ہے کہ بین الاقوامی انصاف ہی میں سب کے لئے خیر اور امن و اطمینان کی صورت ہے ـــ لیکن اسی سطح پر ان ملکوں کی داخلی زندگی کا میدان جہاں بھی دیکھئے یہ حقیقت ہے کہ انسانی زندگی اپنی تخلیق کے آئینہ میں جتنی عمومیت کے ساتھ جتنی بے چین، جتنی مضطرب اور جتنی پریشان آج نظر آرہی ہے شاید کبھی نہیں تھی۔

انسانی فکر اور وسائل زندگی کی روز افزونی کے باوجود انحطاط انسانی بجائے گھٹنے کے بڑھتا کیوں جا رہا ہے ہو سکتا ہے کہ کسی کو اس مسئلہ میں پیچیدگی نظر آئے مگر حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ آج ہو رہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہو رہا ہے کیونکہ نتائج اسباب بالکل واضح اور روشن ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کائنات کی ہر شئی کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی کے کچھ اصول و قوانین ہیں، ان اصول و قوانین سے انحراف کرکے اگر کوئی چاہے کہ اسکی فلاح و بہبود اور پر سکون زندگی کی منزل مل جائے تو اسکی فکر میں خواہ وہ زندگی کے شب و روز ایک کر دے اور اس کے ظاہری وسائل سے زندگی کے ایک ایک گوشہ کو معمور کر دے مگر فطرت کی راہ سے ہٹنے کے بعد نہ فکر حسب قوانین نتیجے تک پہنچ سکتی ہے اور نہ یہ وسائل اس کے اپنے شرف انسانی کے استحکام میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

رب تبارک و تعالیٰ خالق انسان بھی ہے اور رب انسان بھی یعنی اسی نے اسکو پیدا کیا ہے اور وہی اسکے ظاہری و باطنی قویٰ کی ربوبیت بھی فرماتا ہے اور اپنے برگزیدہ رسولوں کے ذریعہ اس نے انسان کو وہ اصول بھی تعلیم فرمائے جو اس کے شرف انسانیت کا تحفظ کر سکیں ـــ انسان عجیب ترین اور نازک ترین مخلوق ہے۔ کثافت و لطافت کا ایک طرفہ امتزاج ہے۔ ملکیت و بہیمیت کا ایک انوکھا سنگم ہے۔ اس لطافت و کثافت یعنی ملکیت و بہیمیت کا توازن اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جبکہ انسان خالق کائنات کے بتائے ہوئے قانون اور نبیوں کے عملی نمونوں کو پیش نظر رکھے اور وہی کام کرے جس کا حکم اسکو دیا گیا ہے، تو نہ صرف اس کا مرتبۂ انسانیت محکم ہو جاتا ہے بلکہ دستور الٰہی کی عملی مداومت اس کے عروج کا ذریعہ بن کر قرب حق کا باعث ہوتی ہے۔

اگر انسان بدقسمتی اور اپنی کثافتی اقتضاء کی وجہ سے رب تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، یا پیغمبروں کی پیروی کے خلاف گامزن ہو جاتا ہے تو اس کی ایسی خود رائی ہی اس کو غیر محسوس طور پر مرتبۂ انسانیت سے نیچے گرا دیتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ نہ صرف خالق کائنات کی پست ترین مخلوق جمادات ـــ سے اسفل ہو جاتا ہے بلکہ اپنے اس تنزل کے نتیجے میں طوق مردودیت کا بھی مستحق قرار پاتا ہے۔

انسان اگرچہ صاحب عقل پیدا کیا گیا ہے عقل اکتساب علم تو کر سکتی ہے لیکن وہ علم کا مبدأ نہیں بن سکتی، اس لئے اسکی رہبری کا ذمہ بھی خالق کائنات نے خود ہی لے لیا ہے۔

تاکہ اس کے بتائے ہوئے اصولوں کی عقل پابند ہو جائے —
اور اگر عقل نے من مانی شروع کی تو انسان کا حال اس بیمار کا سا ہو جاتا ہے جو پرہیز سے جی چراتا ہے اور طبیب کے مشورہ پر عمل نہیں کرتا جس کا لازمی نتیجہ امراض کی شدت اور بالآخر موت ہے۔
اسی طرح جن احکام کی تعمیل کو حکیم مطلق نے انسان کی صحت کے لئے ضروری قرار دیا ہے اس سے ہٹ کر اگر وہ اُن اعمال کو اختیار کرلے جسکی ممانعت کی گئی ہے تو وہ اپنے مرتبۂ انسانیت سے نہ صرف گر جاتا ہے بلکہ اپنی دین و دنیا کو بھی برباد کرلیتا ہے —— کائنات عالم کی تمام انواع و اقسام موجودات اپنی زندگی کے ان فطری قوانین کی بے چون وچرا پابند ہیں اور ان کے اندر انحراف کے اختیار و ارادہ کا کوئی نام و نشان تک نہیں۔ صرف ایک نوع انسانی ہے جسکو خالق انسان اپنی خلافت کا منصب عطا کرکے اپنے اوصاف، ارادہ واختیار سے نہ صرف اسکو متصف فرمایا بلکہ دوسری تمام انواع مخلوقات سے ممتاز بھی کر دیا۔
خیال رہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات تکوینی جہت کے پابند ہیں لیکن انسان کو تشریعی جہت کا بھی پابند کیا گیا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ حیوان کی تکوین میں ربوبیت نے جو غذا تجویز کی ہے، وہ اس کے خلاف جا ہی نہیں سکتا۔ مثلاً کسی گھاس کھانے والے جانور سے یہ توقع ہم یہ نہیں کرسکتے کہ وہ گوشت خوار بھی بن سکتا ہے، یا گوشت خوار جانور گھاس پر بھی اکتفا کرسکتا ہے۔
لیکن انسان میں لطافت وکثافت کے امتزاج کیوجہ سے اطاعت و انحراف کی دونوں صلاحیتیں موجود ہیں۔ یہی بات ہے کہ وہ اپنے حرکات وسکنات اور افعال واطوار میں کسی خاص نظامِ زندگی کی پابندی پر مجبور نہیں ہے۔ مگر اس کی فلاح وبہبود کے لئے بہرحال کچھ فطری اصول و قوانین ہیں اور کائنات کا بے لاگ قانون ہی اس پر نافذ ہے —— جو چیز بھی اپنی فلاح وبہبود کے فطری قوانین سے بے نیاز ہو کر چلے گی وہ چاہے سر پٹخ کر مر جائے حقیقی اور دائمی فلاح وبہبود سے کسی طرح بھی ہمکنار نہ ہوسکیگی۔ اس لئے رب تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے ذریعہ عالم انسانیت کی بقا کے سارے فطری راستے کھول دیئے ہیں۔
اس طرح رب تعالیٰ نے جو قیامت کے دن کا مالک ہے' اور جہاں ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے پوری پوری حجت تمام فرما دیا تا "انسان کیلئے لاعلمی کا بہانہ حاصل نہ رہے۔ اب اگر وہ بتائے ہوئے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود اس کے نفس پر عاید ہوتی ہے۔
انسان ظاہری وباطنی کمالات کا مظہر ہے، لیکن اتباع اصول الٰہیہ ہی سے یہ کمالات ظاہر ہوسکتے ہیں، ورنہ وہ تنزل کی طرف راجع ہوجاتا ہے —— ربوبیت ظاہری غذا وغیرہ کی پابند ہے اور اس کے کمال باطن کی غذا ربط الوہیت ہے، اور اس ربط کے بھی اصول نبیوں کے ذریعہ انسان کو تعلیم کئے گئے ہیں۔ ان ہی اصولوں کے مجموعہ کو "شریعت" کہتے ہیں۔
پس معلوم ہوا کہ شریعت انسان کے ظاہری اور باطنی حالت کو سنوارنے والے "احکام" کا نام ہے جو عبادات اور معاملات پر مشتمل ہیں۔
مخفی مباد کہ صرف احکام شریعت کا مان لینا ہی مرتبہ انسانیت کی بقا کا ضامن نہیں ہے بلکہ مقصد حکم بھی یہی ہے

کہ انسان ان احکام کا عملاً پابند ہے۔ اسی لئے یوں ارشاد ہوا الا الذین امنوا وعملوا الصالحات یعنی صرف وہی انسان اسفل السافلین کی جانب نہیں لوٹایا جاتا جو ان احکام پر ایقان و ایمان بھی رکھتا ہے، اور اس کا عملاً پابند بھی ہے ـــ صرف احکام کو تسلیم کر لینے اور شریعت کو مان لینے سے انسان کوئی معتد بہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ تاوقتیکہ ان پر عمل بھی نہ کرے ـــ اب یہ بات واضح ہو گئی، کہ جو افعال انسانی آئین شریعت کے مطابق ہوں ان ہی کو اعمالِ صالحہ کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ انسان کو اپنے مقام انسانیت کے تحفظ کے لئے جو ضابطۂ حیات نبی کے ذریعہ عطا فرمایا گیا اس پر کما حقہٗ عمل پیرا ہونا اور اسی قانون کے تحت زندگی کو بنا لینا ہے۔

اس قانون کے غوامض و اسرار کو سمجھ کر اپنے صفات بہیمیہ پر صفات ملکیہ کو غالب کرنا اور عبدیت کا الوہیت سے مربوط ہو جانا طریقت ہے۔ شریعت کا پابند انسان بن جاتا ہے، اور طریقت کا پابند انسان کامل کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ انسانیت صالحیت سے سنورتی ہے شریعت میں۔ اور انسانیت مقبولیت الٰہی حاصل کر لیتی ہے طریقت میں۔

شریعت پابندئ احکام ہے اور طریقت جستجوئے رضائے حق و قرب حق ہے، اس قدر وضاحت کے بعد شریعت و طریقت کا مفہوم معلوم ہو گیا۔ آج کل عوام نے طریقت کو شریعت سے علیٰحدہ کوئی چیز سمجھ رکھا ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ شریعت قول رسولؐ اور طریقت فعل رسولؐ ہے گویا اسلام کی نظری تعلیم شریعت ہے اور اس کے مطابق عملی زندگی طریقت ہے۔

مختصر یہ کہ جو شخص ایمان لا کر عمل کرتا ہے وہ شریعت و طریقت کا دونوں کا پابند ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قانون الٰہیہ انسان کی فلاح و بہبود اور اس کے مرتبۂ انسانیت کے تحفظ کے لئے ہے، ورنہ وہ جانور ہے بلکہ اس سے بھی بدتر جیسا کہ ارشاد حق ہے "ھم کالانعام بل ھم اضل۔

الحاصل انسان کو اگر انسان بن کر رہنا ہے تو ناگزیر طور پر اس کیلئے احکام الٰہی کی تسلیم اور افعال رسول کی تعمیل ضروری ہے ورنہ اسفل السافلین کا تنزل اسکا مقدر بن کر رہے گا۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین، والحمد للہ رب العالمین۔

خاندانِ نبوّت کا ایک درخشاں ستارہ

از
چیگری سید قادر باشاہ
قادری گنتکل،
زمرۂ خامسہ
دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

اسلامی تاریخ کا ایک زرین پہلو یہ ہے کہ اس نے تمام عظیم ترین شخصیات کی زندگیوں کو اپنے دامن میں محفوظ رکھا تاکہ نئی نسل کے لئے خضرِ راہ کا کام دے سکے۔ حضرت امام حسنؓ کی زندگی بہت پہلودار واقع ہوئی ہے۔ آپ نے ایسے نورانی ماحول میں اپنی آنکھیں کھولیں جو انوارِ نبوت کا مخزن و منبع تھا۔ بچپن ہی سے آغوشِ نبویؐ میں تربیت پاتے رہے جس کے فیضان سے حضرت حسنؓ کے اندر بے حساب خوبیاں جمع ہوگئیں۔

آپ کا اسمِ گرامی حضرت امام حسن ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت مدینۂ منورہ میں ۱۵ر رمضان شریف بروایتِ دیگر ۱۵ر شعبان المعظم روز یکشنبہ سنہ ۳ھ کو ہوی۔ آپکی کنیت ابومحمد اور القاب مجتبیٰ، تقی، سید، ذکی، سبط، اکبر تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں جب وقت حسنؓ تولد ہونے والے تھے اس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس اور حضرت ام سلمہؓ کو حکم دیا کہ تم بی بی فاطمہؓ کی خدمت میں چلے جاؤ۔ جب بچہ تولد ہو جائے اور آوازِ بلند رونے لگے تو اس وقت اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا۔

آپ کی پیدائش کے ساتویں روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا اے علی! تم نے کوئی نام منتخب کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے مؤدبانہ عرض کیا یارسول اللہ آپ کے ہوتے ہوئے میں کیسے انتخاب کرسکتا ہوں، آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ خود بچہ کا نام رکھ دیجئے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ فیصلہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی فرمائے گا۔ چنانچہ یہ کلمات آپ کی زبانِ مبارک سے ادا بھی ہونے نہ پائے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد پیغامِ الٰہی سنایا، یارسول اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ اس بچہ کی پیدائش پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور اس کا یہ حکم ہے کہ ہارون علیہ السلام کے تین بیٹے گذرے ہیں جن کے نام شبّر، شبیر، مبشر تھے انہیں ناموں میں سے پہلے بیٹے کا نام رکھئے شبّر جس کا معنی حسن ہے۔ چنانچہ آنحضورؐ نے وحی الٰہی کے مطابق حسن نام رکھا۔

عقیقہ حضرت حسن کی پیدائش کے ساتویں روز

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا عقیقہ کیا، جس میں ایک مینڈھا ذبح کیا پھر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ بالوں کے مقدار چاندی خیرات کر دیں۔ چنانچہ اسی طرح بالوں کے مقدار چاندی راہِ خدا میں خیرات کر دی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سر مبارک کو خوشبو لگایا اور بوسہ دیا۔

امام عالی مقام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جسمانی ساخت سر سے ناف تک حضور کے جسمِ اطہر سے اس قدر مشابہت رکھتی تھی کہ گویا حضورؐ ہی کا جسمِ اطہر ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھے اتفاقاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گذر ہوا، آپ کی نگاہ جوں ہی حضرت حسنؓ پہ پڑی فوراً دوڑ کر اپنی گود میں اٹھا لیا اور کہا اے ابن علیؓ تو رسولِ خدا کے مشابہ ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ سجدہ میں پاتے تو آنحضور کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ جب تک آپ پشتِ مبارک سے علیحدہ نہ ہوتے حضور اپنے سجدۂ مبارک کو طول دیتے تھے۔ اس پر صحابہ کرام نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس شہزادہ سے جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے، اس کا جواب حضور نے اس طرح دیا کہ یہ لڑکا میرے جسم کا نصف حصہ ہے۔

زبانِ رسالتمآب سے فضیلتِ حسن رضی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسنؓ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے الحسن والحسین ریحانتہ الطائف الدنیا یہ دونوں حسن حسین دنیا میں میرے لئے خوشبو کی طرح ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن والحسین سید الشباب اہل جنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنؓ اور حسینؓ اہل جنت میں نوجوانوں کے سردار ہیں۔

وعن البراء ابن عازب قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والحسن بن علیؓ علی عاتقہ یقول اللھم انی احبہ فاحبہ براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پہ سوار ہیں اور حضور فرما رہے ہیں اے خدا میں اس کو محبوب و عزیز رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

وعن ابی ہریرۃ قال خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی طائفۃ من النہار حتی اتی خباء فاطمۃ فقال اَثَمَّ لُکَعُ اثم لکع یعنی حسناً فلم یلبث ان جاء یسعی حتی اعتنق کل واحد منہما صاحبہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انی احبہ واحب من یحبہ۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک صبح میں حضورؐ کے ہمراہ نکلا، یہاں تک کہ ہم دونوں بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پہ پہنچے اور حضور انتہائی بے تابی سے پوچھنے لگے، کہاں ہے وہ بابا

ہے وہ حسن۔ یہ کہنا ہی تھا کہ امام حسنؓ دوڑتے ہوئے آئے اور حضورؐ کی باہوں میں سمٹ گئے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ اے اللہ میں اس کے ساتھ محبت کرتا ہوں اور جو بھی حسن کے ساتھ محبت و الفت رکھے میں اس کو محبوب رکھتا ہوں۔

نسفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرات حسنینؓ نے تختی لکھی اور آپس میں تکرار کرنے لگے۔ حضرت حسنؓ کہتے تھے کہ میری تختی خوبصورت ہے۔ حضرت حسینؓ کہتے ہیں کہ میری تختی بہت خوبصورت ہے۔ آخر تکرار کرتے ہوئے فیصلہ کیلئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر آپ نے اس فیصلہ کو ان کی والدہ فاطمہؓ کے سپرد کر دیا۔ دونوں دوڑتے ہوئے والدہ کی خدمت میں گئے مگر وہ بھی فیصلہ کرنے سے قاصر رہیں۔ آخر کار دونوں اپنے نانا جان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا فیصلہ پیش کیا کہ نانا جان ہم دونوں نے تختی لکھی ہے بتائیے کس کی تختی زیادہ خوبصورت ہے۔ اس فیصلہ پہ حضورؐ بھی تامل کرنے لگے۔ اگر میں حسنؓ کی تختی کو ترجیح دوں تو حسینؓ کو تکلیف ہوگی اور اگر حسینؓ کی تختی کو بہتر کہدوں تو حسنؓ ناراض ہو جائیں گے۔ اسی اثنا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ رب العزۃ کے حکم سے ایک سیب لاکر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ دونوں کی تختیوں کو نیچے رکھ کر سیب کو اچھال دیا جائے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ سیب بحکم الٰہی دو ٹکڑے ہوا۔ ایک حسنؓ کی تختی پہ دوسرا حسینؓ کی تختی پہ گرا فیصلہ یہ فرمایا کہ دونوں کی تختی خوبصورت ہے۔

غرض حضورؐ اپنے دونوں نواسوں کو اپنے جگر کے ٹکڑے سمجھتے تھے اور کسی ایک کی بھی دل شکنی نہیں فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کو اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہیں۔ اسکے جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنؓ اور حسینؓ۔ چنانچہ حضورؐ کی شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ آپ حسنؓ اور حسینؓ کو اپنے قریب رکھتے۔ اور دونوں کے جسم کو بوسہ دیتے اور ان کے جسم کو سونگھتے تھے۔

اخلاق و عبادت آپ اخلاق و عادات میں اپنے جدامجد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مکمل عکس تھے۔ مولوی محمد ناصر علی صاحب نے عناصر الشہادتین میں حضرت حسن کے اخلاق و فضائل کو نظم میں بیان کیا ہے۔

اگر عمر بیارایم سخن را — نشاید بنظم من نعت حسنؓ را
سخن گیرم کہ جز در عدن نیست — سزائے وصف اخلاق حسنؓ نیست
ہمہ حسن و ہمہ خلق و ہمہ حلم — ہمہ لطف و ہمہ جود و ہمہ علم
لبش قائم مقام حوض کوثر — کہ بودے چشمہ نوش پیمبرؐ
چناں نوش بزہر آلودہ کردند — لبش خون جگر پالودہ کردند
ز زہرش چوں جگر شد پارا پارا — زغصہ گشت خونیں سنگ خارا

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ نے پندرہ مرتبہ مدینۂ منورہ سے مکہ مکرمہ پیدل سفر کیا اور زیارتِ بیت اللہ سے مشرف ہوئے، یہ صرف آپ کا زہد وتقویٰ اور راہِ خدا میں صعوبت برداشت کرنا اور شعائر اللہ کی زیارت کا اشتیاق تھا کہ باوجود سواری کا اہتمام رہتے ہوئے بھی آپ نے پیدل کعبۃ اللہ کی زیارت فرمائی۔

آں حضورؐ کی طرح آپؓ میں بھی یہ عادت تھی، جو کچھ آتا راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ تو آپ نے اپنا پورا مال فی سبیل اللہ خرچ کر دیا اور ایک مرتبہ تقریباً اپنا نصف مال فقراء ومساکین میں تقسیم کر دیا تھا۔

ایک وقت آپ اپنے دروازے پر کھڑے تھے۔ ایک اعرابی آپ کو اور آپ کے والد بزرگوار کو برا بھلا کہنے لگا، مگر حلم وبردباری کا یہ عالم تھا کہ آپ کو ذرا برابر غصہ نہیں آیا، بلکہ اس اعرابی سے پوچھا شاید تو بھوکا ہے۔ اس کا جواب اعرابی نے کچھ نہ دیا۔ آپ نے خادم کو گھر سے ایک توڑا اس اعرابی کے حوالے کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ، وہ توڑا اس اعرابی کے حوالے کرتے ہوئے معذرت طلب کی کہ گھر میں بس اتنا ہی تھا۔ آپ کے حسنِ اخلاق کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا اور بلند آواز سے کہنے لگا، خدا کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی رسولِ خدا کے بیٹے ہیں۔ میں نے صرف یہ حرکت آپ کے آزمانے کی خاطر کی تھی کہ آپ کے اندر کس قدر حلم وبردباری ہے۔

شہادت

حضرت امیر معاویہ کو حضرت حیدرؓ کرار کی شہادت اور حضرت امام حسنؓ کے خلیفہ ہونے کی اطلاع ملی تو آپ ساٹھ ہزار لشکر کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے آمد کی خبر سن کر حضرت امام حسنؓ بھی اپنے ہمراہ چالیس ہزار کا لشکر لئے ساباطِ قبائن میں آکر قیام پذیر ہوئے۔

امیر معاویہؓ نے قاصد سے کہلا بھیجا کہ تم اپنی خلافت سے دستبردار ہو جاؤ۔ اگر آپ ایسا نہیں کرینگے تو جنگ کی نوبت آجائیگی۔ طرفین سے جانی اور مالی نقصان ہوگا لہٰذا باہم مصالحت کی روش بہتر ہے، آپ اپنا فیصلا ورائے ظاہر فرمائیں۔ چنانچہ حضرت امام حسنؓ نے چند شرائط لکھ کر روانہ کیا اور حضرت معاویہؓ نے بھی ان شرائط کو بخوشی قبول کیا۔

حضرت حسنؓ کا یہ اقدام امت کے حق میں ایک رحمت تھا۔ عرصہ سے ملتِ اسلامیہ اختلافات کا شکار ہو چکی تھی۔ آپ نے عظیم قربانی دے کر مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچا لیا جس کی بشارت آنحضورؐ نے بھی دی تھی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ فئتین عظیمتین من المسلمین میرا یہ فرزند امت کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

شام میں حضرت معاویہؓ نے ایک مستحکم حکومت چھوڑی تھی جس کی وجہ سے یزید کو شامی علاقوں کی طرف سے اطمینان تھا لیکن، حجاز، یمن اور دیگر علاقے حضرت امیر معاویہ کے عہد سے شامی حکومت کے خلاف رہے۔

جس کی وجہ سے یزید نے حجاز کی طرف توجہ دی ۔ تاکہ سارے علاقوں کو مکمل زیرنگران بنا لیا جائے ۔

امیر معاویہ کی وفات کے بعد شامیوں نے یزید کو عالم اسلام کا خلیفہ مقرر کرلیا ۔ یزید کے دل میں یہ خوف ضرور تھا کہ اہل حجاز کہیں حسنؓ یا حسینؓ کو خلیفہ منتخب کرلیں ۔ اس خیال کے پیش نظر مدینہ کے گورنر ولید کو لکھا کہ حسنؓ و حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات سے آگاہ کرو تاکہ میں ان لوگوں کے متعلق کوئی رائے قائم کرسکوں ۔ مدینہ کا گورنر ولید نے یہ جواب دیا کہ وہ لوگ آپ کو خلیفہ ماننے سے صاف صاف انکار کرتے ہیں ۔ اور آپ کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے ۔ یہ خبر سن کر یزید کے دل میں اور بھی خوف طاری ہوگیا ۔ فوراً اپنے مخصوص دوستوں کو دربار میں طلب کیا اور اس بات پہ مشورہ کیا کہ میری حکومت اور سلطنت کیلئے چند کانٹے پیدا ہوئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں ان کو اپنے راہ سے ہٹا دوں ۔ سنا گیا ہے، کہ آج کل امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ ان سے ناراض ہے ۔ اب ہمیں یہ کرنا چاہئے کہ ان کے ذریعہ امام حسنؓ کو ختم کردیا جائے ۔ چنانچہ یزید نے عبداللہ بن زیاد سے کہا میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں، تم مدینہ جاؤ اور اس کام کو بحسن وخوبی انجام دو ۔

عبداللہ بن زیاد یزید کے اشارے پہ مدینہ منورہ روانہ ہوا ۔ وہاں مشاطہ کے ذریعہ یزید کا پیغام جعدہ تک اسطرح پہنچایا ۔ خلیفہ یزید تمہارے حسن وشباب کی تعریف سن کر وہ تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے ۔ اگر تم یزید کے حرم میں آجاؤ تو اپنی زندگی کو کامیاب وکامران بنا سکتی ہو ۔ تمہارے دل میں امام حسنؓ کا خوف ضرور ہوگا اس لئے مناسب یہ ہے کہ ان کو کسی نہ کسی طرح سے زہر دے کر ختم کرو ۔ چنانچہ جعدہ نے اپنی کم عقلی اور دنیاوی لالچ میں پھنس کر امام عالی مقام کو الماس کا زہر دیا ۔

جب زہر اپنا کام کرنے لگا تو حضرت حسنؓ کی حالت دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا اے برادرِ معظم کس کم بخت نے آپ کو زہر دیا ۔۔۔ ! آپ نے فرمایا اگر اس کا نام بتا دوں تو تم اس سے بدلہ لوگے ؟ امام عالی مقام حسینؓ نے عرض کیا ہاں ضرور ۔ آپ نے جواب میں فرمایا اگر میرا گمان جسکی طرف ہے، حقیقت میں وہی ہے تو میں اس معاملہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں ۔ وہ اسکا بدلہ دے گا اور اگر میرا گمان غلط نکلا تو میری وجہ سے کسی کا خون ناحق بہہ جائے میں یہ مناسب نہیں سمجھتا ۔

اس مختصر گفتگو کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ آپ نے ۴۵ برس کی عمر میں وفات پائی ۔ آپ کی مزار مقدسہ جنت البقیع میں ہے سے

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے ۔

واللہ اعلم بحقیقۃ ۔

اگر تاجدار مدینہ نہ ہوتے

محمد سالم انوری توحیدی

پیشکش: جی یس عبد الکریم تاڈپتری وی
متعلم دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

اگر تاجدار مدینہ نہ ہوتے

نہ ایمان ہوتا نہ عرفان ہوتا
نہ مومن نہ کوئی مسلمان ہوتا
نہ توریت ہوتی نہ قرآن ہوتا
ہدایت کا نہ کوئی سامان ہوتا

اگر تاجدار مدینہ نہ ہوتے

یہ دنیا نہ ہوتی یہ خلقت نہ ہوتی
امارت نہ ہوتی خلافت نہ ہوتی
کوئی دیں نہ ہوتا شریعت نہ ہوتی
تصوف نہ ہوتا طریقت نہ ہوتی

اگر تاجدار مدینہ نہ ہوتے

نہ اسحاقؑ ہوتے نہ یعقوبؑ ہوتے
نہ یوسفؑ نہ داؤدؑ ایوبؑ ہوتے
نہ سالک کوئی اور نہ مجذوب ہوتے
نہ طالب ہی ہوتے نہ مطلوب ہوتے

اگر تاجدار مدینہ نہ ہوتے

نہ تعلیم ہوتی نہ تنظیم ہوتی
نہ تنسیخ ہوتی نہ ترمیم ہوتی
نہ تخصیص ہوتی نہ تعمیم ہوتی
نہ کعبہ نہ زمزم نہ تنعیم ہوتی

اگر تاجدار مدینہ نہ ہوتے

یہ مکہ نہ ہوتا مدینہ نہ ہوتا
مسلمانوں کا پاک سینہ نہ ہوتا
سمندر نہ ہوتے سفینہ نہ ہوتا
خزانے نہ ہوتے دفینہ نہ ہوتے

اگر تاجدار مدینہ نہ ہوتے

ابوبکرؓ ہوتے نہ فاروقؓ اعظم
نہ عثمانؓ ہوتے نہ حیدرؓ سا ہمدم
نہ ہارون ہوتے نہ عیسیٰؑ نہ مریم
نہ جبریلؑ ہوتے نہ حواؑ نہ آدمؑ

اگر تاجدار مدینہ نہ ہوتے

نہ جلوہ خدا کا سر طور ہوتا
جنید اور شبلی نہ منصور ہوتا
نہ قیصر نہ دارا نہ فغفور ہوتا
رہ حق سے سالم بہت دور ہوتا

اگر تاجدار مدینہ نہ ہوتے

سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

از محمد فاروق اعظم یادگیری
جماعت پنجم
دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

اسلامی زندگی میں سیرت اور شخصیت کا پہلو غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بعد صحابۂ کرام کی زندگیاں قابلِ تقلید اور نمونہ ہیں۔ اس لئے ذاتِ نبوی ؐ نے ارشاد فرمایا: جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب قائم ہیں، وہی راستہ صراطِ مستقیم ہے۔ حضرت امیر معاویہ کو صحبتِ رسول کے ساتھ ساتھ کاتبِ وحی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ آپ کی سیرت میں بہت ساری خوبیاں جمع تھیں۔ آپ کا اسمِ گرامی معاویہ اور والد کا نام ابوسفیان تھا۔ حضرت ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آں حضرت نے ابوسفیان کے مکان کو یہ شرف بخشا کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے، وہ مامون ہے۔ (من دخل فی الدار ابی سفیان کان امنًا) اور والدہ کا نام ھندہ رضی اللہ عنہا تھا۔

آپ کی پیدائش ہجرت سے پندرہ سال قبل ہوئی، حضرت معاویہ نے فتح مکہ کے موقع پہ تیئیس سال کی عمر میں اپنے خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ جنابِ سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی قابلیت ولیاقت وتدبّر وتفکر اور احسن الرائے کی وجہ سے کتابتِ وحی کا جلیل القدر منصب سونپ دیا۔ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب لشکرِ اسلام شام کو فتح کرنے کے لئے بھیجا گیا جس کے سپہ سالار آپ کے برادرِ معظم حضرت یزید بن سفیان کو بنایا گیا، تو حضرت معاویہ کو بھی ان کی امداد کے لئے ایک دستہ کے افسر مقرر کیا گیا، چنانچہ آپ نے کئی ممالک کو فتح کیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے آپ کی جنگی مہارت اور فوجی قیادت کو دیکھتے ہوئے ولایت اُردن کا حاکم مقرر فرمایا اور جب آپ کے برادرِ بزرگ طاعون کی وبا میں عالمِ بقا کو سدھارے تو آپ دمشق کے والی بن گئے اور اُردن کی ولایت بھی آپ ہی کے قبضہ میں رہی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ مکمل طور پر پورے شام کے والی بن گئے اور امورِ سلطنت کی باگ ڈور آپ کے قبضہ میں آگئی۔ ۳۵ھ میں خلافتِ راشدہ کا ایک نازک موڑ رہا ہے۔ اس وقت عالمِ اسلامی میں ایک عظیم انقلاب آگیا اور اتحاد و یگانگت کی روح مضمحل ہوگئی، اور ساری اسلامی دنیا اختلافات کا شکار ہوگئی اور حضرت عثمان غنی کی حکومت بھی ان تنازعات کی نذر ہوگئی۔

اور آپ مظلوم شہید کردئیے گئے اور خلافت کے لئے آپ کے بعد حضرت علی رضؓ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس وقت حضرت معاویہ پورے صوبۂ شام کے بااختیار حاکم تھے، جس کی وجہ سے آپ نے حضرت علی رضؓ کے ہاتھوں پہ بیعت نہیں کی اور کہلا بھیجا کہ پہلے خلیفۂ مظلوم کا قصاص لیں، کیونکہ حضرت معاویہ حضرت عثمان سے قرابت رکھتے تھے۔ اس بنیاد پہ آپ نے قصاص کا مطالبہ کیا۔ حضرت علی رضؓ بھی قصاص لینے کے حق میں تھے، مگر مدینہ کی صورت حال اسقدر بگڑی ہوئی تھی کہ قاتلانِ عثمان کا پتہ لگانا ایک دشوار طلب امر تھا۔ آخرکار نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے جس کے نتیجہ میں جنگ جمل اور صفین واقع ہوئی۔ حضرت علی اور معاویہ کے درمیان جو نزاع رہی اسکو موضوع بحث نہیں بنایا جاسکتا۔ کیونکہ دونوں طرف جلیل القدر صحابۂ کرام ہیں۔ لہٰذا (الصحابۃ کلھم عدول) کے تحت اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردینے میں ہمارے لئے سعادت اور فلاح ہے۔ عالم اسلامی ان سنگین حالات سے دوچار تھا کہ چالیس ہجری میں ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم نے زہر آلود خنجر سے سجدہ کی حالت میں حضرت علیؓ کو شہید کردیا۔ آپ کی شہادت کے بعد انتخاب خلیفہ کا مسئلہ بہت خطرناک صورت اختیار کرگیا۔ مسلمانوں میں تفریق آچکی تھی۔ اسی ہیجان و انتشار میں حضرت حسن رضؓ کو حجاز میں خلیفہ منتخب کیا گیا۔ دوسری طرف شامیوں نے حضرت معاویہ کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔ شامی حکومت مضبوط ہونے کے ساتھ امن سے ہمکنار تھی۔ اس کے برخلاف حجاز میں فتنہ و فساد، بدامنی اور اختلافات پھیل چکے تھے۔ یہ باہمی تنازعات کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اہل شام اور حجاز جنگ و جدال کے لئے صف آرا ہوئے۔ حضرت حسن رضؓ نے دیکھا کہ امت میں فتنہ اور خوں ریزی کافی بڑھ چکی ہے۔ لہٰذا مزید میری ذات سے امت مسلمہ کو مصائب کا سامنا کرنا نہ پڑے، لہٰذا وسیع خیال کے پیش نظر آپ خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ اور خانہ جنگی کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔ حضرت حسن رضؓ کے بعد حضرت معاویہ رضؓ سارے عالم اسلامی کے خلیفہ بن گئے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اختلافات شروع ہوچکے تھے تاہم ان نفوس قدسیہ میں باہمی محبت اور میل جول اور اسلامی اہمیت اپنی جگہ برقرار تھی۔ چنانچہ ان باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قیصر روم نے حضرت علیؓ اور ان کی مملکت پہ حملہ کا قصد کیا۔ اس ناپاک ارادہ کی اطلاع سے حضرت علی رضؓ غافل تھے لیکن حضرت معاویہ کو جوں ہی اطلاع ملی آپ نے قیصر روم کو لکھ بھیجا کہ اگر تم حضرت علی رضؓ کے ملک پہ حملہ کرنے کی کوشش کروگے تو تمہارا براحشر ہوگا۔ یاد رکھو حضرت علیؓ کی طرف سے تم پہ حملہ کرنے والی فوج میں سب سے پہلا جو شخص ہوگا وہ معاویہ رہے گا۔ حضرت معاویہ کی تحریر سے قیصر روم گھبرا گیا اور اپنے گندے ارادہ سے باز آیا۔

قسطنطنیہ پر حملہ

حضرت امیر معاویہ نے، سنہ ۴۹ھ میں ایک کثیر تعداد فوج کو جمع کیا اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے سفیان بن عوف کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ چنانچہ یہ فوج بخار اور چیچک میں مبتلا ہوئی تو آپ نے اپنے بیٹے یزید کو شامل ہونے کا حکم دیا تو وہ حیلے اور بہانے کر کے بخار کی شکایت کیا۔ آپ نے سختی سے کہا کہ لشکر اسلام مصیبت میں مبتلا ہے، اور تم کو عیش و آرام کی سوجھی ہے۔ چنانچہ اس تہدید آمیز حکم پر یزید لشکر لے کر نکلا اور جس میں حضرت یزید ابن زبیر اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت ابن عباس شریک تھے اور یہ صحابہ کرام دشمنوں کے سپاہیوں کو درہم برہم کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ عبدالعزیز زادہ کلبی کا یہ حال تھا، شہادت میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ رومیوں نے آپ کا محاصرہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا اور محاصرہ میں ابو ایوب انصاری وفات پا گئے۔ آپ کی وصیت کے موافق آپ کو دیوار قسطنطنیہ میں دفن کر دیا گیا۔ لشکر اسلام نے ابو ایوب انصاری پر ایک مقبرہ بنا دیا۔ اور ایک عالیشان مسجد بنوائی۔ افریقہ کی فتح عقبہ بن نافع فہری کے ہاتھوں ہوئی۔ اور وہاں بھی ایک عالیشان جامع مسجد بنائی گئی۔

اسلام کی پُرجوش اور مضبوط طاقت و قوت کو دیکھ کر اہل افریقہ میں سے بربریوں کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کر لیا۔

خاندان معاویہ

حضرت امیر معاویہ کے چار رفقائے زندگی تھے:۔

۱) بلیسوں بنت مجدل، جن کے بطن سے یزید پیدا ہوا۔
۲) فاختہ بنت قرضہ نوفلی جن کے بطن سے عبدالرحمٰن اور عبداللہ دو لڑکے پیدا ہوئے اور عبدالرحمٰن بچپن میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔
۳) فاطمہ بن عمارت کلابیہ، آپ نے اس کو طلاق دے دیا۔ (۴) کنترہ بنت قرضہ غزوہ جنگ قبرص میں فوت ہو گئیں۔

سخاوت

حضرت امیر معاویہ میں غربا پروری بحد موجود تھی۔ بحیثیت حکمران آپ نے سلطنت کا کیا خوب حق ادا کیا۔ رعایا سے کبھی غافل نہ رہے، ہر فقیر اور درویش کی آواز آپ کے کانوں تک پہنچتی تھی۔ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے آپ نے کئی ایک آدمیوں کو جاسوس منتخب کیا تھا جو ہر ایک کی اچھی اور بُری حالت سے واقف ہو کر آپ تک پہنچاتے تھے۔ جب آپ وظائف تقسیم کرتے تو بچے عورتیں بے روک ٹوک آتے اور اپنی ضرورتیں اور تکلیفیں پیش کرتے اور آپ اپنی مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر صحن مسجد میں لوگوں کی شکایات اور ان کی ضروریات سننے کے لئے بیٹھ جاتے تھے اور آپ کھانا بالکل کم کھاتے تھے۔ جب کھانا آپ کے پاس لایا جاتا تو ایک شخص آپ کے بازو کھڑا ہو جاتا اور دفاتر پڑھتے جاتا اور آپ کھانا کھاتے ہوئے سنا کرتے تھے۔

وفات

سنہ ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ جمادی الثانی میں بیمار ہُوئے۔ یزید اس وقت کسی مہم پہ گیا ہوا تھا۔ جب بیماری بڑھ گئی تو ضحاک بن قیس اور مسلم بن عقبہ کے سامنے یزید کے لئے وصیت نامہ لکھوایا جس کا خلاصہ یہ ہے

"میں نے تیرے لئے تمام راستے ہموار کر دیئے اور عرب کو تابع فرمان اور دشمنوں کو مغلوب بنا دیا۔ اہلِ حجاز کا خیال رکھنا کیونکہ وہی ہمارا گھوارہ ہے اور عراق والے اگر ہر روز فرمائشیں کریں کہ عامل کو نکال دے تو ان کی بات مان لینا اس لئے کہ ایک عامل کا معزول کر دینا بہ نسبت اس کے زیادہ، آسان ہے کہ ایک لاکھ تلواریں تیرے خلاف میان سے نکل آئیں۔ اہلِ شام پہ نظر رکھنا، یہ تیرے وفادار اور مددگار ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں انہیں سے کام لینا، اور جب ان کو دوسری کسی جگہ بھیجنا پڑے تو فوراً واپس بلا لینا ورنہ ان کے اخلاق بدل جانے کا اندیشہ ہے۔ خلافت کے معاملہ میں بجز چار شخصوں کے مجھے اور کسی کا خوف نہیں ہے۔ وہ تیرے مقابلہ میں آئے :-

۱) عبداللہ بن عمرؓ ۲) حسین بن علیؓ

۳) عبداللہ بن زبیرؓ ۴) عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ

لیکن عبداللہ بن عمر عبادت گذار اور دنیا سے بیزار ہیں۔ جب سب لوگ بیعت کر لیں گے تو وہ بھی جماعت کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ حسین بن علیؓ سبک مزاج ہیں۔ عراقی ضرور ان کو اُکسا کر مقابلہ میں لائیں گے۔ اگر ایسا ہُوا اور تجھ کو ان کے اوپر دسترس حاصل ہووے تو ان سے درگذر کرنا کیونکہ وہ ہمارے قریبی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ ان کا ہمارے اوپر بہت بڑا حق ہے۔ مگر جو شخص لومڑی کی طرح چپکے دیگا اور شیر کی طرح حملہ کریگا وہ عبداللہ بن زبیر ہے۔ دیکھو جہاں تک ہوسکے کوشش کرنا کہ امت کا خون بہنے نہ پائے۔

جب نزع کا وقت آیا تو امیر معاویہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کُرتا عنایت فرمایا تھا میں نے اسے حفاظت سے رکھ چھوڑا ہے اور ایک دن ناخن ترشوایا تھا، میں نے انہیں بھی ایک شیشی میں محفوظ کر لیا تھا۔ جب مجھے کفناؤ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ کُرتا مجھے پہنا دینا اور ناخن مبارک کو پیس کر میری آنکھوں اور منہ میں بھر دینا۔ کیا عجب ہے کہ خدا ان کی برکت سے مجھ پہ رحم کرے۔

آخرکار ۲۲ رجب سنہ ۶۰ھ میں (مطابق ۷ ، اپریل سنہ ۶۸۰ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے وقت آپکی عمر پچہتر سال تھی۔ آپ کی مستقل حکومت کی مدت انیس ۱۹ سال تین مہینے ستائیس روز ہوی۔ آپکے جنازہ کی نماز ضحاک بن قیس نے پڑھائی۔ یزید کو مرض میں زیادتی کی اطلاع بھیج دی گئی تھی لیکن وہ دفن کے بعد پہنچا۔ حاصل کلام امیر معاویہ ایک زبردست حکمران اور ماہر سیاست دان اور ایک فوجی قائد تھے۔ آپ میں علم زہد و تقویٰ حلم و بُردباری ساری خوبیاں آنحضرتؐ کی فیضِ صحبت کا اثر تھا ؎ خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی روشنی میں

از
چپ گری
سید عشاق محمد قادری
تاڑپتری

وہ دانائے سُبل مولائے کل ختم الرسل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین وہی طٰہٰ
(اقبالؒ)

اس عالمِ گیتی میں باختلافِ روایت ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے۔ دنیا نے تمام انبیاء و رسل کے حالاتِ زندگی کو یاد نہ رکھا، سوائے چند منتخب و برگزیدہ رسولوں کے جن کو قوم نے نہ صرف یاد ہی نہیں کیا بلکہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کو اپنی نجات کا ذریعہ بنا لیا۔ انہیں میں سرورِ کونین محسنِ انسانیت تاجدارِ مدینہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ثقہ شخصیت ہے آپکی مقدس زندگی کا ہر کردار اچھی طرح محفوظ ہے جسکو آج تک دنیا فراموش نہ کرسکی، حالانکہ ۱۴ سو سال کا ایک طویل عرصہ گذر چکا، آپ کی سیرتِ مبارکہ پر ایک دو نہیں بلکہ ہزارہا اہلِ قلم حضرات نے خامہ فرسائی کی ہے آپ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کو واضح کیا ہے۔

آپ علیہ السلام کی زندگی آیاتِ قرآنیہ کی واضح تفسیر تھی۔ چنانچہ ایکمرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ جواب دیا، کیا تم قرآن کی تلاوت نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ حضرت عائشہؓ کنایتہً یہ بتانا چاہتی تھیں کہ حضورؐ کے اخلاق سراپا قرآن تھے۔ لہٰذا اس مضمون میں میں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ آپ کی عظیم شخصیت کو قرآنی آیات سے واضح کروں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مالکِ دوجہاں نے بھی کہاں تک آپ کی تعظیم و توقیر کا لحاظ رکھا جیسا کہ حدیث قدسی ہے لولاك لما خلقت الافلاك اور جہاں کہیں ذرہ برابر بھی توہینِ رسول کا شائبہ ہوا فوراً حکم نازل فرما دیا کہ تمہارے لئے بہتر تھا کہ تم ایسا نہ کرتے صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلے گا کہ رسول اکرم کا حقیقی مقام کیا ہے اور آپ کی عظمت و حشمت کا اصل راز کیا ہے۔ چنانچہ علامہ جامیؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے

ارحم الراحمین نمی بخشد
بے رضائے تو یا رسول اللہ

اللہ جل شانہ کی شانِ رحیمی کا یہ عالم ہے، کہ جب کسی بندۂ مومن کو گناہ کا مرتکب پاتا ہے تو فرشتوں کو

اس کے نامۂ اعمال میں صرف ایک گناہ درج کرنے کا حکم دیتا ہے' اور اس سے قبل جو کچھ اس بندہ نے نیکیاں کی ہیں وہ سب ویسے ہی محفوظ رہتی ہیں۔

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' اور صحابۂ کرام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے' آپ علیہ السلام کسی معاملہ میں مشورہ فرما رہے تھے کہ سلسلۂ کلام دراز ہو تا گیا۔ یہاں تک کہ دورانِ گفتگو صحابۂ کرام کی آوازیں بے اختیار کچھ بلند ہو گئیں بس کیا تھا خدائے ذوالجلال کی دریائے غضب میں جوش آ گیا' اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہ جن کی آوازیں بلند ہوئی تھیں ان سے یوں مخاطب ہوا۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لاتجھروا لہ' با لقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (القرآن)	اے ایمان والو! نبی کی آواز پہ اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو اور ان سے اس انداز سے کلام کرو جیسا کہ آپس میں تم ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال (صالحہ) ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہونے پائے۔

جن کی آواز بلند ہوئی تھی ان کی عقیدت و محبت کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا اور قسم کھائی جا سکتی ہے' ان کی عقیدت و ایمان پہ کہ حضور کی شخصیت ان کے دل و دماغ میں رچ بس گئی تھی جیسا کہ کئی ایک واقعات شاہد ہیں پھر آپؐ کی شان مبارک میں گستاخی کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے؟ لیکن پھر بھی اپنے محبوب کی شان میں اللہ تعالیٰ کا یہ اہتمام قابل غور ہے کہ دوران گفتگو بھی تم پہ لازم ہے کہ اپنی آواز کو حضورؐ کی آواز سے بلند نہ ہونے دیں۔ جس سے شان رسالت میں تنقیص واقع ہو۔

ویسے تو انسان فطری طور پہ خطا و لغزش کا پتلا ہے جب کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ جب گستاخ رسولؐ بنا تو سراپا گناہ ہی نہیں' بلکہ مزید اس کے اعمالِ صالحہ بھی نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ ادب و احترام کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ وقتِ کلام تعظیم و تکریم اور احترام کا بھرپور خیال رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی' ان کی آواز بلند تھی۔ جب یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی حضرت ثابت اپنے مکان سے باہر نہیں نکلے اور خود کو اہل دوزخ سمجھ کر خوف و ہراس کے عالم میں گوشہ نشیں ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طویل غیر حاضری کو محسوس کرتے ہوئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ' سے دریافت فرمایا کہ ثابتؓ بن قیس بن شماس کا کیا حال ہے؟ حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ' وہ تو میرے پڑوسی ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے' وہ کسی مرض کے شکار تو نہیں ہیں۔ جب حضرت سعدؓ ان کی عیادت کے لئے گئے تو حضرت ثابت بن قیس بن شماس نے حقیقۃ

حال سے آگاہ کیا کہ کیا تم نہیں جانتے، "میرے متعلق حکمِ خداوندی نازل ہوا ہے کہ میں رفیع الصوت ہوں، میری آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر غالب ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ صاف حکم دیتا ہے کہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعدؓ نے صورتِ حال سے مطلع فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جاؤ ان سے کہدو کہ وہ جنتی ہیں۔ مذکورہ آیت کے نزول کے بعد سے تمام آپ کی بارگاہِ اقدس میں انتہائی ادب و احترام سے حاضر ہوتے تھے۔

عظمتِ رسولؐ کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے لمحہ بھر کے لئے بھی اپنے محبوب کی دل شکنی کو گوارہ نہ کیا۔ جب بھی آپ کو ان حالات سے دوچار ہونا پڑتا تو فوراً حکم نازل فرماتا۔

ابتدائے عہدِ رسالت مصلحتاً کچھ دن تک وحی کا سلسلہ موقوف رہا۔ دشمنوں نے طعنہ زنی شروع کی۔ وَدَّعَ مُحَمَّدًا رَبُّہٗ وَخَلَاہُ کفار مکہ کی اس حرکت سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی صدمہ پہنچا اور آپ بہت ہی پریشان و مضطرب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ مایوسی دیکھی نہ گئی آخر اپنے محبوب کی دلجوئی ان الفاظ سے کی:- والضحیٰ۔ واللیل اذا سجی۔ ما ودعك ربك وما قلیٰ۔ وللاخرۃ خیر لك من الاولیٰ۔ ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ۔

قسم ہے رات کی جب پوری طرح چھا جائے کہ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے نہ آپ کو مکروہ جانا ہے تحقیق آپ کی ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے بیشک آپ کا خدا آپ کو عنقریب ایسا نوازیگا کہ آپ راضی برضا ہو جائیں گے۔

اس آیتِ کریمہ میں والضحیٰ اور واللیل سے بعض مفسرین نے عارضِ تاباں اور گیسوئے محبوب مراد لئے ہیں۔ منشائے کلام یہ ہے کہ اے محبوبؐ اپنے رخِ روشن پر زلفِ عنبریں بکھیر کر تو دیکھو، کیا کوئی ایسا پیکرِ حسین وجمیل بھی قابلِ رد و انکار ہو سکتا ہے؟ محبوب کی محبت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کو کفار مکہ کے دلگیر طعنوں پر تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اے محبوب! آپ کیوں دلگیر ہوتے ہیں۔ تمہارا خدا تم سے ناراض نہیں ہے، بلکہ ہر وقت تمہارے ساتھ تمہاری حمایت میں ہے۔

اوائلِ اسلام میں کسی کو دعوتِ توحید دینا موت کے مترادف تھا۔ قدم قدم پر ظلم و ستم کے پہاڑ مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے تھے، یہاں تک کہ حضورؐ نے کوہِ فاران سے آوازِ حق بلند کرتے ہوئے اہلِ مکہ سے خطاب فرمایا:-

اے لوگو! اگر میں تمہیں آگاہ کروں کہ اس گھاٹی میں دشمنوں کا ایک دستہ مستور ہے جو تم پر اچانک حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے، کیا تم میری اس بات کی تصدیق کروگے؟ تمام ایک زبان ہو کر بول اٹھے کیوں نہیں...! ہم کو آپ پر پورا اعتماد و یقین ہے۔ آپ کی ہر بات پر ہم سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ کیونکہ آج تک ہم نے آپ سے نہ جھوٹ سنا ہے اور نہ خیانت دیکھی ہے۔

وعدہ لینے کے بعد حضورؐ نے فرمایا، میں تمہیں

اس سے بھی سنگین عذاب کی خبر دے رہا ہوں جو تم پہ مسلّط ہے۔ اگر تم امن و سلامتی چاہو تو کفر و شرک کی باطل قوتوں سے نکل کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ، جس میں تمہاری فلاح و بہبودی مضمر ہے۔ خدائے تعالٰے اپنے کلام پاک میں ان الفاظ کو یوں بیان فرماتا ہے:۔

وانی لکم نذیرٌ بین یدی عذابٌ شدید۔

حضورؐ کی اس گفتگو کو سن کر ابو لہب آگ بگولہ ہو گیا اور غصہ میں گویا ہوا رتباع لك سائر الیوم الھذا جمعتنا برباد ہو تو اکہ تو نے یہی سنانے کے لئے ہم کو جمع کیا ہے؟

حضورؐ کی شان میں یہ گرے ہوئے الفاظ خدا کو بہت ہی ناگوار گذرے۔ ابو لہب کے کلمات ختم بھی نہ ہو پائے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیغام خداوندی کو یوں بیان فرمایا:۔

تبت یدا ابی لھب، وتبّ ما اغنیٰ عنه ماله وما کسب سیصلیٰ نارًا ذات لھبٍ، و امرأته حمالة الحطب	ٹوٹ جائے ابولہب کے دونوں ہاتھ اور اس کا ناس ہو جائے عذاب سے چھٹکارہ پانے کے لئے نہ اس کا مال کام آئے گا اور نہ اسکی دولت جو کہ وہ کمایا ہے، وہ اور اسکی بیوی جو لکڑیوں کا گھٹا اٹھائے پھرتی ہے۔ دونوں جہنم کی بھڑکتی ہوی آگ میں جھونک دئے جائیں گے۔

اس طرح دشمن اسلام ابولہب اور اسکی بیوی دونوں کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ خدا تعالے اپنے معاملہ میں ڈھیل دیتا رہا۔ جب اپنے محبوب سے متعلق کچھ بات ہوی فوراً عقاب فرمایا۔ حالانکہ بڑا کہنے والا جو کچھ کہہ رہا تھا اپنے بھتیجے کو کہہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ زجر فرما کر واضح کر دیا کہ منصب رسالت دنیوی رشتوں سے مبرّہ و منزّا ہے۔ حقیقی رشتہ دار تو وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت و عقیدت رکھتا ہو۔ جس کا دل اس وصف سے خالی ہو یعنی اسلام سے نکل جائے اس کا اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دردناک عذاب ہے جیسا کہ سورۂ احزاب کی ۵۷ آیت میں ارشاد فرماتا ہے:۔

ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنھم الله فی الدنیا والاٰخرة واعدّ لھم عذابًا مھینا۔	بیشک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے، ان کیلئے ذلّت کا عذاب تیار کر دیا گیا ہے۔

مذکورہ آیت میں عذاب مہین کی خبر دی جا رہی ہے کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ گے تو خوب یاد رکھو تم سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہونگے۔ یہی نہیں بلکہ اس کو دردناک عذاب بھی ہے اس سے بڑا شقی و بدبخت اور کون ہو سکتا ہے؟ انہیں چند کلمات پہ اکتفا نہیں فرمایا بلکہ سورۂ توبہ کی ۶۱ آیت میں فرماتا ہے:۔

والذین یؤذون	اور جو اللہ کے رسول کو درد

رسول اللہ لھم عذاب الیم	پہنچاتے ہیں ان کے لئے عذاب الیم ہے (دردناک عذاب)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شانِ رسالت میں گستاخی ہرگز ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ گستاخی کرنا گویا اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید غضب ناک لہجہ میں فرماتا ہے:-

الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدا فیھا ذالک الخزی العظیم۔	کیا انہیں خبر نہیں کہ جو بھی اللہ اور اسکے رسول ؐ کی مخالفت کرے گا تو اس کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ کیلئے ڈال دیا جائے گا۔ یہی بڑی رسوائی ہے۔

گستاخِ رسول ؐ کا عالم دیکھئے، ایک دو دن نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ہو کر رہ جائے گا۔ نعوذ باللہ من ذالک:

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر منافقین کی تین جماعتوں میں سے دو جماعتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تمسخر اُگلتے تھے، ان کا خیال ہے کہ یہ روم جیسی عظیم سلطنت پر غالب آجائیں گے۔ کتنا بعید خیال ہے۔ اتنی کم طاقت پر بھی کتنا فخر و ناز ہے۔ تیسری جماعت ان باتوں کو سن کر قہقہے لگا رہی تھی۔ جوں ہی محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ملی ان سے استفسار فرمایا کہ کیا تم نے ایسا کہا؟ انہوں نے جواباً عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے سفر کی تھکان و راستہ کی صعوبتوں کو دُور کرنے اور ان سے بے حس ہونے کے لئے آپس میں دل لگی اور مزاح کر رہے تھے۔ ابھی یہ کلمات پورے نہ ہونے پائے تھے کہ فوراً اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے ان آیات کو نازل فرمایا جس کو سورۂ توبہ کی ۶۴ آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل أ باللہ وآیتہ ورسولہ کنتم تستھزءون ولا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم	اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے اے محمد ؐ! کہہ دیجئے کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی و مزاح کرتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ۔ تم مرتکب کفر ہوئے مسلمان و مؤمن ہو کر۔

بعض افراد عید الاضحیٰ کے موقعہ پر حضور علیہ السلام سے ایک دن پہلے ہی قربانی کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ قربانی کرنے کی تاکید کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کچھ لوگ ماہ رمضان کے شروع ہونے سے ایک دن قبل ہی روزہ رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس فعل سے روکتے ہوئے حکم دیا کہ تم روزہ رکھنے میں میرے رسول کی پیروی کرو اور ان سے تجاوز کرنے میں اجتناب کرو جیسا کہ آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں:-

یا ایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم۔	اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول سے تجاوز نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ بنی تمیم کی ایک جماعت اسلام قبول کرنے کے شوق میں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ میں داخل ہو کر پوچھنے لگی کہ خدا کے رسول محمد بن عبداللہ فی الوقت کہاں ہیں؟ دوپہر کا وقت تھا، دھوپ اپنے پورے شباب پر تھی، ہر ایک کی حالت جواب دے رہی تھی۔ لیکن ایسی بری بے بسی کی حالت میں بھی اسلام کے ساتھ ان کی محبت و عقیدت بڑھتی ہی جا رہی تھی جیسا کہ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی وہ ابھرے گی

صعوبتِ سفر کا بھی ان کو احساس نہ تھا۔ ان کا مطمحِ نظر صرف یہی تھا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت اسلام سے مشرف ہوں۔ آخر جب اطلاع ملی کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ رحمت میں استراحت فرما رہے ہیں، شوقِ ایمانی میں حضور کے دولت کدے کی جانب دوڑ پڑے۔ جا کر باہر ہی سے آوازیں کرنے لگے۔ حضورؐ اسی وقت رونق افروز ہو کر ان کے ایمانی جذبات کو دیکھ کر اسلام جیسی عظیم نعمت سے بہرہ ور فرمایا۔

ابھی شیدائیانِ اسلام کی یہ جماعت بارگاہِ نبوت سے نکلی بھی نہ تھی کہ جبرئیل علیہ السلام خدا کی جانب سے ان آیات کے ساتھ حاضر ہوئے جن کو سورۂ حجرات میں بیان کیا گیا ہے۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم

اے محبوب! جو لوگ حجروں کے باہر کھڑے ہو کر آپ کو ندا دے رہے ہیں ان میں زیادہ تر ایسے لوگ ہیں جو (منصب رسالت و نبوت کے آداب سے) نابلد ہیں۔ اگر وہ صبر و سکون کے ساتھ آپکی تشریف آوری کا انتظار کرتے تو یہ انکے لئے بہتر ہوتا (چونکہ اس نادانی کا ارتکاب جذبۂ شوق کی وارفتگی میں ہوا ہے، اس لئے) اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

محبوب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کا اندازہ کیجئے

کہ نبی کا فریضۂ منصبی تو یہ ہے کہ مخلوق کو مالکِ حقیقی کا حقیقی پرستار بنائے اور ان کو اسلام و تعلیماتِ قرآنیہ کی دعوت دے۔ بات واضح ہے کہ جو جماعت توحید کا اشتیاق لیکر درِ رسول پر آئی تھی اس کی بیقراری و بے چینی یقیناً ایک ایسے فرض کی ادائیگی کے لئے تھی جس کا تعلق منصبِ نبوت سے تھا اور ان کی حاضری استراحت کے وقت شوقِ ایمانی میں آواز دینا یہ سب کچھ ایک اہم مقصد کے لئے تھا لیکن باوجود اس کے حق تعالیٰ نے صاف و صریح انداز میں بیان فرما دیا کہ منصب رسالت و نبوت کے سامنے آپکے ہزاروں مقاصد بھی کیوں نہ ہوں محبوب کے خوابِ ناز سے اہم کوئی کام نہیں، ہو سکتا —— ایسے کئی ایک واقعات ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں ایسے لفظ کو ناپسند فرمایا جس کے دو معنی نکلتے ہیں، اچھا اور برا بھی۔ یہ بات مشہور ہے کہ آپ علیہ السلام

کی تقریر کے دوران صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کسی بات کی وضاحت مزید کے لئے راعنا یارسول اللہ جیسے الفاظ کا سہارا لیتے جس کا مطلب ہے اے خدا کے رسول ہماری رعایت فرمائیے، یعنی بات کو واضح کیجئے "راعنا" مشترک لفظ ہے جس کے معنی یہود کے پاس گالی کے بھی ہیں۔ یہود جو اللہ اور اسکے رسولؐ کے سخت دشمن تھے مجمع عام میں حضورؐ سے لفظ "راعنا" کے ذریعہ مخاطب ہوتے۔ اس طرح اپنی دلی بھڑاس نکالتے۔ یوں تو دونوں لفظ راعنا کو استعمال کرتے تھے مگر فرق صرف نیتوں کا تھا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، یہودیوں کی شرارت سے اچھی طرح واقف تھے۔ جوں ہی ان کلمات کو آپ نے سنا، جوش غضب کے ساتھ اعلان کیا کہ اگر کوئی لفظ راعنا سے حضورؐ کو مخاطب کرے گا تو میں اسکی گردن اڑا دوں گا۔ یہودیوں نے کہا آپ ہم پر بلا وجہ کیوں برہم ہو رہے ہیں۔ ویسے تو مسلمان بھی اسی لفظ سے پکارتے ہیں۔ جب حضورؐ کو اس کا علم ہوا تو آپ بیحد رنجیدہ ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ سے حضورؐ کی رنجیدگی دیکھی نہ گئی۔ فوراً حضرت جبرئیل امین کو اس حکم کے ساتھ روانہ کیا:-

یاایھا الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم

اے ایمان والو! اب راعنا کی جگہ انظرنا (ہماری طرف نگاہ کرم کیجئے) کہا کرو اور (رسول کی باتیں) غور سے سنو اور (ان) کافروں کے لئے (جو دل میں اہانت رسول کا جذبہ چھپائے ہوئے ہیں) دردناک عذاب ہے۔

مذکورہ آیت سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام کی شان میں ایسا لفظ بھی گوارا نہیں جسکے ایک معنی سے تنقیص کا پہلو بھی نکلتا ہے۔

حضورؐ کا ہر قول اللہ کا قول ہے اور رسول کا طلب کرنا گویا اللہ کا طلب کرنا ہے جیسا کہ بخاری شریف کی ایک حدیث سے ظاہر ہے، جسکو حضرت سعید بن معلی نے روایت کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبویؐ میں نماز ادا کر رہا تھا، اتفاق سے مجھے تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا لیکن مجھے نماز نے جواب دینے سے باز رکھا۔ نماز کے فراغت پانے کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، یا رسول اللہ! میں نماز میں تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد تم نے نہیں سُنا کہ اللہ کے رسول جب طلب کریں فوراً حاضر ہو جاؤ۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نماز پڑھ رہے تھے۔ حضورؐ نے انہیں آواز دی۔ آپ نے جلدی سے نماز ختم کرکے، حاضر ہوئے ادب و احترام سے سلام کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت نہیں کی۔:

یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ و

اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول کے بلانے پر

الرسول اذا دعاکم لما یحییکم

حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

مذکورہ قرآنی آیت واحادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ کہ تم نماز ہی میں کیوں نہ ہو جب بھی حضورؐ تمہیں آواز دیں تو حکم کی فوراً تعمیل کرو۔ کیونکہ حضورؐ کا ہر قول اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ مفسرین کرام نے لفظ "یحییکم" کے معنی مختلف بیان فرمائے ہیں۔ بعضوں نے ایمان مراد لیا ہے کیونکہ کافر مردہ دل ہوتا ہے۔ ایمان ہی کے ذریعہ اس کو حیات ابدی حاصل ہوتی ہے۔ قتادہؓ نے فرمایا دلوں کو زندہ کرنے والی چیز قرآن کریم ہے اس لئے کہ وہ قلوب کو ابدی زندگی بخشتا ہے۔ محمد بن اسحاق نے فرمایا وہ چیز جہاد فی سبیل اللہ ہے کیونکہ اس کی بدولت شہید زندہ رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم یرزقون۔

اللہ تعالیٰ مومنوں سے خطاب فرماتا ہے کہ تم میرے رسولوں کی تعظیم و تکریم کرو جیسا کہ سورۂ مائدہ کی ۱۱ آیت میں ہے۔

وآمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضاً حسناً لاکفرن عنکم سیئاتکم و	اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر اور مدد کرو گے ان کی اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض تو البتہ دور کردوں گا میں تم سے

ولادخلنکم جنٰت تجری من تحتھا الانھار فمن کفر بعد ذٰلک منکم فقد ضل سواء السبیل۔	گناہ تمہارے اور تم کو باغوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ پھر جو کوئی تم میں سے کافر ہوا، اس کے بعد تو بے شک وہ گمراہ ہوا وہ سیدھے راستے سے۔

اور سورۂ اعراف کی ۱۵۷ آیت میں فرماتا ہے:-

فالذین آمنوا بہٖ وعزّروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہٗ اولٰئک ھم المفلحون	وہ جو اس پر (محمد صلعم) ایمان لائیں اور اسکی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

ان آیات سے حضورؐ کا صحیح مقام اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی انکار کرے تو یہ اسکی جہالت و نادانی ہے۔

مذکورہ آیت شریفہ میں نور سے مراد قرآن پاک ہے جو مومن کے دل کو منور کرتا ہے جس سے باطل کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں اور وہ اللہ کے کامیاب بندے ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اولٰئک ھم المفلحون وہی لوگ (جو رسول کا ادب واحترام کریں گے ہر قول میں رسول کی اتباع کرینگے) بامراد ہوں گے۔ یہ بات واضح ہے کہ اخروی نجات کا دارومدار حضورؐ کی تعظیم و توقیر پر موقوف ہے۔ مزید اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد

فرماتا ہے :-

اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالًا مبینا۔

جب اللہ اور اس کے محبوب کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو اللہ اور اسکے رسول کا حکم نہ مانے بیشک وہ صریح گمراہی میں ہے۔

یہ آیت پاک زینب بنت جحش اسد اور آپ کے بھائی عبداللہ بن جحش اور آپ کی والدہ اُمیمہ بنت عبدالمطلب کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا حضورؐ کی حقیقی پھوپی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ زید بن حارث رضی اللہ عنہ، جن کو سرکارؐ دوجہاں نے خود آزاد کیا تھا اور وہ ہر وقت حضورؐ کی خدمت میں رہا کرتے تھے ان کیلئے جب حضورؐ نے حضرت زینب کو پیغام نکاح روانہ کیا تو زینب اور ان کے بھائی نے انکار کر دیا اسی وقت فوراً ان آیات کا نزول ہوا جب اسکی خبر حضرت زینب اور ان کے برادر کو پہنچی تو وہ نکاح کے لئے راضی ہو گئے۔ اور حضورؐ نے حضرت زید کا نکاح دس دینار ساٹھ درہم اور ایک صاع کھجور مہر پہ زینب کے ساتھ کر دیا۔ قرآن کریم کی اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اطاعت رسولؐ ہر حالت میں واجب ہے۔ حضرت زینب وغیرہ کا انکار کرنا خدا کو ایک پل کے لئے بھی گوارا نہ ہوا فوراً حکم نازل فرما دیا کہ خدا و رسول کے مقابلے میں اپنے نفس پہ بھی تم کو کوئی حق و اختیار نہیں ہ والمحصنت سورہ النساء کی ۲۴ر آیت۔

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما

اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ لوگ مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ بنائیں (اور حاکم ہی نہیں) جو کچھ تم حکم نافذ کرو گے (اسے اپنے دلوں میں رکاوٹ نہ پائیں (اس میں مزید غور و فکر نہ کریں کہ یہ محمدؐ نے کیوں کہا) اور جی سے بسر وچشم اس کے ہر حکم کو قبول فرمالیں۔

ان آیاتِ قرآنیہ سے پتہ چلا کہ مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ حکم کی پوری طرح تعمیل نہ کرے۔ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ ایک انصاری سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی پہاڑ سے آنے والی نہر سے متعلق جس سے باغوں کو آبیاری کی جاتی تھی جھگڑا ہو گیا۔ دونوں بارگاہِ رسولؐ میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فیصلہ دیا کہ زبیر پہلے اپنی کھیتی کو سیراب کرلیں پھر اپنے پڑوسی کو موقع دیں کہ وہ بھی اپنی کھیتی سیراب کرلیں۔

یہ فیصلہ انصاری کو پسند نہ آیا اور کہنے لگا زبیر تو آخر آپکے پھوپی زاد بھائی ہی تو ہیں۔ حالانکہ حضورؐ نے اس انصاری کے ساتھ احسان کرنے کی ہدایت فرمائی تھی، لیکن انصاری اپنی کم عقلی کی وجہ اس فیصلہ کی قدر نہ کی جس سے حضورؐ نے طیش میں آکر زبیر کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی کو روک لو۔ فضل واحسان تو یہی ہے کہ قریب والا بھی مستحق نعمت بنے۔ دیکھئے کہ حضورؐ کے حکم کا انکار کرنا اللہ کی نعمت سے محرومی کا سبب بن گیا۔

جب کبھی حضورؐ مسجد نبویؐ میں خطبہ دیتے تو منافقین بھی حاضر ہوتے۔ جب کلام رسولؐ کا سننا ان پر بوجھل ہو جاتا تو آہستہ آہستہ صحابہ کی آڑ لے کر ہٹتے ہٹتے خارج مسجد ہو جاتے۔ اُن کا مقصد اس حرکت سے یہ تھا کہ رسولؐ کی توہین ہو لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ رسول سے کوئی شئے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو انکی یہ ذلیل حرکت پسند نہ آئی لہٰذا فوراً آگاہ کرنے کے لئے قد افلح المؤمنون سورۂ نور کی ۶۲ آیت میں ارشاد فرماتا ہے:۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم لدعاء بعضکم بعضًا قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذًا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ۔ اَن تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذابٌ الیم۔

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا کہ تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتے ہو (کیونکہ رسول ندا دیں تعمیل و اجابت اس پر واجب ہو جاتی ہے اور بادب بارگاہِ رسول میں حاضری دینا ان پر لازم ہو کر رہ جاتا ہے) بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم میں سے چپکے نکل جاتے ہیں، کسی چیز کی آڑ لیکر تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے۔ (جو دنیا میں تکلیف یا زلزلے یا ہولناک حوادث یا ظالم و جابر بادشاہ کا مسلط ہونا یا دل کا سخت ہو کر معرفت الٰہیہ سے محروم ہو جانا) یا دردناک عذاب پڑے (جو آخرت میں ہونے والا ہے)۔

حضورؐ سے کوئی پہلو مخفی بھی رہتا تو فوراً اللہ تعالیٰ اس کو آپ پر واضح کر دیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت منافقین کی ان حرکتوں کو آپ علیہ السلام پر کھول دیا کہ اے محمدؐ! دیکھو تمہارے ساتھ ان کا کیا رویہ ہے ان سے کہدو اگر ان کی یہی حالت رہی تو ان کے لئے آخرت کا المناک عذاب ہے۔

ایکمرتبہ ولید بن مغیرہ حضورؐ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا یا ایھا الذی نزّل علیك الذکر انك لمجنون۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کی شان میں ان گستاخانہ الفاظ کو جیسے ہی سُنا ان کی تردید کرتے ہوئے ان آیات کو نازل فرمایا:۔

نٓ۔ والقلم وما یسطرون۔ ما انت بنعمۃ ربك بمجنون وان لك لاجرًا غیر ممنون وانك لعلیٰ خلق عظیم فستبصر ویبصرون بائیکم المفتون۔

قسم ہے قلم کی اور انکے نوشتوں کی کہ آپ نے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور یقیناً آپ کے لئے بے پایاں اجر و ثواب ہے اور بلاشبہ آپ کی خو بڑی شان کی ہے پس عنقریب آپ بھی ملاحظہ فرمائیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ پاگل کون ہے۔

رسول کی بھی کیا عظمت و شان ہے کہ دشمن تو سوال کر رہا تھا حضورؐ سے اور جواب اللہ تعالیٰ دے رہا ہے جس میں اسکی مذمت ہی مذمت ہے۔ اس گستاخ رسول کی ذلت کا اب اندازہ لگائیے کہ دشمن محبوب کے

ساتھ قرآن کے کیا الفاظ ہیں اور کلام کا تیور کتنا خوفناک و غضب انگیز ہے۔ جس کو سورۂ قلم کی نویں آیت میں اس طرح بیان فرماتا ہے :۔

ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذٰلک زنیم ان کان ذا مال وّبنین اذا تتلیٰ علیہ اٰیتنا قال اساطیر الاوّلین نسمہ علی الخرطوم۔

اے محبوب! آپ کسی بھی ایسے شخص کی بات مت سنو جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل، بہت بڑا طعنہ باز، بہت بڑا چغلخور، بھلائی سے بہت زیادہ دور روکنے والا حد سے زیادہ گذرا ہوا گنہگار درشت خو اور سب پہ طرہ یہ کہ ولد الحرام اور مزید برآں یہ کہ مال و اولاد ہے۔ جب ہماری آیتیں اسکے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ اگلوں کے قصے ہیں۔ عنقریب ہم اسکی سور جیسی تھوتھنی پہ داغ دیں گے۔

دنیوی اعتبار سے دیکھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ آدمی جب اپنے دشمن کے عیوب کو ظاہر کرتا ہے تو صرف یہی کہا جاتا ہے کہ یہ تو ہیجان نفس کا ردعمل ہے لیکن یہاں وہ بات ہی نہیں ہے۔ یہ تو تمام ظاہری و باطنی عیوب سے پاک و صاف مقدس کلامِ خداوندی ہے جس میں شوائب نفسانی کا گمان بھی ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ جس کی ایک صفت ستار العیوب وغفّار الذنوب بھی ہے جو بڑے سے بڑے بدکردار گنہگار کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے مگر اپنے محبوب سے جو کوئی گستاخی کیا اس کو رسوا کر کے رکھ دیا اور صاف کہدیا کہ شانِ رسالت میں گستاخی تمہاری دنیا و آخرت فنا و برباد کر کے رکھ دیگی۔ جوں ہی یہ آیتیں نازل ہوئیں، ولید بن مغیرہ چلاتے ہوئے بھاگ نکلا اور اپنی والدہ سے سوال کرتا ہے، کہ ماں میں ابھی ابھی محمد بن عبد اللہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ انہوں نے میرے متعلق دس پوشیدہ خامیاں بیان کی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ وہ صفات میرے اندر ہیں لیکن ایک بات جو محمدؐ ہی نے بتائی ہے، جو میرے دل میں کھٹک رہی ہے وہ یہ ہے کہ میری اصل میں بھی فرق ہے جس کو میں نہیں جانتا اور یہ غلط بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ محمدؐ کا قول ہے۔ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ اب حقیقت تو ہی اچھی طرح جانتی ہے وہ کیا ہے؟ سچ سچ بتا ورنہ تیرا سر قلم کر دوں گا۔ غضب ناک تیور دیکھ کر ماں گھبرا گئی اور حقیقت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا اے بیٹے! ترا باپ نامرد تھا اور اس کثیر جائیداد کا وارث ہمارے بعد کوئی نہیں تھا۔ اسکی مجھے بڑی فکر تھی۔ میری دوستی ایک چرواہے سے ہوی اور مجبوراً مجھے اس کی طرف مائل ہونا پڑا اور تو اسی دوستی کا نتیجہ ہے ورنہ اس کا وارث آج کون ہوتا؟

گستاخ رسول نے شانِ رسالت پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن خود برباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات کسی حالت میں پسند نہ تھی کہ اپنا محبوب غمگین و غمزدہ ہو۔ جب کبھی ظالموں نے حضورؐ کی شان میں گستاخی کی اسی وقت منہ کی کھا کر رہ گئے۔

حضورؐ کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو کفار مکہ طعنہ دینے لگے کہ محمدؐ ابتر ہو گیا۔

(نعوذ باللہ) یعنی اب محمدؐ کا نام لیوا کوئی نہیں رہا۔ غور کیجئے کہ ایک لختِ جگر کی وفات ہی کا صدمہ باپ پر کیا کم ہوتا ہے اس پر مزید ظالموں کا سلوک دل کو پاش پاش کرکے رکھ دیا۔ جس کی غیر معمولی ٹھیس نے حضورؐ کو نہایت غم زدہ کردیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً جبرئیل امین کو حضورؐ کی دلبستگی و دل جوئی کے لئے ان آیات کے ساتھ روانہ کیا۔

انا اعطینٰک الکوثر۔ فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔

اے محبوب! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے یقیناً آپ کا دشمن ہی ابتر ھے۔

یعنی اے محمدؐ! آپ کی اولاد آپ کا نام روشن کرتی اور آپکی تعریف و توصیف بیان کرتی تو آپکے یہ دشمن جو آپکے خون کے پیاسے ہیں، یہی کہتے کہ یہ خون کا رشتہ ہے۔ اولاد حقیقی ہے، اسی لئے تعریف کر رہی ہے۔ اس لئے ہم نے تمہارے نام کو تا قیامت زندہ رکھنے کے لئے ایک ایسی اولاد آپ کو عنایت کی ہے جو آپ سے ہے اور نہ آپکے اہل و عیال سے اور وہ آپ کی اولاد نہ ہوتے ہوئے بھی آپ کے نام کا پرچم بلند کرتی رہے گی، وہ ہے آپ کی امت۔

بعض مفسرین کرام نے کوثر سے خیر کثیر مراد لیا ہے اور بعضوں نے حوض کوثر کہا ہے۔

کسی غزوہ کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا اونٹ کھو گیا ہے۔ حضورؐ نے فوراً کہا جاؤ تمہارا اونٹ فلاں وادی میں ہے۔ وہ صحابی فوراً اس مقام پر پہنچے اور اپنا گمشدہ اونٹ حاصل کر لئے۔ جب اس کی خبر منافقین کو ہوئی تو کہنے لگے کہ محمد کو علم غیب سے تعلق ہی کیا ہے کہ وہ ایسی خبریں دے رہے ہیں۔ طنز و مزاح کے طور پر کہنے لگے وما یدریہ بالغیب، محمد غیب کی باتیں کیا جانے۔ جب اس بات کا حضورؐ کو علم ہوا بلوا کر فرمایا کیا تم نے ایسا کہا ہے؟ منافقوں کی خصلت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے قول پر ثابت قدم نہیں رہتے، لہٰذا انہوں نے کہا ہم تو یوں ہی مزاح کر رہے تھے کہ آپ کے علم غیب پر ہمیں کوئی انکار، اعتراض نہیں ہے، ہمارا تو وہی عقیدہ ہے جو دیگر صحابہ کا ہے۔ منافقین ابھی اپنی باتیں گول مول کر کے پیش کر ہی رہے تھے کہ جبریل امین خدائے ذوالجلال کی جانب سے یہ آیتیں لیکر حاضر ہوئے :-

قل اباللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون ولا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم

اے محبوب آپ سنا دیجئے کہ کیا مذاق کرنے کے لئے اللہ اور اسکی آیتیں و رسول ہی رہ گیا ہے۔ باتیں نہ بناؤ۔ ایمان قبول کرنے کے بعد تم کافر و مرتد ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کو اپنی اطاعت و فرماں برداری قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ خطبہ دے رہے تھے، درمیان خطبہ میں آپ نے فرمایا من اطاعنی فقد اطاع اللہ اس پر بعض یہود آپس میں کاناپھوسی کرنے لگے کہ اب یہ خدائی مرتبہ و مقام بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہی چاہتے ہیں کہ خدا کی طرح

ان کی بھی عبادت و پرستش کی جائے جیسے ہی ان کی زبان سے یہ کلمات نکلے فوراً مندرجۂ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولّی فما ارسلنٰک علیھم حفیظًا ۔	جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی اطاعت سے گریز کیا تو سن لیجئے اس پر آپ کا کوئی ذمہ نہیں ہے۔

زید بن حارث نامی ایک صحابی تھے جنہیں حضور اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ تمام صحابۂ کرام میں یہ فخر و اعزاز صرف انہیں کو حاصل تھا۔ جب موصوف نے میدان شباب میں قدم رکھا تو حضور نے ایک معزز خاتون حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کروا دیا لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ازدواجی تعلقات کچھ ایسا موڑ اختیار کر گئے کہ نوبت طلاق تک آ پہنچی۔ بعد طلاق و عدت کے جبرئیل بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور خدائی حکم فلمّا قضٰی زید وطرًا فیھا زوجنٰکھا سنا دیا کہ زید کے نکاح کے بعد ہم نے آپ کا نکاح زینب کے ساتھ کر دیا اور حضرت زینب اس نکاح پہ بے حد نازاں و فروزاں تھیں کہ خدا نے خود میرے نکاح کا متولی ہوا اور اس نکاح میں اب کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

لیکن دشمنان رسول کو ایک اور اچھا موقعہ ہاتھ آیا۔ انہوں نے آپ کے پاک و صاف دامن پہ طعنہ و طنز کے چھینٹے اڑانے لگے کہ محمد جو اپنے کو خدا کا رسول و خاتم الانبیاء بتاتا ہے اور اس سے ایسی حرکت کہ وہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ دشمنوں کے زبان سے جوں ہی یہ ناپاک کلمات نکلے اللہ رب العزۃ نے فوراً ان کو آگاہ کر دیا:۔

ما کان محمّد ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیٍٔ علیما ۔	محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ تو ہر شئے کو اچھی طرح جانتا ہے

انبیاء سابقین کو جب انکی قوموں نے جھٹلایا اور انکی نبوت و رسالت کا انکار کیا تو خود انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رسول و نبی ہونے کی شہادت دی۔ جیسا کہ ہود علیہ السلام نے خود پہ قوم کے الزام سفاہت کا رد کرتے ہوئے اپنی رسالت کے متعلق کہا یٰقوم لیس بی سفاھۃ ولٰکنّی رسول من رب العالمین۔

اب محبوب رب العالمین کی شان بھی ملاحظہ فرمائیے خود اللہ رب العزۃ آپ کے رسول ہونے کی شہادت دیتے ہوئے فرما رہا ہے محمد رسول اللہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے کتنی محبت تھی کہ آپ کے ساتھ بے ادبی کرنے والوں کو نہ صرف ٹوک دیا بلکہ ان کو سزائیں دیں، عذاب میں مبتلا کر دیا۔ غرض دنیا کی کوئی طاقت بھی آپ کے مقام کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتی۔

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

عُلماء کی شان اور ان کے تاریخی فیصلے

از فضیلت مآب حضرت مولانا ابوالحسن سید شاہ صدر الدین محمد طاہر صاحب قبلہ قادری B.A مدظلہ العالی ناظم دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

علم ایک فضل خداوندی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ جس کو اپنا برگزیدہ بنالیتا ہے، وہی اس لازوال دولت کو حاصل کرکے بلند مرتبہ پہ فائز ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کسی انسان کو علم کے نور سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے تو وہ صاحب فراست وبصیرت ہو جاتا ہے اِتَّقُوْا بِفِرَاسَتِ الْمُؤْمِنِ اس کی شان ہوتی ہے، اور وہ "عالم ربانی" جیسے جلیل القدر لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حق وصداقت کے علمبردار حضرات علمائے کرام نے حصولِ علم کے لئے ہزارہا میل کا سفر طے کیا اور بے مثال قربانیاں دیں۔

حضرت **علی ابن عاصم** رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے ایک زبردست عالم اور صاحب کمال انسان تھے۔ ابھی آپ کم سن ہی تھے کہ حصولِ علم کے لئے ایک طویل سفر کرنا چاہا۔ آپ کے والد بزرگوار نے فرزندِ دلبند کے نیک ورصالح ارادے سے واقف ہوکر ایک لاکھ درہم جیسی خطیر رقم دیتے ہوئے فرمایا لختِ جگر! یہ ایک لاکھ درہم ہیں، انہیں لو اور طلب علم میں صرف کرو۔ مگر اتنا ضرور یاد رہے کہ جب تم میرے سامنے آؤ تو اس کے عوض تمہارے سینے میں ایک لاکھ حدیثیں محفوظ ہونی چاہیئے۔ ہونہار فرزند ارجمند نے بڑی ہی جانفشانی اور عرق ریزی سے دولتِ علم کو حاصل کیا اور ایک لاکھ سے کہیں زیادہ حدیثیں زبانی یاد کرلیں، اس طرح اپنے والدِ بزرگوار کی تمنّا اور آرزو کو پورا کیا اور اپنی محدثانہ علمی کمالات کی بدولت دنیائے اسلام سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ نیز "مسند العراق" کے لقب سے مشہور زمانہ ہوئے۔

ھشام بن عبد اللہ محدث کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے علم حدیث کی تحصیل کیلئے ایک طویل سفر اختیار کیا۔ جید علماء سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ دَورانِ تعلیم میں سات لاکھ درہم خرچ کئے — غرض علمائے سلف نے علم دین کی طلب وجستجو میں عظیم پیمانہ پہ مالی قربانیاں دیکر ایسی مثالیں قائم کردیں کہ آج بھی ان کے پاکیزہ تذکروں کا چرچا پوری آن وبان کے ساتھ ہو رہا ہے۔

علم دین کی بدولت علماء کی شان نرالی اور مثالی

ہوتی ہے۔ ان کی عظمت و رفعت اور ہیبت و جلالت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وقت کے سلاطین و فرماں روا بھی ان کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں اور ان کی دعاؤں کے متمنی ہوتے ہیں۔

چنانچہ خلیفہ بغداد ہارون رشید نے ایکمرتبہ **ایک نابینا عالم** کو کھانے پر مدعو کیا۔ طعام ما حضر سے فراغت کے بعد خلیفہ نے خود آگے بڑھ کر پانی کا لوٹا اٹھاتے ہوئے ان کے دونوں ہاتھوں کو دھلایا۔ پھر ان سے پوچھا کہ کس نے آپ کے ہاتھ دھلائے۔ عالم صاحب نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس پر خلیفہ نے کہا کہ اس شرف کا حاصل کرنے والا میں ہی تھا۔ ان کلمات کو سن کر انہوں نے دعائیں دیں۔ خلیفہ نے کہا کہ انہیں دعاؤں کے لئے میں نے آپ کے ہاتھ دھلائے تھے۔

مولانا عبد العلی علیہ الرحمہ لکھنؤ کے ایک جید عالم و فاضل بزرگ تھے جو **بحر العلوم** کے لقب سے ہندوستان بھر میں مشہور ہوئے۔ آپ کی جلالت علمی کا شہرہ سن کر محمد علی والاجاہ نواب آف ارکاٹ نے آپ کو مدراس آنے کی دعوت دی جسکو قبول کرتے ہوئے آپ شہر مدراس پہنچے۔ جب آپکی پالکی محل کے صدر دروازہ پر رکھی گئی اور آپ نے اترنا چاہا تو نواب صاحب نے آپ کو اشارہ سے روک دیا اور خود پالکی کو کندھا دیتے ہوئے محل کے اندر لے آئے اور آپ کی بیحد تعظیم و تکریم کی۔

علمائے کرام کی بے پناہ علمی صلاحیتوں کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی فکر و تدبر سے امت محمدیہ کے سینکڑوں مسائل کو حل کر کے رکھ دیا:۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں ایکرات **حضرت امام محمد** (شاگرد حضرت امام اعظم) **کا مہمان** تھا۔ کھانے پینے سے فراغت کے بعد وہ بستر پر لیٹ گئے اور میں نماز میں مشغول ہو گیا اور رات بھر نمازیں پڑھتا رہا۔ جب صبح ہوی تو امام محمد اٹھے، وضو کئے بغیر سنت ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے تعجب کرتے ہوئے ان سے دریافت کیا کہ آپ تو رات بھر سوتے رہے، اب وضو کئے بغیر آپ نے سنت ادا کی ہے آخر ماجرا کیا ہے۔ امام محمد نے جواب دیا کہ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں رات بھر سوتا رہا ہوں۔ نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ میں نے پوری رات قرآن مجید سے استنباط کرتے ہوئے ایکہزار سے زیادہ مسائل حل کئے ہیں۔ آپ نے تمہاری رات نمازیں پڑھیں اس کا فائدہ صرف آپ کی ذات کی حد تک محدود رہے گا۔ اس کے برخلاف میں نے جو عمل خیر کیا ہے اس کا فائدہ امت مسلمہ کو پہنچتا رہے گا۔ مجھے لیٹ کر سوچنے اور مسائل حل کرنے میں سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے، یہی بات تھی کہ میں رات بھر لیٹا رہا اور غور و خوض کرتا رہا۔

علمائے کرام کی روحانی طاقت و بصیرت ہی تھی، کہ انہوں نے پیچیدہ اور مشکل مقدموں کے انوکھے انداز میں دانشمندانہ فیصلے کر کے ایک عالم کو انگشت بدنداں کر دیا۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت

کا دَور تھا۔ ایک پریشاں حال نوجوان آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا امیرالمؤمنین میرے اور میری والدہ کے درمیان فیصلہ کیجئے کہ اس نے نو مہینے تک مجھے اپنے شکم میں رکھا۔ میری پیدائش کے بعد دو سال تک دُودھ پلایا۔ اور جوان ہونے تک میری پرورش کی۔ اب وہ میرے فرزند نہ ہونے کا انکار کر رہی ہے، مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ کہتی ہے کہ میں تجھے جانتی ہی نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اس کی ماں کا پتہ دریافت کر کے طلب کیا۔ وہ عورت اور اس عورت کے چار بھائی نیز چالیس گواہ آپ کے دربار میں حاضر ہوئے آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ کیا یہ تیرا لڑکا ہے ؟ عورت نے قسم کھا کر کہا، نہ میں اس کو جانتی ہوں، نہ پہچانتی ہوں۔ پھر اس عورت کے بھائیوں سے استفسار کیا تو وہ بھی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ ہم اس کو بالکل نہیں جانتے کہ یہ کون ہے، جب ہماری بہن کی شادی ہی نہیں ہوئی، بھلا یہ اس کا بچہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس پر مزید طرہ یہ کہ چالیس گواہوں نے بھی قسمیں کھا کر بیان دیا کہ اس عورت کی اب تک شادی ہی نہیں ہوئی ہے۔ تو بچہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر اس نوجوان کے بھی گواہ ہوتے، تو ان متضاد بیانات کی وجہ فیصلہ ناممکن تھا۔ امیرالمؤمنین نے معاملہ کی گہرائی تک پہنچتے ہوئے اس عورت، اس کے بھائیوں اور چالیس گواہوں سے دریافت کیا کہ میں جو بھی فیصلہ کروں گا کیا تمہیں منظور ہے۔ تمام نے ایک زبان ہو کر کہا ہاں آپ جو بھی فیصلہ دیں گے ہمیں منظور ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں خدائے تعالیٰ اور ان حاضرین کو گواہ رکھ کر یہ فیصلہ دیتا ہوں کہ اس عورت کا نکاح اس نوجوان سے کر دیا جائے۔ پھر نوجوان کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم کہیں سے چار سو درہم فراہم کر لو۔ اس نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ پھر آپ نے اس نوجوان سے کہا کہ ان چار سو درہموں کو اس عورت کی گود میں ڈال دو، اس کے عوض میں اس عورت کا نکاح تمہارے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا تم کل صبح اس عورت کے ساتھ دربار میں حاضر ہونا۔ یہ سن کر وہ عورت گھبرا اٹھی اور چلاّتے ہوئے کہنے لگی۔ اے امیرالمؤمنین! یہ میرا ہی لختِ جگر ہے، میرے بھائیوں نے کسی کمینہ سے میرا نکاح کر دیا تھا جس سے یہ لڑکا ہوا۔ اس کے جوان ہونے کے بعد میرے بھائیوں نے مجھ سے کہا کہ اس کی فرزندی سے دست بردار ہو جاؤں اور گھر سے نکال دوں، اس لئے میں نے ایسا کیا۔

اس عورت کی تمام گفتگو سننے کے بعد آپ نے اس کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ساتھ لے جائے اور اپنے ساتھ رکھے، یہ روحانی طاقت و بصیرت ہی کا فیض تھا کہ آپ نے ایسا کامیاب فیصلہ صادر کیا کہ حقیقت عیاں ہو کر رہ گئی۔

آپ ہی کا ایک اور نادر فیصلہ ملاحظہ فرمائیے کہ،

دو آدمی کہیں سفر کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ جب دوپہر ہوئی تو دونوں نے ایک درخت کے سایہ میں پناہ لی۔ کھانے کے لئے توشہ کھولا۔ اتنے میں ایک تیسرا شخص چلا آیا۔ ان دونوں نے اس کو کھانے پر مدعو کر لیا۔ ایک کے نزدیک تین روٹیاں تو دوسرے کے نزدیک

پانچ روٹیاں تھیں۔ ان آٹھ روٹیوں کو تینوں نے مساوی طور پر تناول کیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد نو وارد شخص نے جاتے ہوئے پانچ روٹی والے کے ہاتھ میں آٹھ درہم دے کر کہا کہ آپس میں برابر تقسیم کرلیں۔ پانچ روٹی والے نے اپنے لئے پانچ درہم الگ کر کے تین روٹی والے کو تین درہم دینا چاہا۔ اس شخص نے لینے سے انکار کرتے ہوئے جھگڑنا شروع کیا اور کہا کہ ہم لوگ تو مساوی طور پر کھائے ہیں۔ لہٰذا درہم بھی مساوی طور پر تقسیم ہونے چاہئیں، جھگڑا طول پکڑتا گیا۔ یہ دونو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے دربار میں پہنچے۔ آپ نے فریقین کے بیانات سماعت فرمانے کے بعد فرمایا۔ اے شخص جب وہ تجھ کو تین درہم دیتا ہے تو قبول کرلے ورنہ تیرے حصّہ میں ایک ہی دینار آئے گا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ جب ہم مساوی طور پر روٹی کھائے ہیں تو میرے حصہ میں ایک درہم کیسے آسکتا ہے۔ اگر آپ مجھے سمجھا دیں تو میں ایک ہی درہم لے لوں گا۔ آپ نے فہمائش کرتے ہوئے کہا اگر تین آدمیوں میں تیری تین روٹیوں کو تین سے ضرب دی جائے تو تین روٹیوں کے نو حصّے ہوتے ہیں۔ جس میں سے آٹھ حصے تو نے کھائے اور ایک حصہ اس نے کھایا۔ اور پانچ روٹیوں کو تین سے ضرب دیں تو پندرہ حصّے ہوتے ہیں۔ پندرہ حصوں میں آٹھ حصے تو خود کھایا اور سات حصّے اپنے مہمان کو دیا، لہٰذا اس حساب سے سات درہم اس کو ملیں گے اور ایک درہم تجھ کو ملے گا۔ وہ اس عجیب و غریب فیصلہ کو سُن کر حیران رہ گیا اور ایک ہی درہم پہ اکتفا کرلیا۔

غرض علمائے ربانیین کی شان ہی کچھ نرالی ہوتی ہے۔ وہ کسی بھی چیز کو اپنی بصیرت کے نور سے دیکھ کر اس کی حقیقت کو بیان کر دیتے ہیں، اور اس کی روشنی میں پیچیدہ اور مشکل ترین مسائل کے حل تلاش کرلیتے ہیں۔

یہ علمی جواہرات کے خزانے آپ تک پہنچ رہے ہیں، ان سے پوری طرح استفادہ کریں۔ علامہ اقبالؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۰/۱/۴

بہتر فرقے

مولانا مولوی سید شاہ محمد برہان الدین صاحب
قادری عنطری
استاذ دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان

تہتر فرقہ والی ایک مختصر اور جامع تشریح ناظرین "اللطیف" کی خدمت میں حاضر ہے۔ اس سلسلے میں امت اسلامیہ کے اندر پیدا ہونے والے مختلف فرقوں سے متعلق معلومات معتبر کتابوں سے حاصل کی اور ان کے فلسفیانہ مسائل اور عقلی مباحث کو ترک کرتے ہوئے صرف اعتقادی اور دینی نظریات اور عقائد کو زیر بحث لایا گیا ہے تاکہ ناظرین کرام فلسفیانہ موشگافیوں سے اُلجھنے ہوئے بالاست قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ اندازہ کرسکیں کہ اہل سنت و جماعت کے علاوہ بقیہ تمام فرقوں کے عقائد کہاں تک صحیح ہیں اور کیوں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ۷۲ فرقوں کو جہنمی قرار دیا۔ عصر جدید میں بہت سے ایسے ذہن پیدا ہو چکے ہیں کہ باوجود علانیہ کفر کے کسی فرقہ اور جماعت کو کافر قرار دینا صحیح نہیں تصور کرتے ہیں اور کسی کو اس کے کفر پر کافر کہنا غلط اقدام سمجھنے لگے ہیں اور مزید طرفہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں برجستہ یہ قانون بھی پیش کرتے ہیں کہ ۹۹ فیصد کفر اور ایک فی صد ایمان ہو تو بھی اس شخص کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ دراصل اس قانون کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے منہ سے ایسا کلمہ نکالے جس کے سو معنی قائم کرنے کی گنجائش ہو جن میں ۹۹ معنی کفر پر دلالت کریں اور ایک معنی ایمان پر دلالت کرے تو صرف اس ایک معنی کی مناسبت سے اس شخص کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اہل سنت و جماعت کا یہ اصول صرف احتیاط پر مبنی ہے کہ ایک معنی بھی ہو تو کافر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ورنہ اگر صریح کلمات کفریہ کے بعد کافر نہیں قرار دیا جائے تو مومن، مسلمان، فاسق، منافق، مرتد وغیرہ کی حد کیسے اور کیونکر قائم کی جا سکتی ہے۔ مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف مختصر نظریات اور عقائد پر اکتفا کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ "اللطیف" کے اگلے شمارے میں اہل سنت و جماعت کے عقائد اور مسلک کو پیش کیا جائے گا۔ جس کی نجات کی خوشخبری زبانِ نبوت نے ان الفاظ میں دی ہے۔ کُن ما انا علیہ و اصحابی (جس راستے پر میں اور میرے اصحاب ہوں وہی سیدھا راستہ ہے) بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالے ہم تمام کو صراطِ مستقیم پر چلائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

راقم سید برہان الدین عنطری غفرلہٗ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ابدی اور دائمی ہونے کے ساتھ عالمگیر حیثیت کا حامل ہے آپ کے دین اور سابقہ آسمانی ادیان کے بنیادی عقائد میں باہم مماثلت ہے۔ لہٰذا ساری اُمتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اُمت دعوت، اُمت اجابت، اُمت دعوت سے مراد وہ افراد ہوں گے جنہوں نے اپنے نبی کی دعوت کو نہیں قبول کیا اور امت اجابت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبی کی دعوت کو قبول کیا۔

امت دعوت

امت دعوت بھی کئی قسموں میں بٹی ہے۔

بتوں کی پرستش کرنے والے کسی مخصوص شخصیت کی پرستش کرنے والے جیسے جمشید (جو عرب میں متوشلخ کے نام سے مشہور ہے) نمرود بن کنعان، فرعون وغیرہ کائنات کی حسین وجمیل چیزوں کی پرستش کرنے والے اشیاء میں روحِ خداوندی کا تصور رکھنے والے، سورج چاند، ستارے، گائے، شیطان اور فرشتہ کی پرستش کرنے والے، سوفسطائیہ (جو حقائق الاشیاء کے منکر ہیں) اور سُمّنیہ (جو عالم کو قدیم مانتے ہیں) اور دھریہ (جو وقت اور زمان ہی کو فاعل حقیقی اور موثر اصلی مانتے ہیں) اور دھر میں (جو مادہ اور ہیولےٰ کو قدیم مانتے ہیں) اور وہ فلاسفہ جو صانع حقیقی کا انکار کرتے ہیں اور عالم کو قدیم مانتے ہیں اور وہ فلاسفہ بھی جو صانع اور مصنوع کو قدیم جانتے ہیں اور وہ فلاسفہ بھی جو عناصر اربعہ کی طبیعت کو قدیم ماننے والے اور وہ مجوسی جو دو آلہ کے قائل ہیں سبھی امت دعوت میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مذکورہ مجوسی فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم میں دو حقیقی فاعل ہیں۔ ایک اچھی چیزوں کا پیدا کرنے والا اور دوسری بری چیزوں کا پیدا کرنے والا خالق الخیر کا نام یزدان اور خالق الشر کا نام اھرمن ہے اور اھرمن کو الٰہ حادث کہتے ہیں

فرقہ ثنویہ کے بعض لوگوں کو کیومرثیہ کہتے ہیں ہیں۔ یہ فرقہ کیومرث کا معتقد اور اسی کو ابوالبشر قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ زروان الکبیر کے معتقد ہیں جنہیں زروانیہ کہا جاتا ہے اور بعض لوگ زرادشت کے معتقد ہیں جنہیں زرادشتیہ کہا جاتا ہے یہ زرادشت گیشاسپ بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک کتاب لوگوں کے آگے پیش کیا اور اس نے کتاب کی تفسیر لکھی اور اس کا نام "زند" رکھا پھر دوبارہ تفسیر لکھی تو "زندیہ" نام رکھا جو آگے چل کر عربی میں زندیق سے بدل گیا۔

فرقہ ثنویہ کے بعض افراد شریعت اور انبیائے کرام کے منکر ہیں ان میں سے بعض افراد حرام اور حلال کے قطعاً قائل نہیں بلکہ ان کا نظریہ ہے ہر لذیذ چیزیں باہم شریک ہیں خواہ مال ہو یا عورت تاریخ میں ان لوگوں کو مزدکیہ کہا جاتا ہے۔

فرقہ صابئیہ کے مختلف اقوال ہیں ان میں سے بعض لوگ اجرام سماوی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے ہیں اور ان میں سے بعض لوگ نبوت کے منکر ہیں اور بعض لوگ نبوت کو صرف ادریسؑ، نوحؑ اور ابراہیمؑ کے لیے مخصوص سمجھتے ہیں۔

قوم براہمہ۔ یہ انبیائے کرام اور مرسلین عظام کے منکر ہیں۔ یہ لوگوں کا خیال ہے نبی انسانوں میں نہیں ہوسکتا۔ یہ فرقہ براہام کا معتقد ہے اور اپنی نسبت بھی اسی کی طرف کرتا ہے۔

یہود و نصاریٰ میں بعض لوگ ایسے ہیں جو چاند سورج اور ستاروں کی پرستش کرنے والے ہیں۔ غرض اس قسم کے بے شمار فرقے ہیں جن کا احاطہ اس مختصر سے مضمون میں ناممکن ہے۔ یہ تمام امت دعوت میں شمار کیے جاتے ہیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری اُمت بھی عنقریب یہود و نصاریٰ کی طرح ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ صرف ان میں سے ایک فرقہ نجات پائے گا۔ اسی قبیل کی اور بھی احادیث کتابوں میں ملتی ہیں۔ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جانے والی حدیث کو جلیل القدر صحابہ کرام مثلاً انس بن مالک، ابو ہریرہ، ابو درداء، جابرؓ، ابو سعید خدری، ابی ابن کعب، عبد اللہ بن عمرو بن العاص ابو امامہ نے روایت کیا ہے

مذکورہ حدیث ائمہ کرام اور علمائے کرام کے نزدیک موضوعِ بحث اس لئے رہی کہ وہ مہمل ہے اور اختلاف فروعی ہے یا اصولی۔ اس کا نتیجہ نکالنا بھی دشوار نہیں ہے۔ کیونکہ ان تمام فرقوں کے عقائد کو دیکھتے ہوئے یہی ماننا پڑے گا کہ یہ اختلاف اُصولی ہے کیونکہ ان کے مختلف فیہ مسائل اکثر و بیشتر عدل و توحید، وعدہ و وعید، قدر و استطاعت، خیر و شر کی تقدیر، ہدایت و ضلالت، ارادہ و مشیت، ربوبیت باری تعالیٰ، اللہ کے صفاتِ ازلیہ، اور امامت کبریٰ وغیرہ سے متعلق ہیں۔

دین کا تھوڑا بہت ذوق اور فہم رکھنے والا بھی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ یہ سارے مسائل اُصولی اور بنیادی حیثیت کے حامل ہیں کیونکہ فروعی مسائل میں اختلاف تو صحابہ کرام میں بھی پایا جاتا تھا اور حضور اکرمؐ کی یہ حدیث سارے فرقے جہنمی ہوں گے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا جو (ما انا علیہ واصحابی) کی سچی تفسیر ہو بھی صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ یہ اختلاف اصولی ہی ہے۔

مذکورہ حدیث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نے جن فرقوں کو جہنمی بتلایا ہے کیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟ اگر ابدی جہنم مراد لیا جائے تو یہ دشواری پیش آئے گی کہ بہتر فرقوں کو بھی کافر کہنا پڑے گا حالانکہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے تحت ان ۷۲ میں سے ہر ایک کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو اس کو اس کے گناہ کے مطابق دوزخ میں ڈال کر پھر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

اور اگر دائمی جہنمی مراد نہیں لیا گیا تو بھی صحیح نہیں ہوگا کیونکہ ان بہتر فرقوں میں چند ایسے ہیں جن کے کفر پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔ لہٰذا ان فرقوں کو دائمی اور عارضی جہنمی قرار دینے کے بجائے حدیث کو بغیر کسی تخصیص اور تعین کے چھوڑنا ہی مناسب اور اولیٰ ہے۔

عہد نبوی اختلافات سے بالکل پاک و صاف رہا کیونکہ صاحب شرعؐ کی موجودگی میں کسی نزاع اور اختلاف کی گنجائش نہ تھی جو بھی مسئلہ درپیش ہوتا

ذاتِ اقدس سے حل ہو جاتا۔ اور وہ فیصلہ جزو ایمان کی حیثیت اختیار کر جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے اختلاف نہ اُٹھ سکا اور یہ سارے اختلافات حضورؐ کی وفات کے بعد پیدا ہونے لگے۔ آپؐ کی حیاتِ ظاہری میں سبھی ایک ہی راستے پر قائم تھے۔ اُمت میں سب سے پہلا اختلاف حضور کی وفات سے متعلق قائم ہوا۔ چنانچہ جب سرکارِ دو عالمؐ کا وصال ہوا تو بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہونے لگی کہ حضورؐ پر موت طاری نہیں ہوئی بلکہ آپ حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں۔ ابھی یہ عقیدہ پھیل ہی رہا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو ختم کر دیا اور یہ آیت لوگوں کے ذہن نشین کرادی انک میت و انہم میتون

دوسرا اختلاف نبی کریمؐ کے مدفن سے متعلق کھڑا ہو گیا۔ اہل مکہ کی خواہش رہی کہ نعش مبارک کو حضور کے وطن مکہ مکرمہ میں دفن فرمائیں۔ اہل مدینہ چاہتے تھے کہ حضور کو مدینہ میں دفن کریں یہیں آپ کے اعوان و انصار ہیں اور مدینہ آپ کا دارِ ہجرت ہے۔ بعض لوگ چاہتے تھے کہ حضور کو بیت المقدس میں دفن کریں کیونکہ بیت المقدس انبیائے کرام کی سرزمین ہونے کے علاوہ حضرت ابراہیم بھی وہیں مدفون ہیں۔ غرض مدفن سے متعلق عظیم اختلاف کھڑا ہو گیا۔ اس مرتبہ بھی حضرت ابو بکر نے اختلاف ختم کر دیا اور لوگوں کو سمجھایا کہ نبی کی موت جس زمین اور مقام میں واقع ہو وہی اس کا مدفن ہے۔

تیسرا اختلاف امامتِ کبریٰ کے بارے میں پیش آیا۔ اگرچہ کہ یہ اختلاف بھی الائمہ من قریش (خلیفہ قریش سے ہوگا۔) سے دفع ہو گیا اور انصاری صحابہ کرام نے اس اصول پر سکوت فرمالیا تاہم بہت سے لوگ ایسے تھے جو خلافت کے لئے قریش کی شرط کو صحیح نہیں سمجھتے تھے جس کی وجہ سے وقتیہ طور پر یہ اختلاف دب گیا لیکن آگے چل کر پھر یہ اختلاف سر اُٹھایا جس کی وجہ سے خلافت کا مسئلہ بہت ہی متنازعہ بن گیا جو تاریخ اسلام کا ایک اہم باب ہے

اس کے بعد پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکے سے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا لیکن احادیث مشہورہ کی مدد سے اس کو بھی ختم کر دیا گیا۔

اس کے بعد عہد صدیقی میں بعض مسلمانوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور زکوٰۃ کی فرضیت پر اختلاف رونما ہو گیا۔ حضرت ابو بکر نے اعلانِ جہاد کیا۔ اس سے لوگوں میں ہلچل پیدا ہو گئی۔

بعض لوگوں نے کہا مانعینِ زکوٰۃ کے ساتھ جہاد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں۔ لیکن حضرت ابو بکر پوری سختی کے ساتھ جہاد پر مصر رہے اور جہاد ہی کے ذریعے اس فتنہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کی فراست و دانائی، ذکاوت اور تدبر کو دیکھتے

ہوئے اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا۔ اس پر بھی اختلاف کھڑا ہو گیا لیکن مشورہ کی بنیاد پر یہ اختلاف بھی دفع ہو گیا

اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں اختلاف کھڑا ہو گیا اور یہ اختلاف اتنی شدت اختیار کر گیا کہ اس میں حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے

اس کے بعد خلافت اور قصاص میں حضرت عثمان پر اختلاف رونما ہوا جو تاریخ اسلام کا ایک عظیم سانحہ ہے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان اختلافات شدت اختیار کرتے گئے حتی کہ دو خونریز جنگیں ہوئیں اور اس کے بعد مذکورہ دونوں حضرات کے درمیان صلح و صفائی کے لئے حکم کی تجویز عمل میں آئی اور حضرت علی کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص حکم قرار پائے لیکن حضرت علی کے چند حامیوں نے اس تجویز کو ٹھکرا دیا اور حضرت علی کی جماعت سے نکل کر حاکم وقت کے ساتھ بغاوت کا اعلان کر دیا۔

امت میں تفریق کا یہی نقطہ آغاز ہے اس کے بعد ہی سے اصول میں اختلافات پیدا ہونے لگے اور اس عہد کی سیاسی اور مذہبی فضا میں اس قدر گدلا پن آ گیا کہ نئی نئی جماعتیں عجیب و غریب نظریات اور عقائد لئے ابھرنے لگیں۔

یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینی ہے وہ یہ کہ اختلافات جو مسائل میں ہوا کرتے ہیں وہ ایک فطری تقاضہ ہے لیکن صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات رونما ہوئے یہ تمام اصولی اور بنیادی نہیں تھے بلکہ جزوی اور فروعی اختلافات تھے اور یہ سب اجتہاد کا ثمرہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اختلافات صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت وجماعت نے سکوت کو پسند فرمایا۔ کیونکہ اجتہاد میں غلطی بھی ہو جائے تو ایک گونہ ثواب ہی ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات رہے ان کو موضوع بحث بنانا اور ان برگزیدہ شخصیات پر حرف گیری اور تنقید کرنا شقاوت و بدبختی کی علامت ہے۔

صحابہ کرام کے آخری دور میں قدر و استطاعت کا مسئلہ کھڑا ہو گیا اور فرقہ قدریہ کی بنیاد پڑی۔ اس فرقہ کا بانی معبد الجہنی تھا جو ابو یونس سنویہ سے اس عقیدہ کو سیکھا۔ معبد نے اس عقیدہ کو مدینہ اور اس کے اطراف اور بصرہ اور اس کے اطراف میں پھیلانا شروع کیا۔ اس کے بعد ہر طرف قدریہ کی اشاعت ہونے لگی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر ان صحابہ کرام عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عباس، انس بن مالک، عبد اللہ بن ابی اقومیٰ اور عقبہ العارالجہنی نے اس فتنہ کو دبانے کی سعی بلیغ کی اور ایک حکم جاری کیا کہ قدری لوگوں کو ان کی بدعقیدگی کی وجہ سے سلام ترک کیا جائے اور ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ جب معبد الجہنی کا فتنہ حد سے متجاوز ہوا

حجاج بن یوسف ثقفی نے عبدالمالک بن مروان کے حکم سے ۸۰ھ میں اس کو قتل کر دیا۔ معبد کے مقتول ہونے کے بعد اس کے شاگرد غیلان الدمشقی نے اس عقیدۂ قدر کو پھیلانا شروع کیا۔ اس کو بھی ہشام بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں قتل کیا گیا۔

اس عقیدہ کے حامیوں میں جعد بن درہم بھی ہے جو خلق قرآن کا پہلا مدعی تھا اس کو عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر خالد بن عبداللہ القسری نے ذبح کر ڈالا۔ علمائے متکلمین کا خیال ہے کہ فرقہ قدریہ کے اثرات ختم ہو چکے ہیں لیکن معتزلیوں کے مسائل پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے قدری معتزلہ میں جا ملے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم نے بھی اس کو الگ فرقہ شمار نہیں کیا۔ حضرت علیؓ کے حکم سے عبداللہ بن عباس نے خوارج سے مناظرہ کیا اور حضرت علیؓ نے ان لوگوں سے جنگ بھی کی اور فرقہ شیعہ خوارجیوں کے مقابل وجود میں آیا اور عہدِ مرتضوی ہی میں سبائیہ فرقہ وجود میں آیا جو شیعیہ سے تعلق رکھتا ہے معتزلہ حسن بصری کے زمانے میں وجود میں آیا ۱۰۰ھ میں اُن کے مقابل جہمیہ کے سردار جہم بن صفوان کھڑا ہو گیا۔ ۱۵۰ھ میں فرقہ باطنیہ وجود میں آیا جو مامون کا دور تھا۔ اس کے ایک سو سال بعد محمد بن طاہر کے زمانے میں فرقہ کرامیہ وجود میں آیا اور اسی دور میں مرجیہ فرقہ بھی ظاہر ہوا۔ مرجیہ کے بانی کے بارے میں اختلاف ہے

بعضوں نے اس کا بانی حسان بن بلال بن الحارث المزنی اور بعضوں نے ابو السلت السمان کو قرار دیا ہے

امت میں اختلافات کا سلسلہ عہدِ نبوی کے بعد ہی شروع ہوا جس کے محرکات عجیب و غریب ہیں لیکن ان تمام میں بنیادی وجہ یہ رہی کہ اسلام سے فارس اور روم کی شوکت کو زبردست دھکا پہنچا تھا اور ان عظیم الشان اور وسیع و عریض سلطنت کی بنیادیں ہل گئیں جس کا رنج اور غم اہل فارس کے دلوں میں قائم رہا۔ اور اسلام کے خلاف ایک انتقامی جذبہ جڑ پکڑتا گیا۔ اس جذبہ کی تسکین کے لئے بہترین حربہ پھوٹ ڈالنا تھا تاکہ اسلام کی قوت اور طاقت باہمی تنازعات کا شکار ہو جائے اور ان کی جمعیت افتراق کا شکار ہو جائے اور عالم سے ان کی ساکھ دھاک ختم ہو کر رہ جائے۔ اس سلسلے میں دو آدمی میدان میں قدم رکھے۔ خداش ابو مسلم الروح۔ لیکن یہ دونوں اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد شنفاد۔ اشیلس مقفع اور بابک وغیرہ میدان میں آئے اور ان لوگوں نے شاطرانہ چال سے کام لیا اور کامیاب رہے۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے پہلا کام یہ کیا بظاہر خود اسلام لے آئے اور اپنوں کے لباس میں غیروں کا کام شروع کر دیا۔ امت میں تفریق اور جماعت بندی کے لئے ان لوگوں کا پہلا قدم یہ رہا کہ اُنھوں نے صحابہ کرام کے درمیان بدظنی

پھیلاتے ہوئے اختلافات ڈالنے لگے اور دوسرا موثر حربہ یہ رہا کہ اہل بیت اور حضرت علیؓ کی محبت اور عقیدت کو مسلمانوں میں پھیلانے لگے۔ حضرت علی حضور اکرم سے خاص قرابت رکھتے تھے جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں حضرت علی اور اہل بیت کی غیر معمولی عقیدت ہونے لگی اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے خلاف زہر پھیلانا شروع کیا اور یہ مشہور کر دیا کہ خلافت حضرت علی کا حق تھا۔ ان دونوں نے غاصبانہ قبضہ جمالیا یہ دونوں ظالم ہیں انہوں نے اہلِ بیت کو نبی کریمؐ کی وراثت سے محروم رکھا وغیرہ۔ اس قسم کے خیالات کے تشہیر ہونے لگی۔ ان خیالات اور عقائد کے ساتھ ہی ساتھ لوگوں میں جماعت بندی کا سلسلہ قائم ہونے لگا اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گیا کہ بعض لوگ نبوت کا دعویٰ کرنے لگے۔ بعض لوگ حلولِ خداوندی کے قائل ہو گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ شریعت کے احکامات پر نکتہ چینی اور تنقید کرنے لگے اور نمازوں کی تعداد اور اس کی فرضیت میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ لوگ سنّتِ نبوی اور طریقِ صحابہ کو بالکل نظر انداز کر دیئے منافقین اور مشرکین کی سازشوں سے اسلامی عقائد میں بگاڑ پیدا ہو گیا۔ فرقہ قدریہ نے قضا و قدر کا انکار ہی انکار کر دیا اور بندے کو اس کے افعال کا خالق حقیقی بنا دیا۔

فرقہ جبریہ قدریہ کے مقابل کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس قدر غلو کیا۔ بندہ کو مجبورِ محض ایک لاٹھی کے مثل قرار دیا اور کہا کہ جو افعال بندے سے صدور پذیر ہوئے ہیں وہ منجانب امت ہے جس میں بندہ کے لئے کوئی اختیار اور قدرت نہیں۔ معتزلہ نے صفاتِ خداوندی کا انکار کر دیا۔ ان کی ضد میں مشبّہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس مسئلہ میں اس قدر غلو کیا کہ اللہ کو ایک انسان کے مثل قرار دیا۔ مرجیہ نے عذاب و عقاب ہی کا انکار کر دیا۔

غرض کتاب و سنّت اور طریقِ صحابہ سے جداگانہ عقائد وجود میں آنے لگے تو اہلِ حق نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور لوگوں کے سامنے حضورؐ کی سنتوں اور صحابہ کرامؓ کے عادات و اخلاق اور کردار کو واضح طریقہ سے بیان کرنا شروع کیا تاکہ بہ سبب فاسد عقائد ختم ہو جائیں اور معیارِ حق و باطل سنّتِ رسول پر اپنے عمل و کردار کو جانچ لیں جو بھی عقیدہ یا عمل سنّتِ نبی اور طریقِ صحابہ سے مختلف اور جدا ہو وہ قابلِ مردود سمجھا جا سکے۔ چنانچہ یہی مرتب کردہ اصول اور ضابطہ مسلک اہلِ سنت و جماعت کا پیش خیمہ ہے۔ سنت نبی اور صحابہ پر چلنے والے علماء اور اس قائم شدہ مسلک پر چلنے والے لوگوں کو اہلِ سنّت و جماعت کہا جاتا ہے۔

عقائد و فقہ کی کتابوں میں اہل سنت و جماعت سے مراد وہ حضرات ہیں جو عقائد میں امام اشعری یا امام ماتریدی کی تقلید کرتے ہیں اور فروع میں مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں سے کسی ایک کی پیروی کرتے ہیں اور مبتدع یا اہل ھوی سے مراد بہتر فرقے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے سنت رسول اور صحابہ کرام کے مسلک کو نظر انداز کیا۔

حالانکہ سنت نبوی اور سنت صحابہ ہی دین کے اندر معیار حق و باطل ہے۔ آنحضرت نے صاف طور پر بتلا دیا کہ وہی مسلک حق اور صحیح ہے جو میرا اور میرے اصحاب کا رہا ہے۔ اہل سنت و جماعت کے علاوہ سبھی فرقوں نے قرآن و احادیث کی معانی میں نفس کو دخل دیا اور من پسند اور اپنی ضرورت کے تحت معانی کو پیش کیا۔ مقام حیرت تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنا دامن بچانے کی خاطر دوسروں کو مبتدع اور اہل ھوی قرار دیا۔ ہمارے فقہائے کرام جن مبتدعیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیتے ہیں اس سے ایسے مبتدعی مراد ہیں جو کفر کی حد کو نہ پہنچے ہوں۔ اس کے باوجود بھی بعض محتاط علماء ان کے پیچھے نماز درست نہیں سمجھتے تھے۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ اباضیہ اور اصلیہ کے پیچھے نماز پڑھنا تو دور، میں ان کے ساتھ ایک شہر میں رہنا بھی پسند نہیں کرتا۔ امام ابوالقاسم سے مروی ہے کہ مبتدعیوں کے پیچھے نماز پڑھ بھی لیں تو لوٹانا چاہئے۔ امام اصبع فرماتے ہیں کہ ہر حال لوٹانا ہوگا

اہل سنت کے ایک مسئلے سے بعض کم علم یہ مغالطہ کھا جاتے ہیں کہ اہل قبلہ کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا کسی کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ کافر نہ قرار دینے کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کی زبان سے صریح کلمہ کفر نکل جائے یا کسی کا فعل صراحۃً کفر کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس میں کسی اشتباہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس کے باوجود بھی کافر نہ کہیں۔ یہ تو بالکل غلط اور گمراہ کن بات ہے ورنہ ردت کا مسئلہ کیسے سمجھایا جاسکتا ہے فقہا نے تصریح کی ہے کہ جن چیزوں کی حرمت پر قطعی دلائل باوجود حلال تصور کرے یا شریعت کے ساتھ مزاح کرے یا نبی کریم کی شان میں گستاخی کرے۔ حضرات شیخین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام پر لعن و طعن وغیرہ سے تو کافر قرار دیا جائے گا۔ ورنہ مرتد، کافر، منافق اور مسلمان کے درمیان ما بہ الامتیاز کوئی شے نہیں رہ سکتی۔

امام ابن الھمام فرماتے ہیں کہ علمائے احناف کے نزدیک کسی سنت نبوی کو حقیر سمجھتے ہوئے ترک کرنا اور اس پر مواظبت اختیار کرنا کفر ہے۔ ایک مرتبہ امام ابویوسف کے سامنے کدو کو حقیر سمجھتے ہوئے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو امام موصوف کافی برہم ہو گئے اور اس آدمی کے مرتد ہو جانے کا فتویٰ صادر فرمایا۔

علامہ سید السند "شرح المواقف" میں لکھتے ہیں

چند مسائل ایسے ہیں کہ ان پر کفر کا اطلاق ناگزیر ہے مثلاً خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ آنحضرت ؐ کی نبوت کا انکار کرنا اور ذات اقدس پر سلسلۂ نبوت ختم نہیں ماننا حضور کی شان میں گستاخی تو دور ہیں۔ وغیرہ

حاصل کلام اس مختصر سی تشریح اور وضاحت کے بعد ہم بہتر ۷۲ فرقوں کے نظریات و عقائد کو اختصار کے ساتھ ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) معتزلہ

یہ فرقہ بیس شاخوں میں بٹ چکا ہے یہ آپس میں مسائل پر ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ صرف چند عقائد ایسے ہیں جن میں باہم متفق ہیں۔ ان کے بنیادی عقائد میں سے نفی الصفات ہیں جو اہل سنت اللہ تعالیٰ کے حق میں قدیم مانتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں جہاں بھی صفات اللہ کا ذکر ملتا ہے (عالم، سمیع، بصیر، متکلم، حی، مرید) وہاں معتزلہ غیر معمولی تاویلات کرتے ہیں رویۃ باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ آخرت میں دیدار خداوندی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ افعال کا خالق خود بندہ ہے اور وہ اپنے افعال میں خود مختار ہے۔ لہٰذا جب چاہے وہ اپنی قدرت کو کام میں لاکر جو چاہے عمل کر سکتا ہے۔

تیسرا عقیدہ یہ ہے کہ کفر و ایمان کے درمیان ایک منزل ہے جس میں نہ آدمی مومن رہتا ہے اور نہ کافر۔ ان کے نزدیک ایمان تین حصوں پر مشتمل ہے۔ دل سے اعتقاد، احکام پر عمل زبان سے اقرار۔ اس وجہ سے ان کے نزدیک اگر کوئی صرف اعتقاد رکھے عمل نہ کرے تو وہ شخص نہ مومن ہے نہ کافر۔

کلام خداوندی، ارادہ اور مشیت کو حادث تصور کرتے ہیں۔ اور اللہ اپنے علم کے خلاف ارادہ کر سکتا ہے۔ حلال کے علاوہ کوئی چیز بھی رزق نہیں۔ انسان مقررہ موت سے آگے مر سکتا ہے۔ جیسے مقتول۔ اگر کوئی موحد گناہ کبیرہ کرے تو وہ دائرہ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ اور اس کے اعمال صالحہ باطل ہو جاتے ہیں۔ شفاعت مصطفیٰ ؐ کو اہل کبائر کے حق میں نہیں مانتے ہیں۔ حالانکہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے بھی رحمت عالم ؐ کی شفاعت ثابت ہے۔ جب شفاعت کی نفی ہو گئی تو لامحالہ توسل و استغاثہ بھی دائرہ نفی میں آگیا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک شفاعت، توسل اور استغاثہ بھی جائز ہے۔ برزخی امور، عذاب قبر اور میزان وغیرہ کے منکر ہیں۔ ایصال ثواب مردوں کے حق میں بے سود چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، نوحؑ اور سید عالم ؐ، جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیل سے کلام نہیں کیا۔ اسی قسم کے بے شمار عقائد معتزلیوں کے یہاں پائے جاتے ہیں۔

(۲) واصلیہ

یہ فرقہ واصل بن عطا کی جانب منسوب ہے۔ اس کی وفات سنہ ۱۳۱ھ میں ہوئی۔ معبد الجہمی اور غیلان الدمشقی کے بعد اسی کو... رئیس المعتزلہ مانا جاتا ہے۔ واصل بن عطا ازارقہ کے فتنہ کے دوران اکثر حسن بصریؒ کی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک فتنہ کھڑا ہو گیا کہ گناہ کرنے والے کو مشرک قرار دیا جائیگا۔ خواہ گناہ صغیرہ ہو یا گناہ کبیرہ۔

تابعین کرام کا خیال تھا کہ مشرک نہیں فاسق قرار دیا جا سکتا ہے. کیونکہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے مسلمان دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہو سکتا. ان اکابرین امت کے خلاف واصل نے نیا عقیدہ کھڑا کیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے لیکن فاسق نہ مومن ہے نہ کافر۔

تابعین اور جمہور کے مسلک سے ہٹ کر علیحدہ فرقہ قائم کیا جس کی وجہ سے اس کا لقب معتزلہ ہو گیا حضرت حسن بصریؒ نے اس کی گمراہی اور بدعقیدگی دیکھی تو اپنے سے دور کر دیا. اس کے بعد واصل اپنے ایک ساتھی عمرو بن عبید کو لیکر بصرہ کی جامع مسجد میں بیٹھ گیا اور لوگوں میں عجیب و غریب عقائد پھیلانے لگا. یہ شخص اپنے کفر کے ساتھ قدری بھی تھا. اکثر معبد الجہنی کا مسلک بیان کیا کرتا تھا. پھر عمرو بن عبید اور واصل بن عطا خوارج سے جا ملے. اور یہ عقیدہ بھی پھیلانے لگے کہ صاحب گناہ کبیرہ ہمیشہ جہنمی ہے. حالانکہ خود ان کا مسلک یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مومن. جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی شہادت قابل قبول نہیں. حضرت عثمان غنیؓ کی جماعت یا ان کی مخالف جماعت میں سے کوئی ایک گمراہی پر ہے. اور یہی عقیدہ حضرت علیؓ کے بارے میں ہے. کہ ان کی مخالف جماعت یا خود حضرت علیؓ کی جماعت دونوں میں سے کوئی ایک گمراہی پر ہے.

عمرویہ (۳)

یہ فرقہ واصل بن عطا کے شاگرد عمرو بن عبید کی جانب منسوب ہے. یہ اکثر مسائل میں واصلیہ کے مقلد ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ فرقہ عمرویہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ اور ان دونوں کے مخالفین کو فاسق سمجھتے ہیں.

ہذلیہ (۴)

یہ فرقہ ابو الہذیل محمد بن الہذیل العلاف کی طرف منسوب ہے. ابو الہذیل کی وفات سنہ ۲۲۷ھ میں ہوئی. ابو الہذیل نے واصل کے شاگرد عثمان بن خالد سے اکتساب علم کیا. ابو الہذیل شیخ المعتزلہ کے نام سے مشہور ہے. علوم فلسفہ میں کافی مہارت رکھتا تھا. اکثر مسائل میں فلسفیانہ رنگ جھلکتا ہے. اخروی امور میں جبریہ کا ہم مسلک ہے. اس کے نزدیک فرائض و نوافل ایمان میں داخل ہیں. علم و قدرت کو خدا کی ذات میں داخل سمجھتا ہے اور اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے مقدورات ختم ہو جائیں گے. اور یہاں تک خدا کی حالت ہو جائیگی کہ وہ کسی چیز کو نہ پیدا کر سکتا ہے نہ فنا کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی چند باتیں حادث اور چند قدیم ہیں.

ابو الہذیل کا کہنا ہے کہ خبر متواتر قبول کرنے کے لئے کم از کم بیس آدمی اور ان میں سے ایک جنتی ہونا... ضروری ہے. ان کے نزدیک اولیائے کرام معصوم ہیں.

نظامیہ (۵)

یہ فرقہ ابراہیم بن السیار النظام کی جانب منسوب ہے. اس کی وفات سنہ ۲۳۱ھ میں ہوئی. اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدورات میں معاصیات داخل نہیں ہیں. اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ارادہ نہیں. انسان صرف روح اور نفس ہے جسم ایک آلہ ہے. اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات کو ایک ہی وقت میں پیدا کیا. نظام نے صحابہ کرام کی شان میں بیحد گستاخی کی

ہے ۔ یہ فرقہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کذاب قرار دیتا ہے ۔ ان کے نزدیک معجزہ شق القمر غلط خبر ہے ۔ نماز تراویح ناجائز ہے ۔ نمازیں قضا ہوجائیں تو ان کی قضا لازمی نہیں ہے طلاق کنایہ بائنہ بھی کیوں نہ ہو واقع نہ ہوگی ۔ خدا بندہ کی مصلحت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا ۔ اللہ تعالیٰ عذاب و عقاب میں کمی نہیں کرسکتا یعنی عفو ورحم اس کے نزدیک نہیں ہے قرآن کریم نظم کی وجہ سے معجزہ نہیں بلکہ اقوام سابقہ کے حالات بیان کرنے سے ہے ۔ اہل عرب قرآن کے مقابلہ میں اس سے بہتر کتاب پیش کرسکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت برقرار رکھنے کے لئے عربوں کو روک دیا ۔ اجماع اور قیاس اس فرقہ کے نزدیک حجت نہیں ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کی خلافت کے بارے میں وضاحت کردی تھی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نص کو چھپا دیا ۔ ایمان کفر کے مثل ہے اور طاعت معصیت کے مثل ہے ۔ حضورؐ کے افعال ابلیس کے افعال کے مانند ہیں موجودہ زمانے میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے ۔ جو حضورؐ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کیا کرتے ہیں ۔ گویا یہ لوگ بھی نظامیہ کے پیروکار ہیں ۔ حضرت عمرؓ، حضرت علی اور حجاج بن یوسف ثقفی تمام برابر ہیں ۔ کسی کے لئے کوئی خاص فضیلت یا انبیاء کرام کی کوئی چیز نہیں ۔ جنت میں تمام ... مخلوقات داخل ہوجائیں گی حتیٰ کہ سانپ بچھو، کتا خنزیر وغیرہ ۔ خدا جابر یا عادل نہیں ہوسکتا ۔ حضور اقدس صلعم کے دست مبارک سے چشمہ پھوٹنا اور چاند کا شق ہونا اور کنکریوں کا تسبیح پڑھنا غلط اور جھوٹ دیا ہے ۔

صحابہ کرام کی شان میں گستاخی اور دریدہ دہنی اس فرقہ کا مشغلہ ہے ۔ ایمان صرف ترک کبائر کا نام ہے حضرت عمر حدیبیہ کے موقعہ پر خود اپنے دین کے بارے میں مشکوک تھے ۔ اور حضورؐ کے وصال کے موقعہ پر بھی گمان میں پڑے ہوئے تھے ۔ حضرت علی، حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود پر تنقیدیں بیجا کرتے ہیں ۔ اکثر معتزلی نظام کے کفر پر متفق ہیں ۔ ابوالحسن اشعری نے نظام کے کفر اور اسکی گندہ سیرت پر تین کتابیں تصنیف کی ہیں ۔

اسواریہ (۵)

یہ ابوعلی عمرو بن قائد الاسواری کی جانب منسوب ہے ۔ یہ فرقہ ابتداء میں ابوالہذیل کے ساتھ ملا رہا ۔ اس کے بعد نظام سے ملحق ہوگیا ۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے علم میں جو چیز وجود میں آنے والی نہیں ہے خدا اس پر قادر بھی نہیں ۔ اس کی قدرت بس انہی چیزوں پر ہے جو وجود میں آنے والی ہیں ۔

اسکافیہ (۷)

یہ فرقہ ابوجعفر محمد بن عبداللہ الاسکافی کی طرف منسوب ہے ۔ اس فرقہ کا بانی اسکافی جعفر بن حرب کا شاگرد تھا ۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ عاقلوں کو سزا دینے پر قادر نہیں لیکن بچوں اور دیوانوں کو سزا دینے پر قادر ہے اپنے مسلک کے علاوہ تمام کو کافر کہتے ہیں ۔ معتزلہ اس فرقہ کو کافر قرار دیتے ہیں ۔

جعفریہ (۸)

یہ فرقہ جعفر بن حرب کی جانب منسوب ہے ۔ جعفر نے ۲۳۶ھ میں وفات پائی ۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ شرابی پر حد نہیں صحابہ کرام نے حد پر جو اجماع کیا ہے وہ بالکل غلط ہے ۔

گناہ صغیرہ کا مرتکب بھی ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔ اس فرقہ کے عقائد فرقہ اسکافیہ کے بیشتر عقائد سے ملتے جلتے ہیں مومن چوری کرنے سے دائرۂ ایمان سے نکل جاتا ہے۔

بشریہ (۹) یہ فرقہ بشر المعتمر کی جانب منسوب ہے بشر نے ۲۱۰ھ میں وفات پائی۔ اکثر معتزلہ اس کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن سے دوستی رکھتا ہے اور نہ کافر سے دشمنی۔ اللہ چھوٹے بچوں کو سزا دے سکتا ہے لیکن وہ ظالم ہوجائیگا۔ اللہ تعالیٰ عقلاء کو جنت میں پیدا کرتا تو بہت اچھا تھا۔

مرداریہ (۱۰) یہ فرقہ بشر بن المعتمر کے شاگرد ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح کی جانب منسوب ہے جو مردار کے نام سے مشہور ہے۔ ابو موسیٰ نے ۲۳۶ھ میں وفات پائی۔ مردار ایک زاہد و عابد شخص تھا۔ اس کا زہد و تقویٰ اس قدر مشہور ہوچکا تھا کہ لوگ اسکو راہب المعتزلہ کے نام سے جانتے اور پکارتے تھے۔ اس کا مسلک اکثر مسائل میں معتزلہ سے ملتا جلتا ہے اس فرقہ کا عقیدہ ہے۔ خدا ظلم و ستم اور کذب پر قادر ہے۔ لوگ آج بھی کہیں ایسے ملتے ہیں جو امکان کذب کا مسئلہ کھڑا کئے ہوئے ہیں۔ قرآن سے بہترین کتاب پیش کی جاسکتی ہے۔ رویت باری تعالیٰ پر اعتقاد کفر ہے۔ مردار کے نزدیک ابو الہذیل، بشر بن المعتمر اور نظام کافر ہیں۔ معتزلہ اس فرقہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔

. . . .

ہشامیہ (۱۱) یہ فرقہ ہشام بن عمر الفوطی کی جانب منسوب ہے۔ یہ شخص خلیفہ مامون کا ہم عصر تھا۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ بندہ کے افعال خدا کی طرف نسبت نہیں کئے جاسکتے۔ فتنہ کے دور میں مسئلہ امامت کو نہیں اٹھایا جاسکتا۔ جنت اور دوزخ ابھی معرض وجود میں نہیں آئے ہیں اگر ان کو موجود تصور کریں تو کفر ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ وکیل متوکل سے نیچے ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے لئے دریائے نیل شق ہوجانا اور لاٹھی کا سانپ کی شکل اختیار کرجانا اور حضرت عیسیٰ کا بحکم خداوندی مردہ زندہ ہوجانا اور حضور کی انگلی کے اشارہ سے چاند کا شق ہوجانا وغیرہ یہ تمام چیزیں نبی کی نبوت کیلئے دلیل نہیں بن سکتیں۔ اللہ تعالیٰ کو کافر کا خالق قرار دینا کفر ہے۔ اسمائے خداوندی میں نفع اور ضرر جیسے نام کی کوئی چیز نہیں کسی چیز کی حرمت پر یا حلت پر قرآن میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر طعنہ زنی اس فرقہ کی عادت ہے۔

حابطیہ (۱۲) یہ فرقہ احمد بن حابط کی جانب منسوب ہے۔ یہ فرقہ دو خدا کا قائل ہے۔ ایک خدا خالق اور قدیم ہے اور دوسرا مخلوق اور وہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔ عیسیٰ خدا کے فرزند ہیں۔ آخرت میں حساب لینے والے وہی ہیں۔ آخرت میں خدا کو دیکھنے کے بارے میں جو احادیث آئی ہوئی ہیں۔ خدا کے دیدار سے مراد دیدار عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ انبیائے کرام ہر مخلوق میں پائے جاتے ہیں حتیٰ کہ

یہ پھر اور پرندہ میں بھی ہیں۔ احمد بن حابط نے حضور اکرم کی شان میں بجید گستاخی کی ہے۔ اس نے کثرت ازدواج پر بڑی سخت تنقید کی ہے۔ اس فرقہ کے مطابق حضرت ابوذر غفاری رضی حضور اکرم سے عبادت و ریاضت میں افضل تھے۔ حابطیہ کے بارے میں امام آمدی نے لکھا ہے کہ یہ فرقہ کافر ہی نہیں بلکہ مشرک ہے۔

صالحیہ (۱۳) یہ فرقہ صالح کی جانب منسوب ہے۔ میت کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ میت میں علم قدرت، سمع، بصر موجود ہے۔ ان کے نزدیک ان ہی صفات سے خدائے تعالیٰ متصف نہیں ہے۔

معمریہ (۱۴) یہ فرقہ معمر بن عباد السلمی کی جانب منسوب ہے۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ قدیم سے متصف نہیں۔ خدا اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور موت و حیات اللہ کی پیدا کردہ چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ طبیعت خود ان دونوں چیزوں کو اپنا لیتی ہے۔ ان کے یہاں انسان کے بارے میں بڑا عجیب و غریب نظریہ ہے۔ ہم جو جسم دیکھتے ہیں بلکہ انسان کوئی اور ہے جو ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور انسان عالم، قادر اور مختار ہے۔ اس خیال سے یہ بات لازم آتی ہے کہ کوئی انسان کسی انسان کو دیکھ نہیں سکتا۔ اور اس لحاظ سے صحابۂ کرام نے حضور اکرم کو نہیں دیکھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ نے صرف اجسام کو پیدا کیا ہے اور صفات کو اجسام نے بذات خود اپنے لئے پیدا کر لیا۔

ثمامیہ (۱۵) یہ فرقہ ثمامہ بن الشرس النمیری کی جانب منسوب ہے۔ یہ شخص مامون، معتصم اور واثق کے عہد حکومت میں رئیس المعتزلہ تھا۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ جو افعال بذریعہ اسباب وجود میں آتے ہیں۔ ان کا بنانے والا کوئی نہیں۔ یہ عقیدہ اس قدر بھیانک ہے کہ انکار خداوندی کا پہلو اس میں شامل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آخرت میں یہودی، نصاریٰ، زنادقہ، مجوسی مٹی ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جنتی ہیں نہ دوزخی۔ چوپائے، بہائم اور بچے بھی انہی کے مانند رہ جائیں گے۔

جاحظیہ (۱۶) ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ کی جانب منسوب ہے۔ اس کی وفات سنہ ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو آگ میں نہیں ڈالتا بلکہ خود آگ کھینچ لیتی ہے گناہ میں خدا کی مشیت کو دخل نہیں۔ خیر اور شر بندہ کے قبضہ میں ہے اور بندہ کے سارے افعال (نماز، روزہ، حج، زنا، چوری، قتل) طبعی ہیں۔ اور یہ سب بندہ کی طرف سے ہے۔ اجسام وجود میں آنے کے بعد معدوم نہیں ہو سکتے۔ یعنی ان کا بنانے والا بگاڑ نہیں سکتا۔

خیاطیہ (۱۷) یہ فرقہ ابو الحسین بن ابی عمرو الخیاط کی جانب منسوب ہے۔ اس کی وفات سنہ ۲۹۰ھ میں ہوئی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ سے جو افعال کا صدور ہوتا ہے ان میں خدا کا دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا معنیٰ قدرت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلقات سے واقف ہے اور خبر واحد حجت نہیں ہے۔

کعبیہ (۱۸) ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن محمود البلخی کی

جانب منسوب ہے جو کبھی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وفات ۳۱۹ھ میں ہوئی۔ اس نے تعلیمات ابو الحسن الخیاطی سے حاصل کی۔ ارادت خداوندی اس کی ذات میں قائم صفت نہیں۔ اور خدا اپنی ذات کے ساتھ مدبر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال اس کے ارادہ کے بغیر وجود میں آتے ہیں۔ خدا خود کو اور دوسروں کو دیکھ نہیں سکتا۔ ان کے نزدیک قرآن حادث ہے اور مقتول میت نہیں ہے۔

جبائیہ (۱۹)

یہ فرقہ ابو علی محمد بن عبد الوہاب الجبائی کی جانب منسوب ہے۔ اس کی وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بندہ کی خواہش اور اس کے ارادہ کے مطابق کام کرے تو گویا اللہ تعالیٰ بندہ کا مطیع ہے۔ خدا کا ارادہ حادث ہے۔ کلام خداوندی حروف اور اصوات سے مرکب ہے۔ آخرت میں کوئی خدا کو دیکھ نہیں سکتا۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہے نہ کافر۔ اگر توبہ سے قبل مر جائے تو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ یہ فرقہ کرامات اولیاء کا منکر ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ بندوں کی بھلائی کا خیال رکھے۔

بہشمیہ (۲۰)

یہ فرقہ ابو ہاشم عبد السلام بن ابی علی الجبائی کی جانب منسوب ہے۔ اس کی وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی۔ ایک برائی کرتے ہوئے کسی دوسری برائی سے توبہ کرنا فضول اور بیکار ہے زانی کا توبہ کرنا جماع سے عاجز ہونے کے بعد صحیح نہیں زنجی اور ترکی بھی قرآن کے مثل کتاب پیش کرنے پر قادر ہیں۔ معتزلہ ابو ہاشم کو کافر کہتے ہیں۔ ابو ہاشم کثرت سے شراب پیا کرتا تھا۔ حالت سکر ہی میں اس کی وفات ہو گئی۔ ان لوگوں کے پاس طہارت واجب نہیں۔ آسمان و زمین باقی رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کسی چیز کو فنا نہیں کر سکتا۔

حدبیہ (۲۱)

یہ فرقہ فضل الحدبی کی جانب منسوب ہے۔ اس کے عقائد حابطیہ سے کافی ملتے جلتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ حدبیہ تناسخ کے قائل ہیں اور جانور کو بھی مکلف قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ کے سات فرقے ایک مرتبہ مناظرہ کے لئے جمع ہوئے۔ بحث یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ظلم و ستم اور جھوٹ پر قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ عقلی دلائل کے ساتھ بحث زور و شور پر ہوئی۔ نتیجہ کچھ نکل نہ سکا۔ آخر کار ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہوئے مجلس سے اٹھ گئے۔ حدبیہ والوں کو معتزلہ کے اس سوال پر جواب دینا مشکل ہو گیا جس کی وجہ سے سکوت اختیار کئے۔ فرقہ نظامیہ اور سواریہ کے علاوہ معتزلہ کے سارے فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ اور ظلم و ستم پر قدرت رکھتا ہے۔

دوسرا اصلی فرقہ شیعہ ہے۔ یہ فرقہ بائیس فرقوں میں بٹ چکا ہے۔ شیعہ کے تین فرقے اصلی ہیں۔

غلاۃ، زیدیہ، امامیہ۔ غلاۃ میں بھی تقریباً اٹھارہ فرقے ہو چکے ہیں۔

سبائیہ (۲۲)

یہ فرقہ عبد اللہ بن سبا کی جانب منسوب ہے۔ علامہ ابن عساکر بیان کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن سبا یہودی شخص تھا مسلمانوں کو

فتنہ میں ڈالنے کے لئے اسلام قبول کیا۔ علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا باعث بھی ابن سبا تھا۔ اور اسی سے رافضیہ کی بنیاد پڑی۔ یہ فرقہ حضرت علیؓ کی شہادت کا قائل نہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ آسمان میں زندہ ہیں اور بادل میں جو گرگڑاہٹ ہوتی ہے یہ ان ہی کی آواز ہے۔ اور بجلی ان کے کوڑے کی چمک ہے حضرت علیؓ بادل سے نکل کر آئیں گے۔ مہدی سے مراد ان کے نزدیک حضرت علیؓ ہیں۔ یہ فرقہ بجلی کی آواز سنکر علیک السلام یا امیر المومنین کہتا ہے۔ خلافت حضرت علی کا حق تھا۔ ابتداء میں حضرت علی کو نبوت کا درجہ دیتے رہے۔ اس کے بعد آخر کار انہوں نے علیؓ کو خدا بنا لیا۔

ایک مرتبہ ابن سبا حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا آپ الٰہ حق ہیں۔ حضرت علیؓ نے جونہی یہ کلمات سنے غصہ کے مارے آپے سے باہر ہو گئے۔ اور اس کو شہر سے نکال دیا۔ اور اس کو مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا۔

بیانیہ (۲۳) یہ فرقہ بیان بن سمعان التمیمی النہدی کی جانب منسوب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی شکل میں ہے۔ اس کے چہرے کے علاوہ سارے اعضا ہلاک ہو جائیں گے۔ خدا کی روح پہلے حضرت علیؓ میں حلول کر گئی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے فرزند محمدؒ، پھر آپ کے فرزند ابی ہاشم اور اس کے بعد خود بیان کے جسم میں حلول کر گئی۔ ایسا ہی مسئلہ امامت کیسری بھی ہے۔ بیان کا دعویٰ تھا کہ قرآن کی اس آیت هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ط میں بیان سے مراد خود بیان کی شخصیت ہے۔ فرقہ بیانیہ نے بیان کو نبی اور بعض نے خدا ہی کا درجہ دیا تھا۔ خالد بن عبداللہ القسری نے اپنے عہد حکومت میں اس کو سولی پر لٹکا دیا تھا۔

مغیریہ (۲۴) یہ فرقہ مغیرہ بن سعد العجلی کی جانب منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی شکل میں ایک نورانی شخص ہے جب اس نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اسم اعظم پڑھا۔ نور اڑ کر اس کے سر پر ایک تاج کی شکل میں جمع ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے بندوں کے اعمال لکھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ برائیوں سے خفا ہوا تو اس کے جسم سے پسینہ بہنے لگا اور اس قدر بہا کہ دو دریا وجود میں آئے ایک کا پانی کھارا اور دوسرے کا میٹھا جب اللہ تعالیٰ نے میٹھے دریا میں نظر ڈالی تو خود اس میں اپنا سایہ دیکھا اور اس سایہ سے چاند اور سورج کی تخلیق ہوئی اور میٹھے دریا سے ایمان اور کھارے دریا سے کفر پیدا ہوا۔ پھر محمدؐ کو ہدایت کے لئے روانہ کیا جب کہ لوگ گمراہی میں مبتلا تھے۔ پھر اس کے بعد زمین، آسمان اور پہاڑوں پر امانت پیش کیا۔ ان کے یہاں امانت سے مراد حضرت علیؓ کو خلافت سے روکنا ہے۔ جس کو حضرت عمر کے مشورہ سے حضرت ابوبکر نے چھین لیا۔ اور حضرت عمر نے یہ شرط بھی لگائی تھی کہ آپ کے مرنے کے بعد خلافت کا منصب مجھے دیدینا۔ اور آیت

کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر۔ یہ
حضرت ابوبکر کے حق میں نازل ہوئی۔ ان کے یہاں امام منتظر
زکریا بن محمد بن الحسینی بن علی ہے۔ وہ ابھی جبل حاجر
میں مقیم ہیں۔ حکم پاتے ہی نکل کھڑے ہوں گے۔ اس جماعت
کے بانی مغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

جناحیہ (۲۵)

یہ فرقہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ ابن جعفر بن ابی طالب ذی الجناحین
کی جانب منسوب ہے۔ عبداللہ نے خدائی کا دعویٰ کیا
اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی روح پہلے آدم میں پھر شیث پھر
یکے بعد دیگرے تمام انبیاء میں پھر حضرت علی اور ان کی
اولاد میں حلول کرتے ہوئے اور منتقل ہوتے ہوئے مجھ
میں سرایت کر گئی ہے۔ جناحیہ۔ قیامت، جنت،
دوزخ کے منکر ہیں۔ اور زنا، شراب، مردہ جیسی چیزوں
کو حلال سمجھتے ہیں۔ محرمات کے ساتھ نکاح درست ہے
قرآن میں مردہ۔ خون اور خنزیر کے گوشت کو جو حرام
قرار دیا گیا ہے اس سے ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔
بلکہ اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جن سے کنارہ کشی فرض
ہے جیسا کہ حضرت عمر، ابوبکر، عثمان، معاویہ رضی اللہ
عنہم قرآن میں جتنے فرائض کی ادائیگی پر تاکید وارد ہے
اس سے مراد حضرت علی اور ان کی اولاد سے حسن سلوک
اور ان کی تائید مراد ہے

کاملیہ (۲۹)

یہ فرقہ ابو کامل کی جانب منسوب ہے۔
اس کا عقیدہ ہے تمام صحابہ کرام کافر
ہیں۔ ان کے ساتھ جہاد فرض ہے۔ لیکن حضرت علی نے
جہاد ترک کیا جس کی وجہ سے وہ بھی کافر ہو گئے۔ اور دوسرا
خیال یہ ہے کہ صحابہ کرام کو حضرت علی کو خلیفہ بنانا چاہیے
تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا وہ بھی کافر ہیں۔

منصوریہ (۲۷)

یہ فرقہ ابو منصور العجلی کی جانب
منسوب ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ
امامت محمد بن علی بن الحسین سے اس کو ملی ہے۔ ابو منصور
نے یہ بات عام کر دی کہ مجھے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا
اور اللہ نے میرے سر پہ ہاتھ رکھا اور مسح کیا اور کہا کہ
"میرے فرزند جاؤ تبلیغ کرو"۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ
رسول ہر دور، ہر زمانہ میں آتے رہیں گے۔ اہل جنت سے مراد
حضرت علی اور آپ کی اولاد ہے۔ اہل جہنم سے مراد حضرت
ابوبکر، اور حضرت عمر اور حضرت معاویہ ہے۔ حجاج بن
یوسف الثقفی جب ان کے حالات سے مطلع ہوا تو اس نے
منصور کو سولی پہ لٹکانے کا حکم دیا۔

خطابیہ (۲۸)

ابو الاسد الخطابی کی جانب منسوب
ہے۔ فرقہ خطابیہ ابو الاسد کو اپنا
نبی تسلیم کرتا ہے۔ ان کے نزدیک سارے ائمہ انبیاء ہیں
پھر ائمہ کی محبت میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ ائمہ کو اللہ اور
حضرات حسنین کو خدا کے بیٹے کہنے لگے۔ جنت سے مراد
دنیوی عیش ہے۔ اور دوزخ سے مراد دنیوی تکالیف
ہیں۔ دنیا فانی نہیں ہے۔ تمام محرمات ان کے یہاں حرام
نہیں ہیں۔ ترک فرائض پر کوئی مواخذہ نہیں۔ منصور کے
دور میں ابو الاسد کو سولی پہ لٹکایا گیا۔

. . . .

(۲۹) غرابیہ

غراب کا معنیٰ کوا ہے۔ اس فرقہ کا نام غرابیہ اس لئے مشہور ہوا کہ یہ کہا کرتے تھے۔ حضور اکرمؐ اور حضرت علی کے درمیان مشابہت اتنی پائی جاتی ہے کہ جتنی ایک کوا کو دوسرے کوا کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل نے وحی پہنچانے میں غلطی کی انہیں حکم ہوا تھا کہ وحی حضرت علی کو پہنچائیں۔ لیکن سہواً یا عمداً حضرت محمد مصطفیٰؐ کو دے دیا۔ یہ لوگ اس عقیدہ کی وجہ سے حضرت جبرئیل اور حضرت نبی کریمؐ دونوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔

(۳۰) ذمیہ

یہ فرقہ حضورؐ کی مذمت کرنے کی وجہ سے ذمیہ مشہور ہوگیا۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی الٰہ ہیں۔ انہوں نے حضورؐ کو مبعوث کیا تاکہ وہ لوگوں کو ان کی طرف بلائیں مگر حضور نے علی کی دعوت دینے کی بجائے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرلیا۔ اور بعض کہتے ہیں۔ خدا نے حضرت علی کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور حضرت علی نے اپنی نبوت کو ظاہر کرنے کے لئے محمدؐ کو بھیجا لیکن حضور اکرمؐ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ اور حضرت علی کو اپنی صاحبزادی اور مال و متاع دے کر انہیں خاموش کردیا۔ اس کے برخلاف لوگ حضور اکرمؐ اور حضرت علیؓ کو الٰہ کہتے ہیں۔ اور بعض تو حضور اکرمؐ، حضرت علی و فاطمہ اور حضرت حسنین کو بھی الٰہ سمجھتے ہیں۔

(۳۱) ہشامیہ

ہشام بن سالم اور ہشام بن الحکم کی جانب منسوب ہے۔ ان دونوں کا خیال ہے کہ اللہ کے لئے جسم ہے۔ لیکن بن الحکم کے نزدیک جسم کی کیفیت بھی ہے کہ خدا المبانی، چوڑائی اور گہرائی سے متصف ہے عرش اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کمی ہے نہ زیادتی۔ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو اس کے وجود میں آنے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ انبیاء بھی گناہ کرسکتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے جنگ بدر کے موقعہ پر قیدیوں سے جو فدیہ لیا وہ ایک عظیم گناہ تھا۔ عصمت انبیاء کے منکر ہیں۔ موجودہ دور میں بھی ہشامیہ کا روپ دھارے ہوئے چند لوگ عصمت انبیاء پر اپنی زبانیں کھولتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ عقائد بھی ان لوگوں کو ہشامیہ سے ملے ہیں۔

(۳۲) زراریہ

یہ فرقہ زرارہ بن اعین کی جانب... منسوب ہے۔ اس کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ صفات الٰہیہ حادث ہیں۔ خدا اپنی صفات پیدا کرنے سے قبل نہ زندہ تھا نہ عالم نہ قادر نہ سمیع نہ بصیر۔ ابتداءً زرارہ بن اعین حضرت عبداللہ بن جعفر کی امامت کا قائل تھا۔

(۳۳) یونسیہ

یہ فرقہ یونس بن عبدالرحمان القمی کی جانب منسوب ہے۔ یہ تشبیہ میں بیجا غلو کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور عرش کو ملائکہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ گمراہی آیت کو صرف لفظی اور ظاہری معنیٰ مراد لینے کا نتیجہ ہے۔

(۳۴) شیطانیہ

یہ فرقہ محمد نعمان کی جانب منسوب ہے جو شیطان الطاق سے مشہور ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا ہم عصر تھا۔ اس فرقہ کے اکثر عقائد ہشامیہ اور معتزلہ سے ملتے جلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایک نورانی انسان ہے۔ ہر چیز وجود میں آنے کے بعد ہی خدا کو اس کا علم ہوتا ہے۔ چیز وجود میں آنے سے قبل خدا قطعاً نا واقف رہتا ہے۔

(۳۵) رزامیہ یہ فرقہ رزام بن سابق کی جانب منسوب ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے۔ حضرت علی کے بعد امامت محمد بن حنفیہ کو ملی ہے ان کے بعد آپ کے فرزند عبد اللہ کو، پھر اس کے بعد علی بن عبد اللہ بن عباس کو، پھر اس کے بعد ان کی اولاد میں منصور تک۔ پھر ابو مسلم کو ملی۔ ابو مسلم کے بارے میں ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خدا اس کے اندر حلول کر گیا۔ ابو مسلم مقتول نہیں ہوا۔ یہ فرقہ حرام کو حلال قرار دیتا ہے۔ ترک فرائض کوئی قابل مواخذہ نہیں۔

(۳۶) مفوضہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے۔ تخلیق کائنات کی پوری ذمہ داری حضور اکرم ﷺ کو تفویض فرمایا ہے۔ اسی تفویض کی وجہ سے ان لوگوں کو مفوضہ کہتے ہیں۔

(۳۷) بدائیہ ان لوگوں کا کہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود کئی باتوں کو غور و فکر سے معلوم کر لیتا ہے۔ اس کے قبل وہ خود تمام باتوں سے.. ناواقف تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے کام کے آخری انجام سے واقف نہیں۔

(۳۸) سلیمہ یہ فرقہ ابی سلمہ صاحب بنی دولت عباس کی جانب منسوب ہے۔ یہ فرقہ راوندیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امامت حضور ﷺ کے بعد حضرت علی اور ان کی اولاد میں ہوتے ہوئے ابی سلمہ تک پہنچی۔ ماوراء النہر میں میں ایک شخص ہاشم یہ بات عام کیا کرتا تھا کہ ابو سلمہ الٰہ تھا۔ خدا کی روح اس میں حلول کر گئی اس کے بعد مجھ میں سرایت کر گئی۔

(۳۹) اسماعیلیہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کے دو معنیٰ ہیں۔ ایک ظاہر، ایک باطن۔ قرآن میں کہیں بھی ظاہری معنیٰ نہیں لئے جا سکتے۔ بلکہ ہر جگہ اس کا باطنی معنیٰ مراد ہے اسی مناسبت سے ان لوگوں کو باطنیہ کہا جاتا ہے۔ اس کا پہلا پہل موجد حمدان قرمطی تھا جو عہد مامون میں ظاہر ہوا۔ حمدان قرمطی کی نسبت سے ان لوگوں کو قرامطہ بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ محرمات اور محارم کو حلال کہتے ہیں۔ اس لئے ان کو حرمیہ بھی کہتے ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ رسول کل سات ہیں آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد ﷺ، محمد المہدی۔ نبوت کو مذکورہ سات افراد میں مخصوص کرنے کی وجہ سے ان لوگوں کا نام... سبعیہ ہو گیا۔ اس فرقہ کے بعض آدمی بابک الخرمی کے معتقد ہو گئے اور اسی کا مسلک اپنا لئے۔ اس مناسبت سے اسماعیلیہ کو بابکیہ کا نام ہو گیا۔ اس فرقہ کے لوگ سرخ لباس کو اپنا شعار بنا چکے تھے جس کی وجہ سے ان کا نام محمریہ ہو گیا۔ اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں اور انہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنے آپ کو اسماعیلی قرار دیئے۔ غرض تاریخ میں اس فرقہ کو سات ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی ساری محنت تاویلات میں صرف ہوتی ہے۔ ہر جگہ باطنی معنیٰ کا پہلو نکالنے کی سعی بلیغ کرتے

ہیں اور عجیب و غریب اور محیر العقول اور غیر معقول تاویلات پیش کر کے مخاطب کو اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل بالکل مجوسی فرقہ عیاریہ کے طریقہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ لوگوں کو حیران و پریشان کرنے کے لئے اولاً گول مول باتیں کرتے ہیں اور ایسے ایسے اعتراضات پیش کرتے ہیں جس سے مخاطب کی عقل زائل ہو جاتی ہے۔ مثلاً قرآن میں حروف مقطعات (الٓمٓ۔ صٓ۔ حٰمٓ۔ وغیرہ) سے کیا مراد ہے۔ حیض والی عورت پر روزہ کی قضا کیوں ہے۔ اور نماز کے لئے رخصت کیوں دی گئی۔ اخراج منی پر غسل واجب لیکن پیشاب بھی ایک نجس چیز ہے اس پر غسل کیوں واجب نہیں ہوتا۔ ظہر، عصر اور عشاء میں چار رکعت فرض کیوں متعین ہوئے اور فجر اور مغرب میں دو اور تین کیوں مقرر کئے گئے۔ غرض اسی قسم کی باتیں کرنے کے بعد دعویٰ کرتے ہیں کہ ان تمام شبہات کے جوابات ہمارے پاس موجود ہیں اور یہ چیزیں سینہ بہ سینہ ہی منتقل کی جا سکتی ہیں۔ لوگ جب ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آجاتے ہیں تو عہد و پیمان لیتے ہیں کہ کسی پر ان رموز و اسرار کو ظاہر نہیں کریں گے۔ اس کے بعد اپنے امام کی خدمت میں ایسے لوگوں کو پیش کرتے ہیں جو پوری طرح ان کے دام فریب میں آ چکے ہوں۔ باطن کی اہمیت اور اس کی رٹ لگاتے ہوئے لوگوں کو اعمال ظاہری سے برگشتہ کر دیتے ہیں اور عقائد میں اس قدر بگاڑ پیدا کر دیتے ہیں کہ آدمی سب کچھ باطن اور قلب کا چکر لگاتے ہوئے نماز، روزہ تمام کو ظاہری عبادات تصور کرتے ہوئے ترک کرنے لگتا ہے۔

اتنی تربیت دینے کے بعد آدمی کو قبضہ میں لیکر اپنے عقائد سکھانا شروع کر دیتے ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں خدا موجود ہے نہ معدوم

مذکورہ فرقوں میں سے فرقہ سبائیہ حضرت علی کو الٰہ ماننے کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے نکل چکا۔ فرقہ بیانیہ اپنے امام کو نبی قرار دینے کی وجہ سے اسلام سے نکل چکا۔ فرقہ مغیریہ خدا کو جسم اور ایک انسانی شکل و ہیئت دینے کی وجہ سے وہ بھی اسلام سے خارج ہو چکا۔ بہر حال غلاۃ کی اکثر جماعتیں اسلام سے نکل چکی ہیں۔

فرقہ زیدیہ میں تین فرقے مشہور ہیں

جارودیہ (۴۰)

یہ فرقہ ابن جارود زیاد بن منذر۔ العبدی کی جانب منسوب ہے۔ اس کی وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ یہ لوگ حضرت علی کو خلافت کا مستحق اور لائق سمجھتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے اپنے بعد نصاً علی کی امامت کا حکم دیا اور امام کے اوصاف بھی پیش کئے۔ ان اوصاف سے متصف صرف حضرت علی کی ذات تھی۔ سارے صحابہ کرامؓ ان لوگوں کے نزدیک کافر ہیں۔ محض اس لئے کہ انہوں نے حضرت علی کو خلافت نہیں سونپی۔

سلیمانیہ (۴۱)

یہ فرقہ سلیمان ابن جریر کی جانب منسوب ہے۔ ان کا دوسرا نام جریریہ بھی ہے۔ یہ لوگ مسئلہ خلافت میں مجلس شوریٰ کے قائل

ہیں۔ حضرات شیخین حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو امام تسلیم کرتے ہیں لیکن حضرت علی کے ہوتے ہوئے ان دونوں کو جو امام بنایا گیا۔ بہت بڑی غلطی تھی۔ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہ، حضرت عائشہ، حضرت زبیر اور دیگر صحابۂ کرام کو کافر کہتا ہے۔ صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے اہل سنت نے اس فرقہ کو کافر قرار دیا۔

بتیریہ (۴۲) یہ فرقہ حسن بن صالح بن کثیر الابتر کی جانب منسوب ہے اس کی وفات سنہ ۱۶۸ھ میں ہوئی۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی حضرات شیخین سے امامت و خلافت کیلئے افضل تھے۔ لیکن حضرت علی نے خلافت کو حضرت ابوبکر کو سونپ دیا۔ اس لئے حضرت ابوبکر کی خلافت صحیح ہے نہ باطل۔ حضرت عثمان غنی کے بارے میں اس فرقہ نے سکوت اختیار کیا ہے۔ یہ فرقہ سلیمانیہ اور جارودیہ دونوں کو کافر کہتا ہے۔ یہ دونوں بتیریہ کو کافر کہتے ہیں۔

امامیہ (۴۳) ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کی امامت کیلئے نص جلی موجود ہے۔ امامت کا سلسلہ جعفر صادق تک ٹھیک رہا۔ اس کے بعد اس میں اختلاف پیدا ہوا۔ یہ فرقہ سارے صحابہ کرامؓ کو کافر کہتا ہے۔

تیسرا اصلی فرقہ **خوارج** کا ہے۔ ان لوگوں کو نواصب، قدریہ اور حروریہ بھی کہتے ہیں۔ احادیث میں حروریہ کا جو ذکر ملتا ہے وہ یہی فرقہ مراد ہے۔ یہ فرقہ حضرت ابوبکر و عمر سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتا ہے اور حضرت علی سے انتہائی بغض و حسد۔ خوارج بھی کئی ایک فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ یہ بھی آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کیا کرتے ہیں۔ حضرت علی اور حضرت عثمان غنی اور جنگ جمل میں جتنے افراد شریک تھے سبھی کافر ہیں۔ یہ لوگ صرف ایک مسئلہ میں متفق ہیں۔ وہ یہ کہ ظالم حکومت کے خلاف جہاد و بغاوت واجب ہے۔

حضرت علیؓ کے خلاف جن لوگوں نے قدم اٹھایا ان میں سے پہلا شخص عروہ بن جدیر تھا۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ وہ یزید بن عاصم تھا۔

حضرت علیؓ نے ان بے دینوں سے مناظرہ کیا تو چند آدمی آپؓ کی پناہ میں آگئے اور چند آپ کی مخالفت پر قائم رہے۔ ان لوگوں نے اپنے لئے دو امیر مقرر کر لئے۔ عبد اللہ بن وہب الراسبی۔ اور دوسرا حرقوص۔ یہ دونوں سنہ ۳۸ھ میں انتقال کر گئے۔ یہ حرقوص وہی شخص ہے جس کی فتنہ سامانیوں کی پیشین گوئی حضور اکرمؐ نے فرمائی تھی۔

حکمیہ (۴۴) یہ فرقہ حضرت علی کا مخالف ہے کہتے ہیں کہ حضرت علی حاکم کیسے ہو سکتے ہیں حاکمیت تو صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اس جماعت کا امام عبد اللہ بن الکوار تھا۔ یہ لوگ حضرت علیؓ، عثمانؓ اور دیگر جلیل القدر صحابۂ کرام کو کافر کہتے ہیں۔ حضرت علی اور ان لوگوں میں ایک خونریز جنگ ہوئی۔ یہ بے دین پورے ختم ہو گئے لیکن نو آدمی اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔ چنانچہ خوارج کی نسل انہی آدمیوں سے چلی ہے۔ دو سجستان کی طرف چلے گئے دو یمن

اور دو عثمان کی طرف چلے گئے اور اپنے مسلک کو زندہ کیا اس فرقہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔

البیہسیہ (۱۴۵)

یہ فرقہ بیہس بن الہیثم کی جانب منسوب ہے۔ یہ حجاج بن یوسف کا ہم عصر تھا۔ مدینہ میں قتل کیا گیا۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان صرف اقرار اللسان کا نام ہے عمل کی ضرورت نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہی ایمان ہے۔ عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ حرام تو صرف وہی ہے جو آیت "قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا" میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ تمام چیزیں حلال ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے امام کے کافر ہو جانے سے رعایا بھی کافر ہو جائیگی۔

ازارقہ (۱۴۶)

یہ فرقہ ابوراشد نافع بن الازرق کی جانب منسوب ہے۔ ۶۵ھ میں اس کا قتل ہوا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے عبداللہ بن عباسؓ سے کئی ایک سوالات کئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تمام سوالات کا مدلل اور معقول جواب دیا لیکن یہ مخالفت پر ہی قائم رہا۔ یہ فرقہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ان کے ساتھ رہنے والوں کو کافر کہتا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تمام دوزخ میں چلے جائیں گے۔ حضرت علیؓ کا قاتل حق پر تھا۔ زانی محصن پر رجم نہیں۔ مشرکین کے بچے ان کے ساتھ دوزخ میں چلے جائیں گے۔ چور کے ہر حالت میں ہاتھ کاٹ دینا چاہیئے خواہ مال ہو وہ قلیل ہو یا کثیر۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔ ایسے آدمی کو نبوت ملنا ممکن ہے جو کہ کافر تھا آگے چل کر لوگوں پر اس کا کفر ظاہر ہوا۔

نجدات (۱۴۷)

نجدہ بن عامر کی جانب منسوب ہے ۶۹ھ میں خود نجدہ کے متبعین نے اس کو قتل کر دیا۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ لوگوں کو کسی امام کی ضرورت نہیں۔ ان کے بنیادی عقیدے دو ہیں۔ خدا اور رسولؐ کا علم حاصل کرنا، مسلمانوں کے مال کی حفاظت کرنا اور مسلمانوں کو خوف سے نجات دلانا خدا کی طرف سے جو چیزیں نازل ہوئی ہیں ان پر صرف اجمالاً ایمان رکھنا کافی ہے۔ اگر کوئی آدمی حرام یا گناہ صغیرہ کا مرتکب ہو جائے تو وہ کافر ہو جائیگا

اصغریہ (۱۴۸)

زیاد بن اصغر کی جانب منسوب ہے اس فرقہ کے عقائد اور ازارقہ کے عقائد میں باہم مناسبت ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نماز اور روزہ ترک کر دینے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ بھی کفار کی اولاد کو کافر نہیں کہتے۔ اور اپنے مخالفین کے بچے اور عورتوں کو قتل کرنا درست نہیں۔ اصغریہ میں تین فرقے ہیں ان میں سے بعض کا عقیدہ ہے کہ ہر گناہ گار مشرک ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس گناہ کا مرتکب کافر ہے جس کے اندر حد ہو اور جس پر حد جاری کی گئی ہے وہ ایمان سے خارج ہے۔ لیکن کفر میں داخل نہیں۔ گناہ گار پر کفر کا اطلاق اس وقت کیا جائیگا جب کہ حاکم یا والی اس پر حد جاری کرے

اصفریہ کے تمام فرقے عبداللہ بن وہب الراسبی اور حرقوص ابن زہیر کو والی مانتے ہیں۔

اباضیہ (۴۹)

یہ فرقہ عبداللہ بن اباض کی جانب منسوب ہے۔ یہ لوگ اپنے تمام مخالفین کو کافر کہتے ہیں۔ اس کا ظہور بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان الجعد کے دور حکومت میں ہوا۔ یہ فرقہ مخالفین سے نکاح کرنا جائز کہتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو صرف کافر قرار دیتا ہے مشرک نہیں۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب موحد ہے مومن نہیں۔ کفار کے بچوں کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اور نفاق کے شرک و عدم شرک پر اور بغیر معجزہ کے رسول آسکتا ہے یا نہیں۔ ان دونوں باتوں میں شک کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت علی اور اکثر صحابہ کرام کافر ہیں۔

حفصیہ (۵۰)

یہ فرقہ ابو حفص بن ابی المقدام کی جانب منسوب ہے۔ ان کے عقائد اباضیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ خدا کا علم حاصل کرنا ایمان سے ہے نہ کفر سے۔ بلکہ دونوں کے درمیان ایک اور چیز ہے۔ اگر کوئی شخص خدا کا علم حاصل کرے اور رسول، جنت اور دوزخ کا منکر رہے تو وہ کافر ہے۔ اور شرک سے بری۔ اگر معرفت خداوندی حاصل نہیں کیا اور اس کا انکار کیا تو وہ مشرک ہوگیا۔ منافقین اور کفار کے بارے میں جو آیات نازل ہوتی ہیں ان کا مصداق حضرت عثمان رضؓ ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ روافض ان آیات کو حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ پر چسپاں کرتے ہیں۔

یزیدیہ (۵۱)

یزید بن انیسہ کی جانب منسوب ہے۔ یہ اباضیہ سے ملتا جلتا فرقہ ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ عجم میں اللہ تعالیٰ ایک نبی کو مبعوث کرے گا۔ جو شریعت محمدیؐ کو منسوخ کر دیگا۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ قرآن میں فرقہ صابئہ کا جو ذکر ہے اس سے مراد یزیدیہ ہی ہیں۔ جو آنے والے نبی کی اتباع کریں گے۔ ان لوگوں کے نزدیک ہر گناہ شرک ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

حارثیہ (۵۲)

یہ فرقہ حارث بن یزید الاباضی کی جانب منسوب ہے۔ اباضیہ سے ان کے عقائد ملتے جلتے ہیں۔ صرف ایک دو باتوں میں اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک افعال کا خالق خود بندہ ہے۔ کام کرنے کی طاقت کام کے وقت رہی تو کافی ہے۔ مگر اباضیہ کا کہنا ہے کہ یہ طاقت فعل کے آگے رہنا چاہیئے۔

عجاردہ (۵۳)

عبدالکریم بن عجرد کی جانب منسوب ہے، ان کے عقائد نجدات سے ملتے جلتے ہیں۔ بچوں کے بارے میں بالکل سکوت اختیار کیا ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ بچہ بالغ ہونے کے بعد اسلام قبول کرلے تو اس کو مسلمان کہیں گے۔ بلوغ سے قبل کا اسلام ناقابل قبول ہے۔ مشرکین کی اولاد جہنم میں رہیگی۔

میمونیہ (۵۴)

یہ فرقہ میمون بن عمران کی جانب منسوب ہے۔ ان کے عقائد عجاردہ سے ملتے جلتے ہیں لیکن قدرت، ارادت اور استطاعت میں معتزلہ کے ہم مسلک ہیں۔ اللہ تعالیٰ صرف خیر کا ارادہ

کرسکتا ہے۔ افعال کا خالق خود بندہ ہے، حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عثمانؓ کو کافر کہتے ہیں ان کے بعض مسائل مجوسی مسائل سے لئے گئے ہیں۔ آدمی اپنی اولاد کی لڑکیوں اور اپنے بھائی بہن کی اولاد سے شادی کر سکتا ہے۔ یہ لوگ سورۂ یوسف کو خارج قرآن قرار دیتے ہیں۔ مشرکین کی اولاد جنت میں رہے گی۔

حمزیہ (۵۵) یہ فرقہ حمزہ بن ادرک الشامی کی جانب منسوب ہے۔ ان کے عقائد عجاردہ سے ملتے جلتے ہیں۔ مشرکین کی اولاد جہنم میں رہیگی۔ جنگ میں جو مال بطور مال غنیمت مل جائے اس کو نذر آتش کر دینا چاہیئے۔ یہ فرقہ ہارون الرشید کے دور میں ظاہر ہوا۔

شعبیہ (۵۶) یہ فرقہ شعیب بن محمد کی جانب منسوب ہے ان کے عقائد میمونیہ سے ملتے جلتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ بندہ کے افعال خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ بندہ کا کوئی اختیار افعال کی تخلیق میں نہیں ہے۔

حازمیہ (۵۷) حازم بن عاصم کی جانب منسوب ہے۔ یہ لوگ شعبیہ سے ملتے جلتے ہیں مگر خیر و شر کو کلیتہً خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اولاد مشرکین بغیر شرک و عمل کے جہنم میں رہیگی۔ حضرت علیؓ کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔

اطرافیہ (۵۸) اس جماعت کا قائد ایک سجستانی شخص غالب تھا۔ ان کے عقائد حمزیہ سے ملتے جلتے ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ دیہات میں رہنے والے معذور ہیں کیونکہ وہ لوگ شریعت کے احکامات جاننے سے قاصر ہیں۔ عقلی دلائل سے جو چیز سمجھی جا سکتی ہے ان کو سمجھ لیں تو کافی ہیں۔ شہر کے اطراف رہنے والوں کو شریعت کے معاملات میں معذور قرار دینے کی وجہ سے ان لوگوں کو اطرافیہ کہا گیا۔ یہ فرقہ اصولی حیثیت سے اہل سنت وجماعت سے تعلق رکھتا ہے۔

معلومیہ (۵۹) ان کے عقائد زیادہ تر حازمیہ سے ملتے جلتے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ ان کے نزدیک مومن وہی ہے جو صفات الٰہی اور اسماء کا علم رکھتا ہو۔ ورنہ وہ کافر ہے۔ ان کے نزدیک بندہ کے افعال کا خالق خود بندہ ہے۔

مجہولیہ (۶۰) یہ لوگ حازمیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسماء اور صفات الٰہی کا علم چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔ تھوڑا بہت جان لینا کافی ہے۔ یہ لوگ معلومیہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔

صلتیہ (۶۱) یہ فرقہ عثمان ابن ابی الصلت کی جانب منسوب ہے۔ یہ اور عجاردہ باہم عقائد میں اس قدر ملے جلے ہیں کہ تمیز کرنا مشکل ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کوئی بھی شخص اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آئے تو ہم اس کو مسلمان قرار دیں گے ان کے بچوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک بلوغ سے قبل اسلام کا اعتبار نہیں۔

ثعالبہ (۶۲) ثعلبہ بن عامر کی جانب منسوب ہے یہ فرقہ ابتداءً ثعلبہ اور اس کے متبعین

عبدالکریم بن عجرد کے مسلک پر چلتا رہا۔ بچوں کے اسلام کے بارے میں ثعلبہ اور عبدالکریم میں بحث چلی اور دونوں آپس میں علیحدہ ہوئے اور ان کی جماعت اپنے اپنے امیر کے ساتھ ہو گئی۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے بلوغ کے بعد لڑکا کا اسلام کا انکار کرنے تک یا قبول کرنے تک کوئی فیصلہ نہیں دیا جا سکتا ان کے نزدیک مالدار لونڈیوں اور چوپایہ کے اوپر بھی زکوٰۃ ہے۔

اخنسیہ (۶۲) اخنس بن قیس کی جانب منسوب ہے۔ یہ فرقہ ثعالبہ کی شل ہے۔ یہ لوگ کسی فرقہ کو بغیر دلائل کے مومن یا کافر نہیں کہتے۔ اپنے مخالفین پر اچانک حملہ کرنا اور مال لوٹ لینا جائز ہے۔

معبدیہ (۶۳) معبد بن عبدالرحمان کی جانب منسوب ہے۔ یہ لوگ بھی ثعلبہ سے ملتے جلتے ہیں۔ صرف اس مسئلہ میں مختلف ہیں کہ لونڈیوں کو زکوٰۃ دینا اور لینا دونوں ناجائز ہے۔

شبیبیہ (۶۴) یہ فرقہ شبیب بن یزید بن ابی نعیم کی جانب منسوب ہے۔ یہ لوگ حکمیہ سے ملتے جلتے ہیں۔ شبیب نے عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج کے ساتھ خونریز جنگ کی۔ یہ لوگ امامت اور خلافت کے استحقاق میں عورتوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ خود شبیب نے اپنی والدہ غزالہ کو اپنا جانشین مقرر کر کے کوفہ روانہ کیا۔ یہ خاتون کوفہ پہنچ کر خطبہ دی اور جامع مسجد کوفہ میں نماز صبح کی امامت کی۔ رکعت اول میں سورہ البقرہ اور رکعت ثانیہ میں آل عمران پڑھی۔ یہ فرقہ شبیب کے قتل ہو جانے کے بعد غزالہ کو اپنا قائد بنالیا۔

مکرمیہ (۶۵) مکرم بن عبداللہ العجلی کی جانب منسوب ہے۔ ان کے نزدیک تارک نماز کافر ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاہل ہے۔ خدا کا علم نہ رکھنا کفر ہے۔ خدا کا علم رکھنے والا کبھی نماز ترک نہیں کر سکتا۔ ہر گناہ گار ان کے نزدیک کافر ہے۔ اور جنت محض ایک خیالی بات ہے۔

یہاں تک خوارجی فرقے ختم ہو گئے ان کے علاوہ اور بھی چھوٹے چھوٹے کئی ایک فرقے ہیں لیکن ہم نے مشہور و معروف فرقوں پر اکتفا کیا۔ مرجیہ یعنی امید افزا جماعت۔ یہ لوگ صرف اللہ کی صفات جمالیہ پر نظر رکھتے ہیں اور صفات جلالیہ کو نظر انداز کرتے ہیں۔ صرف انہی باتوں کو لیتے ہیں جن میں خوشخبری اور وعدہ ہو اور ان باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جن میں عذاب و عقاب اور تحذیر و انذار کا پہلو ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک جس طرح کافر کو اعمال صالحہ پہ ثواب نہیں دیا جائیگا ایسے ہی مومن کو اعمال قبیحہ پہ سزا نہیں دی جائے گی۔

یونسیہ (۶۶) یونس بن عمرو النمیری کی جانب منسوب ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک تواضع، خشوع، خضوع، اور اخلاص ہی ایمان کی روح ہے ان کا عقیدہ ہے خدا کا علم رکھتے ہوئے اس کے ساتھ محبت رکھیں اور خشوع و خضوع ظاہر کریں تو یہی اصل ایمان ہے جس آدمی میں مذکورہ بات پائی جائے اگر وہ

طاعات کو بھی ترک کر دے، کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ اور کوئی گناہ بھی کرے تو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا ایک مومن کے لئے ایمانی شرط یہ ہے کہ خضوع اور تواضع اختیار کرے کیونکہ ان ہی چیزوں کو ترک کرنے کا نتیجہ تھا ابلیس کافر اور ملعون ہو گیا۔

غسانیہ (۶۷) یہ فرقہ غسان بن ابان کی جانب منسوب ہے۔ اس فرقہ کے عقائد یونسیہ سے ملتے جلتے ہیں۔ مگر غسانیہ عیسیٰ بن مریم کو نبی نہیں تسلیم کرتے اور ایمان میں زیادتی اور کمی کے قایل نہیں۔ یہ لوگ اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنے مسلک کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنے سارے عقائد کو امام صاحب سے حکایت کرتے ہیں، تاکہ ایک عظیم شخصیت کے نام پر اپنی دکان سجادیں۔ غسان کو حضرت امام محمد بن الحسن الشیبانی کا شاگرد کہتے ہیں۔ حالانکہ تاریخ اس کو شیبانی کا شاگرد تسلیم نہیں کرتی۔

ثوبانیہ (۶۸) ثوبان المرجی کی جانب منسوب ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ عقل ہدایت کا سرچشمہ ہے جس کام کو عقل ضروری سمجھے اس کے بارے میں جاننا ایمان ہے۔ شریعت اور کتاب کے نزول سے قبل ایمان لانا واجب ہو جاتا ہے۔ ایمان زبان سے اقرار، اور رسول کی معرفت کا نام ہے۔

مریسیہ (۶۹) بشر المریسی کی جانب منسوب ہے۔ ۲۱۹ھ میں بشر کا انتقال ہوا۔ بغداد کی مرجیۂ عوام اس کی تقلید کرتی ہے۔ یہ شخص بڑا فقیہ مانا جاتا تھا۔ لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ مرجیٔ بن گیا۔ فقہ میں بشر حضرت ابو یوسف کے مسلک پر قائم تھا۔ بشر نے جب خلق قرآن کا دعویٰ کیا تو حضرت ابو یوسف نے اس کو اپنے سے دور کر دیا۔ ایک مرتبہ بشر نے حضرت امام شافعی سے مناظرہ بھی کیا۔

اس فرقہ کے نزدیک بتوں کو سجدہ کرنا کفر نہیں، بلکہ کفر پہ دلالت کرنے والی چیز ہے۔ ایمان میں تصدیق لسانی و قلبی دونوں کی ضرورت ہے۔ سارے مرجی اس بات پر متفق ہیں کہ خدا اگر قیامت میں کسی گناہگار کو معاف کر دیا تو سارے گناہگاروں کو بخش دیگا۔ اسی طرح اگر کسی ایک کو بھی جہنم سے نکال دیں تو سارے جہنمیوں کو نکال دیگا۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینی مناسب ہے۔ بعض لوگ حضرت امام اعظم اور ان کے بعض اصحاب کو مرجیئہ کہتے ہیں جو نہ صرف بلکہ امام صاحب اور ان کے متبعین پر ایک عظیم بہتان ہے۔ حضرت غوث الاعظم دستگیر غنیۃ الطالبین میں ہر ہونی کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حنیفہ بھی ایک فرقہ ہے جو نعمان بن ثابت کے بعض اصحاب کی طرف منسوب ہے۔ علامہ قونوی نے اس کا سختی سے رد کیا ہے کہ اہل سنت و جماعت کی کسی کتاب میں امام اعظم یا ان کے اصحاب میں سے کسی کو مرجیئہ نہیں لکھا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں غلط فہمی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ اپنے مخالفوں کو مرجیۂ کہا کرتے تھے۔ امام آمدی نے لکھا ہے کہ امام اعظم اور ان کے بعض اصحاب کو مرجیئہ کہتے ہیں جو بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ امام صاحب کے مرجیۂ سے کوئی تعلق نہیں حضرت امام اعظم کا کہنا صرف یہ ہے کہ میں امید رکھتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اپنی رحمت کاملہ سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے مرتکب کو معاف فرما دے۔ اور میں ان دو چیزوں سے ڈرتا ہوں بس اتنی سی بات تھی جس کا افسانہ بنا دیا۔ حالانکہ امام صاحب کا مذکورہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کی منقح تشریح ہے۔ اہل سنت بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں، کہ مومن کو عذاب خداوندی سے خوف اور رحمت خداوندی سے امید رکھنا چاہیئے۔

نجاریہ (۷۰) محمد بن الحسین النجار کی جانب منسوب ہے۔ اس فرقہ کے بعض عقائد اہل سنت اور بعض عقائد اہل تشیع سے ملتے جلتے ہیں۔ بندوں سے جو افعال صادر ہوتے ہیں۔ اس میں بندہ کا کوئی اختیار نہیں اور استطاعت فعل کو فعل کے ساتھ ہونا مانتے ہیں اور کائنات میں خدا کے ارادہ کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آ سکتی۔ یہ لوگ معتزلیوں کی طرح صفات ازلیہ کے منکر ہیں۔ آخرت میں دیدار خداوندی کا انکار کرتے ہیں۔ اور قرآن کو حادث کہتے ہیں۔ اپنے علاوہ مخالف کی تمام باتوں کو جھوٹی قرار دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ کلمۂ شہادت بھی جھوٹ ہے۔

اس فرقہ کا بانی نظام کے ساتھ مناظرہ کیا۔ لیکن بُری طرح شکست کھا گیا اور اسی غم میں مبتلا ہو کر ۲۳۰ھ میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ نجاریہ کے اور بھی چھوٹے چھوٹے کئی ایک

فرقے ہیں، لیکن ان میں کوئی بات قابل ذکر نہیں ہے۔ یہ تمام صحابۂ کرام کو کافر کہتے ہیں۔

جہمیہ (۷۱) جہم بن صفوان الراسبی کی جانب منسوب ہے۔ سنہ ۱۲۸ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس جماعت کا عقیدہ ہے 'بندہ بالکل مجبور ہے۔ بندہ کے پاس قدرت موثرہ اور قوت کاسبہ کا نام و نشان نہیں۔ بس وہ تو ایک لاٹھی کی طرح ہے۔ خدا کا علم حادث ہے۔ لوگ جنت و دوزخ میں داخل ہونے کے بعد فنا ہو جائیں گے۔ دیدار الٰہی کے منکر ہیں۔ اکثر صحابہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ خدا کو عالم اور مرید نہیں کہتے۔ اور خدا کو ایسی صفات سے متصف کرنا پسند نہیں کرتے۔ جن کا اطلاق غیر خدا پر ہوتا ہو' جیسے عالم مرید حی وغیرہ۔ البتہ وہ صفات جن کا اطلاق غیر اللہ پر نہ ہو، خدا کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ جیسے قادر، موجد، فاعل، خالق، محی، ممیت، جہمیہ کے کفر پر سارے علماء فقہا متفق ہیں۔ اس فرقہ کی بھی کئی شاخیں ہو چکی ہیں۔ ان کو جبریہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ بندہ کو مجبور محض قرار دیتے ہیں۔

مشبہہ (۷۲) اللہ تعالیٰ کو مخلوقات سے تشبیہ دینے کی وجہ سے مشبہہ نام ہوگیا۔ ان میں سے بعض کا عقیدہ ہے

کہ خدا کو جسم ہے لیکن وہ ہمارے جیسا جسم نہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

دنیا میں انبیاء و رسل کی بعثت خدا پر واجب تھی۔ عالم العہد میں ہر ایک سے جو عہد لیا گیا تھا، صرف اسی کلمہ کا نام ایمان ہے۔ لہٰذا منافق کے ایمان، وہ کافر ہونے کے باوجود انبیائے کرام کے ایمان کے برابر ہے۔ دو کلمہ شہادت صرف اسی وقت ایمان میں داخل ہو سکتا جبکہ مومن مرتد ہوکر پھر ایمان میں لوٹ آئے۔

المشبہہ بھی کئی ایک فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ اس فرقہ کا مسلک یہ ہے کہ خدا کی ذات کو بندوں کی ذات کے برابر اور خدا کی صفات کو بندوں کی صفات کے برابر سمجھنا۔

یہاں تک کل بہتر فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب صرف ایک فرقہ باقی رہ گیا جس کی نجات یقینی ہے، اور اس فرقہ کی نجات کا دارومدار اور معیار اس اصول پر قائم ہے ما انا علیہ واصحابی جس روش پر سرکار اور آپ کے اصحاب ہیں وہی نجات پائے گا۔

انشاء اللہ اگلے سال اہل سنت وجماعت کا مسلک پیش کیا جائے گا۔

واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

حیرت و تبسم

از :
افضل العلماء مولانا
مولوی ابو المفتخر سید مصطفیٰ قادری خسرو لطیفی
(ادیب فاضل مدراس یونیورسٹی)
(فاضل مدراس یونیورسٹی) ناسیوری
مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

قاضی محمد بن مقاتل ہارون رشید کے عہد خلافت میں قاضی بغداد تھے، اپنی خداداد صلاحیتوں اور خلیفہ کی علم نوازی کے بدولت بہت ہی کم مدت میں قاضی القضاۃ جیسے جلیل القدر منصب پر فائز ہو گئے۔ آگے چل کر ان کی سیاست دانی اور با اثر فیصلوں نے کوفہ کی گورنری بھی عطا کی۔ اس مرتبہ ان کو کوفہ سے کسی اہم مقدمے کے سلسلہ میں دار الخلافہ بغداد بلایا گیا تھا جس کے دوران قیام ایک نہایت ہی دلچسپ واقعہ پیش آیا جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ قاضی محمد بن مقاتل ایک انتہائی تاریک رات جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی دینا بہت ہی مشکل تھا اپنی کسی ضرورت پر گھر سے نکلے۔ چونکہ راستہ پر امن تھا اس لئے اپنے ساتھ کسی کو نہ لیا۔ شہر سے کچھ ہی دور چلے تھے کہ ایک خطرناک چور کا سامنا ہوا، جس کی ایک ہی ڈانٹ پر قاضی صاحب کے اوسان خطا ہو گئے۔ ابھی حواس درست بھی نہ ہونے پائے تھے کہ چور نے گرجدار آواز میں کہا سواری سے اتر جاؤ اور کپڑوں کو بھی اتار دو۔ نیز جو کچھ بھی آپ کے ساتھ ہے میرے حوالے کر دو۔ تو قاضی صاحب نے کہا تجھے عقل بھی ہے؟ جانتا نہیں کہ میں مسلمانوں کا قاضی ہوں۔

چور ــ میں بھی تو مسلمانوں کا چور ہوں مجھے آپ کی عقل پر رونا آتا ہے کہ ایسی اندھیری رات میں جناب نے تن تنہا زحمت سفر گوارا کی اور راستہ بھی ایسا سنسان، کہ جہاں آدم نہ آدم زاد۔

قاضی مجھے خیال ہوا کہ صبح ہو چلی ہے، اس لئے نکل پڑا تھا۔

چور۔ کیوں صاحب! آپ کیسے قاضی، وقت کی بھی تمیز نہیں۔ ستاروں کے طلوع و غروب سے بھی ناواقف۔ کیا جناب کو معلوم بھی ہے؟ کہ سیارے ساتؔ ہیں اور برج بارہ۱۲۔ اور قمر کے اڑتالیس۴۸ درجے ہیں ــــ!

قاضی۔ مجھے رسول اکرمؐ کا وہ قول یاد ہے کہ آپ نے فرمایا، نجوم پر ایمان کفر ہے۔

چور ــ واہ خوب! اور خدا کا ارشاد بھول گئے، کہ فرماتا ہے، ہم نے آسمان میں بروج بنائے ہیں جو دیکھنے والوں کو اچھے نظر آتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ستاروں کو روشن بنایا تاکہ تم تاریکی میں برّی اور بحری سفر بآسانی کر سکو،

اور ان سے راستہ بھی معلوم کرسکو۔ بس اسی پہ قاضی القضاۃ کا دعویٰ ——؟

قاضی۔ بخدا بتاؤ کہ یہ کونسا وقت ہے؟

چور —— بہت خوب! سنئے اس وقت قمر در عقرب ہے اور مشتری و مریخ ہبوط میں ہے۔ ہاں یہی وہ وقت ہے جس میں قاضی القضاۃ کا سامان بآسانی حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ یہ چوری کے لئے بڑی ہی عمدہ ساعت ہے۔ بس اب فضول وقت نہ گنوائیے، لائیے جو بھی آپ کے پاس موجود ہے اور ہاں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے زکوٰۃ بھی دیا نہیں حالانکہ حکم خداوندی ہے کہ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے، جو شخص نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے اس شخص کی مثال ایسے درخت کی سی ہے جس میں نہ پھل ہے نہ پات' اور جس نے زکوٰۃ دی اور نماز نہ پڑھی تو وہ بادل کی گرج، بجلی کی کڑک ہے جس میں پانی نہیں —— !

قاضی۔ (مجبور ہوکر) للہ مجھے نہ ستاؤ، مسلمانوں کو ستانے والا شیطان ہوتا ہے۔

چور۔ بندہ پرور۔ اگر میں شیطان ہوں تو آپ کافر، کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے، میں نے شیاطین بھیجے ہیں جو کافروں کو ستاتے ہیں —— !

قاضی (تعجب سے) بھئی معلوم ہوتا ہے کہ تم عالم ہو، مگر پھر بھی ایک عالم سے نہیں شرماتے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علماء انبیاء کے جانشین ہوتے ہیں۔

چور —— جناب، میں اہل قرآن میں سے ہوں کہ جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اہل قرآن خدا کے خاص بندے ہیں اور میں تو ساتوں قرأت پہ عبور رکھتا ہوں۔

قاضی (مطمئن ہوکر) بھلا بتاؤ —! میں ابھی سب کچھ تمہارے حوالے کردیتا ہوں۔

چور —— بسم اللہ سنئے —! حفص[۱]۔ نافع[۲] کسائی[۳]۔ حمزہ[۴]۔ ابوبکر[۵]۔ ابوعمر[۶]۔ ابن کثیر[۷]۔

قاضی صاحب، یہ جواب سن کر حیران ہوگئے، کچھ دیر سکوت فرمایا۔ پھر کہنے لگے کیوں بھائی —؟ تم ان سب سے واقف ہوتے ہوئے بھی مجھ پہ ظلم کرتے ہو۔ حالانکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں پہ لعنت کرتا ہے۔

چور —— (خفا ہوکر) زور سے —! کیوں جوتیوں سمیت آنکھوں میں گھس آتے ہو، ظالم تم ہو یا میں؟۔

قاضی (نرمی سے) تم چوری کرتے ہو، یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے ——؟

چور —— تو چلئے، آپ بھی ظالم ہیں، اس لئے کہ ایسے مخدوش وقت گھر سے تن تنہا نکل کھڑے ہوئے۔ پھر مجھ پر یہ الزام کیسا، آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ نے میرے لئے یہی آسان ذریعۂ معاش رکھا ہے پھر اس کے حاصل کرنے کی زحمت کیوں اٹھاؤں۔

قاضی (ناصحانہ انداز میں) لالچ انسان کو رسوا کردیتی ہے، خدا سے ڈرو کیونکہ اس کا فرمان ہے —— کہ اے ایمان والو! خدا سے ایسا ہی ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیئے —— !

چور: خدا نے یہ بھی فرمایا ہے' جو لوگ گنہگار ہیں' وہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں' میں تمام گناہوں کو بخش دوں گا کیونکہ میں غفور و رحیم ہوں ـــ بہرحال آپ لاکھ باتیں کیجئے' میں آپ کا سامان لئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اب رہا توبہ کا معاملہ' وہ پھر کرلوں گا اس لئے کہ خدا فرماتا ہے۔ "وہی بندوں کے گناہ معاف کرتا ہے اور توبہ کو قبول فرماتا ہے" ـــ ارے ہاں! قاضی صاحب' آپ کو خدا کا یہ حکم بھی یاد ہوگا کہ تم آپس میں بھائی بھائی ہو۔ صلح و آشتی سے رہو' کیونکہ اس سے مساوات کا حکم بھی نکلتا ہے۔ میں محض ایک غریب شخص ہوں۔ لائیے اپنا خچر اور کپڑے مجھے دیدیجئے' تاکہ آپ اور میں دونوں برابر ہوجائیں۔

قاضی خدا سے ڈرو' اسکی گرفت بہت سخت ہے۔

چور۔ خدا کا ارشاد ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم و جبر سے کھاتے ہیں گویا وہ آگ کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے' تو آپ نے ضرور کھایا ہوگا۔ جب ہی تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو میرے شکنجے میں ڈال دیا ہے۔

قاضی (ناامید ہوکر) مجھ پر رحم کرو' خدا تم پر رحم کرے گا یاد کرو کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ تم زمین والوں پر رحم کرو' خدا تم پر رحم کرے گا۔

چور ـــ آپ نے ٹھیک ارشاد فرمایا۔ جب میں خود اپنے پر رحم نہ کروں تو وہ کون ہے' جو مجھ پر رحم کرے گا۔ اگر کوئی ہوتا تو مجھے آپ کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہوتی۔

قاضی خدا نے فرمایا کہ تمہاری روزی اور شئے معلومہ آسمانوں میں ہے۔

چور: اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے تمام مخلوق کی روزی زمین میں بکھیر دی ہے۔ اب میں اس کو کیا کروں کہ میری روزی چوری کرنے ہی میں ہے۔ اس کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جسے علم فائدہ نہیں دیتا اسے جہالت کام آتی ہے اور ہاں بہت خوب یاد آیا کہ عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔ اگر آپ اس قول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے نرم بستر پر استراحت فرماتے تو کیا آپ کے لئے بہتر نہ ہوتا ـــ؟

قاضی یہ باتیں سن کر سٹ پٹا گئے۔ کچھ دیر کے بعد اس طرح گویا ہوئے ـــ میاں' چوری میں خیر و برکت نہیں ہوتی ـــ!

چور: کیوں نہیں' جناب کا لباس تو فاخرہ ہے اور خچر بھی بہت عمدہ ہے' یہ چیزیں بڑی قیمت سے فروخت ہونگے۔

قاضی ـــ خدا مفسدوں کے کام نہیں سنوارتا۔

چور ـــ (بیزاری سے) پھر وہی بک بک! خود ایسے وقت میں نکل کر' وہ بھی تن تنہا اپنی تباہی کا سبب بن گئے' اُسے کون کیا کرسکتا ہے۔ لائیے لباس اتار دیئے اور خچر کی جان چھوڑ دیئے۔

قاضی (ناامیدی سے) کیا تم لیکر ہی رہوگے؟

چور۔ بیشک' کیا آپ اب تک مذاق سمجھ رہے تھے۔

قاضی اچھا تم مجھ پر ایک احسان کروگے؟

چور۔ وہ کیا ـــ؟

قاضی سامنے جو باغ نظر آرہا ہے وہاں تک چلو، میں سب کچھ تمہارے حوالے کر کے باغ میں چلا جاؤنگا۔

چور (ہنستے ہوئے) بہت خوب! کیوں جناب! آپ نے مجھے بیوقوف سمجھ رکھا ہے۔! آپ چاہتے ہیں کہ میں باغ تک چلوں اور آپ کے خادموں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر صبح تک خوب پٹتا رہوں، پھر آپ کے دربار کا وقت آئے اور میں پیش کیا جاؤں۔ اس وقت آپ بے دھڑک فرمائیں السارق والسارقة فقطعوا ایدیھما چرانے والے اور چرانے والی کے ہاتھ کاٹ دو۔

قاضی بخدا میں تم سے کوئی برائی نہیں کروں گا۔

چور: میرے دادا نے میرے باپ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجبور آدمی کی قسم کا کوئی کفارہ نہیں۔

چور کی اس بات پر قاضی صاحب کی رہی سہی امید بھی جاتی رہی، بغلیں جھانکنے لگے اور مجبوراً سواری سے اترے، کپڑے بھی اتارا اور خچر کی باگ بھی چور کے حوالے کر دی۔ صرف ایک قمیص پر ٹھہرے رہے۔

چور: ارے جناب۔ قمیص بھی تو اتاریئے۔ مجھے یہ دیکھ کر تکلیف ہو رہی ہے کہ آپ کے جسم پر ابھی ایک کپڑا باقی ہے۔

قاضی: تم دیکھ رہے ہو کہ اس کے سوا میرے پاس اور کچھ نہیں جس سے نماز ادا کر سکوں۔

چور میرے دادا نے میرے باپ سے حدیث بیان کی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مصیبت کے وقت برہنہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ اب آپ ہی فتوے دیجئے کہ ایسا شخص جس کے پاس کپڑے ہی نہ ہوں وہ نماز کس طرح ادا کرے برہنہ ہو کر آیا اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

قاضی — جائز ہے —!

چور۔ چلئے قصہ ختم شد — اتاریئے قمیص!

قاضی صاحب لاچار ہوگئے اور یہ کہتے ہوئے، خدا تجھے برکت سے محروم کرے، قمیص بھی اتار کر چور کے حوالے کر دیا۔

چور — خدا وہ قبول نہ کرے جو آپ نے فرمایا۔

اب قاضی صاحب حیران و پریشان مضطر و سراسیمہ ننگ دھڑنگ گھر میں داخل ہوئے۔ بیوی نے خفا ہو کر کہا یہ کیا ہوا۔ جب قاضی صاحب لباس پہن چکے تو بیوی سے اپنی ساری سرگذشت سنائی۔ اور سو گئے۔ صبح سویرے کسی نے دروازے پر آواز دی، پھر کواڑ زور سے کھٹکھٹانے لگا۔ قاضی صاحب جاگ اٹھے اور "الٰہی خیر" کہتے ہوئے خادمہ سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ دروازہ کھلنا ہی تھا کہ وہی چور گھر میں داخل ہوا۔

قاضی خیر تو ہے؟ کیسے آگئے —!

چور — جناب! میں نے سو اشرفیوں میں گھر خریدا ہے، لہٰذا مجھے آپ سو اشرفی دیدیجئے، ورنہ یاد رہے کہ میں دعویٰ کروں گا کہ آپ میرے مفرور غلام ہیں اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اثبات دعویٰ میرا کام ہے۔ قاضی صاحب کی اہلیہ دوران گفتگو میں بول اٹھیں "خدا تیرا برا کرے اتنا لینے پر بھی تیرا پیٹ نہ بھرا پھر مانگنے آیا ہے۔؟"

قاضی صاحب نے فوراً بیوی کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے

عظمت ماہ رمضان

از
محمد سراج الدین مدنیلی
زمرہ ثالث
دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (ترجمہ) اے ایمان والو! اگلی امتوں کی طرح تم پر بھی روزے فرض کئے گئے تاکہ تم پرہیزگار ہو۔

روزہ کا لغوی معنیٰ رُک جانا اور شرع میں طلوع آفتاب سے لیکر غروب تک کھانے پینے اور جماع کرنے سے باز رہنا۔
حدیث شریف میں آیا ہوا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ان پانچوں چیزوں میں سے ایک رمضان شریف کے روزے ہیں اس سے پتہ چلا کہ جو روزہ نہ رکھے گویا وہ اسلام کی پانچوں بنیاد ڈھادیا۔ اور رمضان شریف کا مہینہ بہت ہی فضیلت و برکت اور رحمت والا ہے اور قرآن شریف رمضان کے مہینہ میں نازل ہوا۔

رمضان مشتق ہے رمض سے جسکے معنی جلانے کے ہیں تو یہ روزہ بھی گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ اسی لئے اسکا نام رمضان رکھا گیا اسکے کل چار نام رکھے گئے ہیں۔ رمضان۔ شہر الصبر شہر المواسات۔ شہر وسعت رزق۔ جس طرح لوہے کو بھٹی میں رکھ کر لوہے کا میل و زنگ وغیرہ سے پاک کیا جاتا ہے اسی طرح گنہگار مسلمانوں کیلئے رمضان شریف مثل بھٹی کے ہے کہ ان کو صاف کردیتا ہے۔

ایکدفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف کے پہلے زینہ پر قدم مبارک رکھا تو آمین فرمایا اور دوسرے درجہ پر رکھا تو آمین فرمایا اور تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو آمین فرمایا صحابۂ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آمین کس وجہ سے فرمایا گیا؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل نے تین دعائیں کیں اسمیں سے پہلی دعا یہ ہے کہ جو حضورؐ پاک کا نام پاک سنے اور درود نہ پڑھے وہ ہلاک ہو جائے، دوسری جو والدین کو پائے اور ان کی خدمت کے ذریعہ جنت حاصل نہ کرے وہ ہلاک ہو جائے تیسری جو ماہ رمضان کو پائے اور جنت نہ خرید لے وہ ہلاک ہو جائے۔ اس پر میں نے آمین کہا۔ روزہ صالحین کے نزدیک غیر معمولی اہمیت و وقعت کا حامل ہے چنانچہ حضرت غوث الاعظم دستگیرؒ اپنے شیرخوارگی ہی کے زمانہ سے روزہ رکھتے تھے۔

رہے پابند احکام شریعت ابتدا ہی سے
نہ چھوٹا شیرخواری میں بھی روزہ غوث اعظمؓ کا

روزہ کی فضیلت پر ایک واقعہ یہ ہے :۔

ایک لڑکا کم سن تھا جس کی عمر سات سال تھی۔ جب اس نے ماہِ رمضان شریف کو دیکھا تو اس کے دل میں ایک آرزو و خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی آج سے روزہ رکھوں گا۔ چنانچہ وہ اپنے ماں باپ کے پاس گیا اور کہا کہ میں بھی روزہ رکھوں گا تو اس کے ماں باپ نے بہت سمجھایا اور اصرار کیا کہ تو ابھی کم سن ہے، تجھ پر روزہ فرض نہیں ہے۔ بچہ نے ماں باپ کے اس اصرار پر کہا کہ اگر میں اب روزہ نہ رکھوں تو کل کے دن خدا کے پاس کیا جواب دوں گا۔ اسکی ماں کہنے لگی کہ میں تجھ کو میرا روزہ دے دوں گی تو اپنی ضد کو چھوڑ دے۔ بچہ نہیں مانا اور ضد کرتے ہوئے سو گیا۔ جب صبح ہوئی تو اپنے ماں باپ سے خفا ہو گیا اور دوسرے رات جب رات ہوئی تو وہ جاگتا ہی رہا اور جب سحری کا وقت آیا تو وہ فوراً اُٹھ کر سحری کر کے سو گیا اور صبح کو اپنے ماں باپ سے یہ واقعہ سنایا کہ آج میں روزہ رکھا ہوں۔ یہ بات سن کر اس کے ماں باپ بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب تجھ کو بھوک اور پیاس لگی ہوگی۔ یہ کہتے ہی بچہ کہنے لگا اے ماں مجھ کو بھوک اور پیاس کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس مہینے میں قرآن مجید نازل فرمایا ہے یہ وہی مہینہ ہے۔ جب عصر کا وقت آیا تو بچہ کی حالت بدل گئی اور وہ بھوک و پیاس کے مارے چکر کھا کر زمین پر گر پڑا۔ اس وقت اس کے والدین نے بہت ہی سمجھایا اور اصرار کیا کہ اب بھی تو اپنی ضد چھوڑ دے کچھ کھالے۔ اتنا کہنے کے باوجود وہ نہیں مانا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد قریباً وقت افطار اس بچہ کی جان پرواز کر گئی تو گھر میں ایک کہرام مچ گیا۔ اتنے میں ایک سائل دروازہ پر آیا اور کہا کہ میں روزہ دار ہوں جو کچھ بھی ہو مجھے کھلا دیجئے۔ وہ دیکھتا ہے کہ گھر میں اس بچہ کی ماں روتے ہوئے جو کچھ اس بچے کے واسطے پکائی تھی لیکر آئی۔ سائل یہ حال دیکھ کر پوچھتا ہے۔ عورت تمام واقعہ سُناتی ہے۔ یہ سائل کہتا ہے کہ خدا کے واسطے مجھے بھی تھوڑا بتا دیجئے۔ سائل اندر جاتا ہے اور بچہ کو دیکھتا ہے اور اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھتے ہوئے کہا اے لڑکے اٹھ جاؤ کب تک سوتے رہو گے، تمہارے والدین بیحد غمناک ہیں۔ یہ بات سننا ہی تھا وہ بچہ فوراً اٹھ بیٹھا اور وہ سائل اسی وقت غائب ہو گیا۔ اس بچے کے دل میں روزہ رکھنے کی کتنی خواہش تھی کہ وہ روزہ رکھ کر اپنی جان کو قربان کر دیا اور روزہ رکھ کر جان قربان کر دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روزہ کی برکت و فضیلت سے اسکی جان واپس کر دی۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ الصّوم الجنة دوزخ سے بچنے کے لئے روزہ ڈھال ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے تو اس وقت دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور تمام شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے

حدیث شریف میں ہے کہ کوئی شخص رمضان شریف میں روزہ رکھ کر اگر فوت ہو جائے تو وہ شخص بغیر سوال وجواب کے جنت میں جائے گا۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابوسعید قدری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جس نے اللہ کے لئے ایک دن روزہ رکھا تو اس کا چہرہ دوزخ کی آگ سے ستّر گز دُور رہے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جنت میں چند دروازے ہیں اور اس میں سے ایک دروازہ کا نام ریّان ہے۔ قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے اس کے بعد کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں۔ اس اعلان پر سارے روزہ دار داخل ہو جائیں گے اور اس کے بعد دروازہ بند کر دیا جائے گا اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام رمضان بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے رب تعالیٰ ہر کار خیر کا بدلہ دس گنا سے لے کر سو تک عطا کرتا ہے۔ مگر روزہ کی اتنی فضیلت ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ ہوں کیونکہ بندہ اپنی شہوت کو اور اپنے کھانے کو میری خاطر ترک کر دیتا ہے۔ حدیث میں ہے روزہ دار کو دو وقت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ایک افطار کے وقت دوسری اپنے رب ملاقات کے وقت۔ حدیث میں ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ بہتر ہے اور ہم کو ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ روزے کی بہت فضیلت ہے اور رمضان شریف کا مہینہ بہت برکتوں والا اور رحمتوں والا ہے اور روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کے پاس ہر طرف سے اچھائی ہے اور روزہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کرے گا اور یہ مہینہ خدا کا مہمان ہے اس کی عزت اور قدر کی جائے اور قدر یہ ہے کہ مسلمان کوشش کریں اس مبارک ماہ میں گناہوں سے پرہیز کریں، ایسا نہ ہو کہ یہ مہمان ہم سے خفا ہو کر چلا جائے۔ اور ہمارے وبالِ جان بن جائے۔ قرآن شریف میں ماہ رمضان ہی کا نام لیا گیا ہے اور اسی طرح عورتوں میں صرف حضرت مریم کا اور صحابۂ کرام میں صرف حضرت زید کا نام صراحتہً مذکور ہے، اس سے ماہ رمضان کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، اور روزہ کیوں فرض کیا گیا اس کے بہت سے فوائد ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شئی کی زکوٰۃ ہے۔ تندرستی کی زکوٰۃ بیماری، مال کی زکوٰۃ صدقہ، اور اعضاء کی زکوٰۃ حجامت، لہٰذا شکم سیری کی زکوٰۃ گرسنگی ہے۔ اور زکوٰۃ سے ہر چیز میں برکت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے رمضان میں رزق اور کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔

نیز روزہ بہت سے امراض شکمی کا علاج ہے۔ بھوکے کی قدر وہ جانے جس کو کبھی بھوک اور پیاس سے سابقہ پڑا ہو۔ اس وجہ سے مسلمانوں پر روزہ فرض کیا گیا کہ اگر کسی بھوکے کو دیکھیں تو اپنے روزے والی

بھوک یاد کرکے اسکی امداد کریں۔ جیساکہ حج فرض کیا گیا تاکہ مسافر کی قدر معلوم ہو۔ روزہ میں نفس کشی ہے۔ کیونکہ بھوک سے نفس کشی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے مجاہدہ کرنے والے حضرات شکم سیری سے احتراز فرماتے ہیں۔ سیری سے نفس کی پرورش ہوتی ہے اور بھوک سے رُوح کی اور روزے کئی قسم کے ہیں۔ (۱) صرف عاشورہ کا روزہ ہی فرض تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مظالم سے نجات پا گئے، تو بطور شکر خداوندی روزہ رکھا۔ حضورؐ نے بھی اس روزہ کا احترام کیا اور صحابۂ کرام کو حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا، کہ یادگار اور ان پر اظہار شکر و سرور جائز ہے جیساکہ محفل میلاد پھر ہر ماہ میں تین روزے۔ پھر ماہ رمضان۔ مگر فدیہ کا اختیار رہا۔ مگر سوتے ہی کھانا پینا حرام ہو جاتا تھا۔ رمضان شریف میں جماع حرام رہا۔ حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہٗ سے (یا دوسرے کسی صحابی سے) رات میں جماع سرزد ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اظہار ندامت کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ واحل لکم اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کی خطا بھی چھوٹوں کے لئے عطا بنتی ہے۔

ایکمرتبہ ایک صحابی نے مجبوراً کلمۂ کفر نکالا اور بارگاہ خداوندی میں آکر یہ وجہ عرض کی کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا حریص ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ میرا ایک پارس موجود ہے جوکہ خراب لوہا کو بھی سونا بنا دیتا ہے اس لئے میں نے یہ جرأت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔

روزہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ خاص لوگوں کا۔ خاص الخاص لوگوں کا اور عام لوگوں کا یہ ہے کہ صبح سے مغرب تک کھانے پینے اور جماع سے محفوظ رہیں۔

اور خاص لوگوں کا روزہ یہ ہے کہ اپنے تمام اعضاء ظاہری کو برائیوں سے بچائے اور خاص الخاص کا روزہ یہ ہے کہ اعضاء ظاہری و باطنی کو حتیٰ کہ خیالات کو بھی غیر حق سے بچائے اور اس ماہ میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ اس مہینہ میں ایک رات ایسی آتی ہے جس کا نام قرآن مجید میں لیلۃ القدر ہے۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جس کا نام شمعون تھا۔ اس نے ایک ہزار ماہ تراسی سال اور چار ماہ مسلسل خدا کی راہ میں جہاد اور دیگر عبادات کرتا رہا۔ اس پر صحابہ کرام کو رشک ہوا جو شرعاً جائز ہے اور اس کو غبطہ کہا جاتا ہے اور مایوسی ہوئی کہ ہماری تو کُل عمر بھی اتنی نہیں ہوتی ہم اس درجہ تک کیسے پہنچیں، اسوقت سورۂ انا انزلنا نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! تمہیں ایک رات ایسی دیجاتی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اگر تم اس رات میں عبادت کرو تو تم شمعون سے بڑھ چڑھ کر ثواب پاؤگے۔ جو کوئی اپنی عمر میں چند بار شب قدر میں عبادت کرے اس کا پوچھنا ہی کیا؟

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو روزہ کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ سید المرسلینؐ۔

اقوالِ نفیس

۸۶
۹۲

مرتب:
عبدالمجید منیاری رامدرگ
زمرۂ خامسہ
دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

۱) یہ قرآن لوگوں کے لئے بیانِ صریح اور اہل تقویٰ کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے ـــــ (قرآن مجید)

۲) یہ (قرآن) لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تاکہ ان کو اس سے خوف دلایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تاکہ اہل عقل اس سے نصیحت پکڑیں ـــ (قرآن مجید)

۳) انبیاءِ کرام کا ذکر کرنا عبادت ہے اور صالحین کا ذکر کرنا گناہوں کیلئے کفارہ ہے۔ موت کا ذکر کرنا صدقہ ہے، اور قبر کی یاد جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ ـــــ (رسولِ کریم)

۴) آپس میں کینہ نہ رکھو۔ آپس میں حسد نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے کٹ کر نہ رہو۔ آپس کے رشتے نہ توڑو۔ اللہ کے بندے بنو اور بھائی بھائی بنکر رہو اور دوسرے مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ رکھے ـــ (رسولِ کریم)

۵) ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا اور توانگری کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں۔
(ابوبکر صدیق رض)

۶) جب کوئی شکار مارا جاتا ہے تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی تسبیح ضائع کر دی۔ (ابوبکر صدیق رض)

۷) جو شخص چاہتا ہے کہ میری زندگی کامیابی کے ساتھ گذر جائے تو اسے لازم ہے کہ وہ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ (عمر فاروق رض)

۸) ایک عالم کا مرجانا ہزار عابد قائم اللیل و صائم النہار کے مرجانے سے بڑھکر ہے۔ (عمر فاروق رض)

۹) سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے، پھر بھی وہ سفرِ آخرت کی کچھ تیاری نہ کرے۔ (عثمان غنی رض)

۱۰) دنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔ (عثمان غنی رض)

۱۱) احمق ہمیشہ محتاج رہتا ہے اور عقلمند ہمیشہ غنی رہتا ہے اور لالچی ہمیشہ ذلیل رہتا ہے (علی کرم اللہ وجہہ)

۱۲) کارخانۂ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے۔ (")

۱۳) دنیا چاہنے پر دین ہرگز نہیں مل سکتا۔ اور دین چاہنے پر کبھی اللہ تعالیٰ دنیا بھی دے دیتے ہیں۔ (حسن البصریؒ)

۱۴) اگلے مسلمانوں نے قرآن کی قدر پہچانی، کیونکہ رات میں اس کے مطلب سوچا کرتے تھے اور دن میں اس پر عمل کرتے تھے (حسن بصریؒ)

۱۵) اللہ کی رضامندی چار چیزوں میں ہے :-

۱) ہر کام کو صرف اللہ کی رضامندی کیلئے کرنا

۲) شیطان سے دشمنی کرتے رہنا۔

۳) روزی کی طرف سے اطمینان رکھنا۔

۴) سامان موت کی تیاری کرنے میں لگا رہنا۔

(شفیق بلخیؒ)

۱۶) چار قسم کے لوگ عزت کے لائق ہیں۔

۱) عالم زاہد ۲) فقیہہ صوفی

۳) دولت مند خاکسار ۴) غریب شکر گذار

(سفیان ثوریؒ)

۱۷) چار چیزوں کے بغیر عبادت درست نہ ہوگی۔

۱) بھوک ۲) غریبی ۳) قناعت۔

۴) ذلت (سہل تستریؒ)

۱۸) میں پناہ مانگتا ہوں خدا کے ذریعہ اس زاہد سے جو امیروں کے لذیذ اور رنگ برنگ کے کھانوں سے اپنا پیٹ خراب کرتا ہے۔ (سہل تستریؒ)

۱۹) جس کے دل میں علماء و مشائخ کی محبت ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہزار برس کی عبادت کا ثواب تحریر فرمائے گا اور اسی حال میں اگر مر جائے گا تو حشر کے روز علماء کے زمرے میں اٹھایا جائے گا اور اس کا مقام علیین ہوگا (خواجہ غریب نوازؒ)

۲۰) عارف وہ ہے جو تمام علوم کو جانتا ہو اور اپنی عقل سے لاکھوں معانی بیان کر سکتا ہو، اور ہر وقت دریائے معرفت میں غوطہ لگا کر انوارِ الٰہیہ کے موتی حاصل کرتا ہو۔ اور ان موتیوں کو جب اربابِ معرفت کے سامنے وہ پیش کرے، اور وہ لوگ ان کو دیکھ کر پسند کریں تو اس وقت سمجھو کہ وہ شخص عارفِ الٰہی ہے۔

(خواجہ غریب نوازؒ)

مکتوباتِ لطیفی

بہ تلخیص
ترجمہ و حاشیہ
از فضل العلماء مولوی حافظ
سید حبیب الحق قریشی
ادھونی

مکاتیب شخصی زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں، جن میں آدمی کی صرف نجی زندگی ہی نہیں جھلکتی بلکہ اس کے خیالات ونظریات اور اس کے فکر کی وسعت وتنگی اور اس کے مطالعہ کی حیثیت ونوعیت اور اسکی علمی وادبی قابلیت واستعداد اور اسکی سیرت وشخصیت کے تمام گوشے بے نقاب ہوجاتے ہیں۔ اگر کسی شخصیت کے مطالعہ میں اس کے خطوط داخل نہ رہیں تو ایک عظیم خلا محسوس ہوگا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج تمام مشاہیر کے خطوط کو ان کی سیرت وشخصیت کا ایک جز سمجھا جارہا ہے اور ان منتشر موتیوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ قدوۃ السالکین اعلیحضرت الحاج الحافظ سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ سید شاہ محی الدین نقوی المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے اپنے مریدین متوسلین اور معتقدین کے نام بہت سے خطوط لکھا ہے، جو عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔ آپ کے بیشتر خطوط علمی وفقہی مسائل اور تصوف کے مباحث پر مشتمل ہیں۔ زیر نظر جس مکتوب کا ترجمہ پیش کیا گیا، وہ تقلید واجتہاد اور دیگر فقہی مسائل کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوے ہے۔ حضرت موصوف نے یہ خط فارسی زبان میں جناب عمر خاں صاحب کتوال پلٹن ہفتم کے نام روانہ فرمایا تھا۔ آپ نے بہترین انداز میں مسائل کی گرہ کشائی فرماتے ہوے مکتوب الیہ کو اپنی کتاب "فصل الخطاب" کے مطالعہ کا حکم دیا ہے۔ یہ مکتوب حضرت قطب ویلور کی فقہی بصیرت اور ذہن میں مسائل کے مستحضر ہونے پر واضح دلیل ہے۔ حضرت موصوف کا یہ مکتوب ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو ایک ہی امام کی تقلید کو تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں۔ دین کے اندر کسی ایک مجتہد کی تقلید خضر راہ سے کم نہیں اور وہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے آدمی بھٹک نہیں سکتا۔ تاریخ اسلام میں تقریباً اٹھارہ مجتہد مطلق گذرے ہیں لیکن ان کے مسائل مدون نہ ہونے کی وجہ سے علمائے امت نے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو واجب ٹھہرایا اور ان چاروں سے ہٹ جانے والے کو ضال اور مضل قرار دیا۔ اور ان چاروں مذاہب کے اندر بھی تلفیق کو مطلق حرام ٹھہرایا۔ واللہ اعلم بالصواب

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ گرامی کا التفات نامہ ۲۲ر اپریل ۱۲۶۱ھ کو دستیاب ہوا جو مسائل دینیہ کے استفسار پر مشتمل تھا۔ جن میں سات مسئلوں کا جواب طلب کیا گیا تھا، بے پایاں مسرت اور خوشی حاصل ہوئی اور آپ کی حسن خیریت سے بھی آگہی ہوئی۔

الحمد للہ علیٰ ذالک! اے سعادتمند! اس دور پر فتن میں عوام افراط وتفریط کا شکار ہوچکی ہے۔ ان ہی دلسوز اور جانکاہ حالات کو دیکھتے ہوے میں نے "فصل الخطاب"

کے نام سے ایک کتاب سپرد قلم کی ہے۔ انشاء اللہ عنقریب مولوی غلام قادر صاحب مدراسی کے پریس میں زیور طباعت سے آراستہ ہو جائیگی۔ لہٰذا مسائل مذکورہ کی تفصیل اور تشریح "فصل الخطاب" میں تلاش کیجئے۔

حاصل کلام مجتہد کے استنباط شدہ احکام خطا اور صواب دونوں پہلو رکھتے ہیں۔ خواہ مجتہد مستقل ہو، یا غیر مستقل اور اگر اس کا اجتہاد درست اور صحیح رہے، تو دوگونہ اجر و ثواب پائیگا ورنہ یک گونہ اجر و ثواب کا مستحق بہر حال رہیگا۔ اور مجتہد کی تقلید کرنے والا اگر خطا کر جائے تو بھی وہ ثواب کا مستحق اور مورث نجات سمجھا جائے گا۔ لہٰذا کسی مقلد کو جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے امام کے خلاف عمل کرے۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں کہ کسی شافعی کو لائق نہیں ہے کہ نکاح بے ولی اور حق شفعۂ جوار اور اسی قسم کے وہ مسائل جو امام شافعی کے مذہب کے خلاف ہیں ان کو موضوع بحث بناکر کسی حنفی پر اعتراض کرے یعنی مقلد کے لئے روا نہیں ہے کہ دوسرے امام کے مذہب پہ حرف گیری کرے اور اس کے مقلدین پر اعتراض کرے۔

اور اگر کوئی شافعی شخص ولی کے بغیر نکاح کرے اور نبیذ خرما کا استعمال کرے تو اس کو ان چیزوں سے روکنا اور منع کرنا ہر شافعی اور حنفی پہ ضروری ہے۔ لہٰذا ہر ایک مذہب کے مقلد پہ یہ بات واجب ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب کی اتباع کرے۔

علماء کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ کوئی شخص اپنے اجتہاد کے خلاف عمل کرے تو وہ گناہگار ہوگا۔ مثلاً کسی نے قبلہ کا رخ جاننے کے لئے اجتہاد کیا اور اپنے اجتہاد کردہ رخ کے خلاف نماز ادا کیا تو گناہ گار ہو جائے گا اگرچہ کہ دوسرا اس کو صحیح گمان کر رہا ہے۔

اور ایسا ہی کسی مقلد کا اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرنا بھی حرام ہے۔ لہٰذا دونوں صورتوں میں آدمی گناہگار سمجھا جائے گا۔

اور یہ بہت ہی بے ہودہ اور نا قابل اعتبار بات ہے کہ آدمی اپنا مذہب جب چاہے تبدیل کر سکتا ہے کیونکہ جب آدمی اپنے خیال کے مطابق کسی امام کو فاضل تر قرار دے اور خود کو اس امام کا مقلد سمجھنے کے بعد ضروری ہے، کہ وہ اپنے ہی متعین اور مقرر کردہ امام کے مذہب پہ عمل کرے مثلاً کوئی شخص امام شافعی کو فاضل سمجھنے کے بعد ان کے مذہب کے خلاف عمل کرنا خواہشاتِ نفسانی کے علاوہ اور کیا سبب ہو سکتا ہے۔

صاحب شرح منہاج الاصول الی علم الوصول فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ اور دیگر مجتہدین کا اتفاق ہے کہ مقلد جمیع مسائل میں اپنے ہی امام کی تقلید کرے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، بادشاہِ بخارا کے سوال سادس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ کسی حنفی کو

بعض احکام میں مذہب شافعی پر عمل کرنے کی اجازت صرف تین صورتوں میں ہے۔ ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ حنفی شخص جن مسائل کے اندر امام شافعی کی تقلید کرنا چاہتا ہے ان مسائل کو کتاب وسنت کی روشنی میں حنفی مذہب پر ترجیح دے اور اس کے بعد عمل کرے۔ ظاہر بات یہ ہے کہ اتنا عظیم کام ہر کس و ناکس انجام نہیں دے سکتا اور یہ کام مجتہد ہی کر سکتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی حنفی مسئلہ پر عمل دشوار ہو اور اس مسئلہ میں شافعی مذہب پر عمل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے مثلاً پانی کے مسائل میں حضرت امام اعظمؒ کے یہاں ضیق اور کچھ سختی ہے لیکن اللہ کا شکر یہ ہمارے ملک میں پانی کی تنگی نہیں ہے۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ وہ شخص صاحب تقویٰ اور طہارت ہو اور صرف احتیاط کی خاطر شافعی مذہب اختیار کرے تو درست ہے۔ مثلاً حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک مقدار سے کچھ زائد صدقہ دینا ضروری ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کے احتیاطی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے حنفی اس مسئلہ پر عمل کرے تو جائز ہے اور اسی طرح احتیاط کے خیال سے مور کا گوشت کھانا چھوڑ دے تو درست ہے۔

لیکن ان تین صورتوں میں ایک قید یہ بھی رہیگی کہ تلفیق بین المذاہب کی صورت پیدا نہ ہو جائے، اور دونوں مذہب کی پیروی میں ایسی صورت اور شکل نہ نکلے جو دونوں مذہب کے لحاظ سے صحیح نہ ہو، مثلاً حضرت امام شافعی کے نزدیک فصد (خون نکالنا) ناقض وضو نہیں ہے، لیکن امام اعظم کے نزدیک ناقض وضو ہے، اگر کوئی صاحب وضو فصد کے بعد بلحاظ شافعی مذہب اسی وضو سے ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرے جو فاتحہ کی قرأت نہ کرنے والا ہو، ایسی صورت میں تلفیق واقع ہو جائیگی۔ کیونکہ شافعی مذہب کے لحاظ سے وضو ٹھیک ہے لیکن فاتحہ کی قرأت نہ ہونے کی وجہ سے نماز درست نہیں۔ اور حنفی مذہب کی رو سے نماز ٹھیک ہے لیکن فصد کی وجہ سے وضو نہیں ہے۔

حاصل کلام اگر کوئی حنفی شخص مذکورہ تین صورتوں سے ہٹ کر مذہب شافعی پر عمل کرے یا کوئی شافعی شخص مذہب حنفی پر عمل کرے تو ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ اس طرح اپنی سہولت اور اپنے نفس کی خاطر اپنے امام کی تقلید ترک کر دینا گویا دین کے ساتھ لہو ولعب اور استہزاء کے مترادف ہے۔

مولانا نظام حنفی لکھنوی اور مولانا عبدالعلی حنفی لکھنوی نے "شرح مسلم" میں اور مولوی اسماعیل حنفی دہلوی نے "ایضاح" میں "تنویر العینین" سے استفادہ کرتے ہوئے جو لکھا ہے کہ مجتہد معین کی تقلید واجب نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی ایک امام کی تقلید استمراری اور دوامی حیثیت سے واجب نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مطلقاً کسی معین مجتہد کی تقلید واجب نہیں۔ اگر کسی مجتہد کو معین نہ کیا جائے تو یہ بالکل اسی طرح ہے کہ آدمی بے

لگام گھوڑے کی سواری کرے۔ اگر مجتہد کا تعین واجب
نہ ہوتا تو ان لوگوں کو حنفی کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

اور سید احمد مجاہد، مولانا شاہ عبدالعزیز
دہلوی، مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی، شیخ عبدالرحیم دہلوی
سید عبداللہ، شیخ آدم بنوری، امام ربانی و دیگر مشائخ
کرام حنفی ہیں اور صاحب "سفینۃ الاولیاء" لکھتے
ہیں کہ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی اور اس سلسلہ کے اکثر
مشائخ حنفی ہیں۔ ایک مجتہد کی طرف ان اکابرین کی نسبت
سے معلوم ہوا کہ مجتہد معین کی تقلید واجب ہے۔

شیخ الہند "مرج البحرین" میں لکھتے ہیں کہ طریقت
کے تمام ائمہ کرام مذاہب فقہا کی اتباع کرتے تھے۔
سید الطائفہ جنید بغدادی امام سفیان ثوری کے مذہب
کی پیروی کرتے تھے اور غوث الثقلین شیخ عبدالقادر
جیلانیؒ حنبلی تھے اور امام شبلیؒ مالکی تھے اور جریری
حنفی تھے اور محاسبی شافعی تھے قدس اللہ اسرارہم رضی
اللہ عنہم۔ غرض مجتہد معین کی تقلید کا مسئلہ ساری دنیا
میں مشہور اور معمول ہے اور حضرت امام غزالیؒ کی طرف
جو قول منسوب ہے، وہ بالکل ضعیف ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مقلد کو یہ حق حاصل
نہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے احکام مستنبط
کرے۔ امام ربانی شیخ احمد سرہندی اپنے مکتوبات
میں لکھتے ہیں کہ مقلد کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے
امام کے مقابلہ میں قرآن و حدیث سے احکام کا استنباط
کرے اور اس پر عمل کرے۔

مولوی اسمٰعیل حنفی دہلوی اپنی کتاب "ایضاح"
کے مقدمہ میں استنباط احکام کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے
ہوئے لکھتے ہیں، دوسری شرط یہ ہے کہ قیاس کا حق صرف
مجتہدین کو حاصل ہے۔

موجودہ زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے پائے جاتے
ہیں جو کتاب و سنت سے احکامات اخذ کرتے ہیں اور
ائمہ کرام کی خلاف ورزی اور نئے نئے احکامات نکالنے
میں پیچھے نہیں ہیں۔ اور دعویٰ تقلید اور حنیف کے
باوجود دین متین میں اپنی نفسانی خواہشات کے تحت
رخنہ ڈالتے ہیں اور احادیث مشکوٰۃ (صاحب مشکوٰۃ
شافعی تھے جس کی وجہ سے انھوں نے بیشتر چنید حدیثوں
کو اپنے مسلک کے تحت جمع کیا ہے) سے احکام اخذ کرتے
ہیں اور ان حدیثوں کو سامنے رکھ کر مسئلہ رفع یدین اور وضع
یدین علی الصدر پر بحث کرتے ہوئے دونوں جلیل القدر
امام حضرت شافعیؒ اور حضرت ابو حنیفہؒ کے درمیان فیصلہ کرتے
ہیں اور عدم رفع اور وضع پر بدعت کا حکم صادر کرتے ہیں۔

اتنا ہی نہیں مزید طرفہ یہ ہے کہ علم معرفت سے
لاعلم اور ناآشنا ہوتے ہوئے بھی حضرات شیخین محی الدین ابن
عربی اور مجدد الف ثانی کے درمیان حکم بنتے ہیں، اور
وحدۃ الوجود کے بطلان اور وحدت الشہود کے اثبات
پر فیصلہ صادر کرتے ہیں اور بے شمار اولیاء کرام اور صالح
علماء پر حلول و اتحاد کی تہمت باندھتے ہیں اور ان نفوس

قدسیہ کی طرف کفر و الحاد کی نسبت کرتے ہیں۔

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ میرے امتیوں کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے۔ فقیر کی عمر ستر سال ہو چکی ہے اور لب گور بیٹھا ہوا ہے۔ طاقت جواب دے چکی ہے۔ فقہی مسائل اور اختلافات کی طرف سے توجہ کم ہوئے عرصہ بیت چکا ہے اسکے ساتھ ساتھ بہت ہی عدیم الفرصت ہوں۔ حکم ایک انار و صد بیمار والا معاملہ ہے۔ مسائل کی تفتیش و تفحص اور انتخاب کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ ذہن مختلف خیالات میں الجھا ہوا ہے، لیکن دل میں بہت سی باتیں ہیں، مگر کیا کیا جائے زبان قلم میں اتنی توانائی نہیں ہے کہ ان کی ترجمان بن سکے۔ ؎

عمر بگذشت و حدیث درد من آخر نہ شد
شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را

عمر ختم ہو گئی لیکن میری درد بھری بات پوری نہ ہو سکی۔ رات اپنا ماتمی لباس اتار رہی ہے۔ لہٰذا اب میں اپنی داستان ختم کئے دیتا ہوں۔

اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ دنیا و مافیہا جو ملعونۂ خدا ہے، جس سے فریب نہ کھائیں اور جمعیت و محبت کی بو باس بفضل تعالیٰ باقی رکھتے ہوئے اپنے مشام تک پہنچائیں۔

فقط والسلام

خطابات از فصل الخطاب

از جناب فاضل العلماء سید مصطفیٰ قادری صاحب خسرو اناھسوری
مدرس دارالعلوم لطیفیہ

مسلسل کئی سال سے سالنامۂ اللطیف میں قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین الحاج الحافظ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی المشہور بحضرت قطب ویلور قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف انیف فصل الخطاب بین الخطاء والصواب سے منتخب اقتباسات 'خطابات از فصل الخطاب' کے عنوان سے مضامین کی شکل میں شائع ہوتے آرہے ہیں۔ حسب عادت امسال بھی مذکورہ کتاب سے دو فائدوں کے اقتباسات کو جو سجدۂ تعظیمی اور طواف غیر کعبہ پر مشتمل ہیں، افادۂ ناظرین کے لئے اردو زبان میں پیش کیا جارہا ہے۔

سجدۂ تعظیمی

سجدۂ تعظیمی جمہور علماء کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے بعض علماء نے اس سے آگے بڑھ کر اسے کفر قرار دیا ہے۔ مگر علماء کرام کا ایک ایسا بھی طبقہ ہے جو سجدۂ تعظیمی کو جائز قرار دیتا ہے۔ چنانچہ شیخ حسین ابن شیخ احمد شافعی شمائل الاتقیاء میں رقمطراز ہیں۔ السجدۃ اثنتان سجدۃ العبادۃ وسجدۃ التحیۃ، سجدۃ العبادۃ للہ تعالیٰ و سجدۃ التحیۃ بدون اللہ بوجہ التکریم فی خمسۃ محال جاز القوم للنبی[۱] والمرید للشیخ[۲] والرعیۃ للملک[۳] والولد[۴] للوالدین والعبد للمولیٰ[۵] یعنی سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سجدۂ عبادت، دوسرا سجدۂ تحیت، سجدۂ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ دوسرا سجدۂ تحیۃ، اللہ تعالیٰ کے سوا پانچ مقام پر جائز ہے۔ قوم اپنے نبی کو۔ مرید اپنے شیخ کو۔ رعیت اپنے بادشاہ کو۔ بچہ اپنے والدین کو۔ اور غلام اپنے آقا کو سجدۂ تعظیمی کرسکتا ہے۔

شیخ الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی ترجمۂ مشکوٰۃ میں سجدۂ شکر سے متعلق فرماتے ہیں، اس جگہ سجدہ کی دوسری قسم مراد ہے جس کو سجدۂ تحیت کہتے ہیں۔ فقہ کی بعض روایات میں اسکی رخصت ہے۔ حضرت امام ربانی مکتوبات کی جلد دوم کے بانوے مکتوب میں لکھتے ہیں: اگر چہ کہ فقہائے کرام نے سجدۂ تحیت کو سلاطین کے لئے جائز قرار دیا ہے، لیکن سلاطین کو چاہئے کہ وہ دربار خداوندی میں تواضع اختیار کریں۔ سجدۂ تعظیمی جو انتہائی عجز وانکسار کی صورت ہے سوائے خدا بزرگ و برتر کے

کسی اور کے لئے جائز نہ سمجھیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایک عالم کو ان کے لئے مسخر اور تابع کر دیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی جبین نیاز کو اس کی بارگاہِ قدس میں رکھ دیں۔

سندالعلماء نے کسی سائل کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے، وہ مع سوال وجواب یہ ہے:۔

سوال سلطان المشائخ کے ملفوظات میں چند مقامات پر مذکور ہے کہ آنے والے آپ کے آگے زمین پر سر رکھ دیتے تھے، اگر اس سے کوئی پس وپیش کرتا تو فرماتے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ لوگوں کو اس طرح کرنے سے روک دوں مگر چونکہ لوگ حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ اور حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے آگے بھی ایسا کرتے ہیں، اس لئے میں منع نہیں کر پاتا ہوں۔ ایک دوسرے شخص سے آپ نے فرمایا کسی چیز کی فرضیت منسوخ ہو جانے کے باوجود اسکی مسنونیت باقی رہتی ہے جیسا کہ ایام بیض اور یوم عاشورہ کے روزے، اسی طرح سجدہ برائے آدم علیہ السلام فرض تھا، اب جبکہ اس کی تاکید منسوخ ہو گئی اباحت ضرور باقی ہے۔

(سائل لکھتا ہے) مگر حیرت اس بات پر ہے کہ یہ حضرات ظاہر و باطن کے پیشوا ہونے کے باوجود غیر حق کو سجدہ جائز قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ استدلال جیسا کہ ہے ظاہر ہے۔

جواب:۔

تفسیر فتح العزیز کے انتخابیہ میں جس کو شیخ عبداللہ جدید الاسلام نے فارسی میں لکھا ہے، فرماتے ہیں: جواز سجدہ سے متعلق بزرگوں کی گفتگو کی پوری طرح تنقیح وتفتیش سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سجدہ کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک سجدۂ عبادت، دوسرا سجدۂ تحیت۔ ان کے نزدیک سجدۂ عبادت غیر اللہ کے لئے کفر ہے اور سجدۂ تحیت جائز۔ ان دونوں میں فرق نیت اور تغییر باطنی پر موقوف ہے۔ اگر کوئی آدمی حاضری وملاقات کے وقت تحیت مسنونہ سے بڑھ کر تعظیم وتکریم کرے تو وہی سجدۂ تعظیمی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کے تقرب کے ارادے سے اگرچہ وہ حالت غیب میں کیوں نہ ہو اور اس کے قرب کے قصد سے جو کیفیات کہ دل میں پیدا ہوتی ہیں ان کے حصول کے لئے ایسا کرتا ہے تو وہ سجدۂ عبادت ہے جیسا کہ کافر بتوں کو کرتے ہیں۔

بعض مفسرین نے سجدۂ ملائکہ کو جو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا تھا اسے سجدۂ تعظیمی قرار دیا ہے۔ بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ وہاں سجدہ تو خدا کے لئے تھا آدم صرف قبلہ تھے، کچھ بھی ہو جب ملائکہ کو تعلیم اسماء کا حق ادا کرنے کی غرض سے حضرت آدمؑ کے لئے سجدۂ تحیۃ کا حکم دیا گیا تو تلامذہ اور مریدین کو بدرجۂ اولیٰ اپنے معلمین اور مرشدین کو سجدہ کرنے کا حکم ملنا چاہیئے اگرچہ کہ ہماری شریعت مطہرہ میں اسکی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے، لیکن استحباب باقی ہے۔

مولانا عبدالکریم گجراتی نے تفسیر کلانی میں جسکو انہوں نے تصوف کے رنگ میں لکھا ہے اس بحث کے

تحیت فرماتے ہیں' خلاصۂ کلام یہ ہے' ہم سے پہلے لوگوں کی شریعتیں ہمارے لئے اس وقت تک حجت ہیں جب تک کہ ہماری شریعت میں اس کا کوئی ناسخ نہ ہو سجدۂ تحیت حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں نص کتاب خروا لہ سجداً[ع] سے جائز تھا' لہٰذا ہماری شریعت میں بھی جائز ہونا چاہئے کیونکہ شریعتِ مطہرہ میں حدیث لو کنتُ[لہ] امراً لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد زوجھا ولکن لا ینبغی لبشر ان یسجد لغیر اللہ او کما قال سوائے اس خبر واحد کے کوئی اور اس کی ناسخ نہیں کیونکہ نص کتاب کی ناسخ خبر متواتر ہوتی ہے نہ کہ خبر واحد۔

سجدۂ تحیت سجدۂ عبادت کے ساتھ مشابہ ہونے اور لوگوں کے زمانۂ کفر کے ساتھ قریب ہونے اور نیز لوگوں کا غیر اللہ کی عبادت کے عادی ہونے کی وجہ اس وقت اس سے مطلقاً روک دیا گیا جیسا کہ شراب کی ممانعت کے ساتھ اس کے برتنوں سے بھی روک دیا گیا تھا۔ پھر اُن برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی گئی۔

قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیاری کاکی علیہ الرحمہ اور قدوۃ العارفین فرید الحق والدین سلطان المشائخ شیخ نظام الدین علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ اباحت پر مبنی ہو۔ بہرحال مسئلہ کی نوعیت دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ اکابر مجتہد ہیں یا مقلد کسی بھی حالت میں انہیں طعن و تشنیع نہیں کی جا سکتی کیونکہ مجتہد خطا کی صورت میں معذور ہے۔ مزید یہ کہ اس سے ایک اجر ضرور ملتا ہے اور مقلد مجتہد کی خطا پہ عمل کرنے کے باوجود معذور ہے۔

معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت کا جواز اجماع قطعی کے خلاف ہے لہٰذا مومن کو چاہئے کہ وہ اجماع کے خلاف عمل نہ کرے۔ اور مقدور بھر کوشش کرے کہ لوگ اجماع قطعی کے خلاف عمل نہ کریں۔

طوافِ غیر کعبہ

کعبۃ اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کے طواف کے متعلق اکابرین کے درمیان زمانۂ دراز سے اختلاف رائے پایا جاتا ہے بعض حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے تو بعض نے سختی کے ساتھ اس کو ناجائز و حرام ٹھہرایا ہے' ہر ایک کے نزدیک اپنی اپنی دلیلیں موجود ہیں جن کے ذریعہ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں فریقین کے دلائل کو پیش کیا گیا ہے تاکہ مسئلہ کے دونوں پہلو اچھی طرح واضح ہو جائیں۔

شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری جو اپنے وقت کے جید عالم اور فقیہہ و محدث تھے اپنی کتاب مناسک میں طوافِ غیر کعبہ سے متعلق کہتے ہیں کہ چاہیے وہ تین

ع ان کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے۔

لہ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو البتہ عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، لیکن کسی انسان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ کرے۔

مرتبہ ہو یا اس سے کم یا زیادہ مطلقاً حرام ہے۔

نہر الفائق جو فقہ کی ایک اہم کتاب ہے۔ اس میں طوافِ غیر کعبہ کو مکروہ تحریمی لکھا گیا ہے۔ اس کے برخلاف بعض فتاوٰی میں اس کے جواز پر دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ واضح رہے کہ اس اختلاف کو "مأتہ المسائل" کے اندر چونتیسویں سوال کے جواب میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ صاحب کتاب قمطراز ہیں: معتبر کتابوں کی روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طوافِ غیر کعبہ چاہے وہ قبر ہو، یا غیر قبر ناجائز و حرام ہے۔ بعض حضرات کا یہ کہنا کہ غیر کعبہ کے اطراف تین مرتبہ طواف کرنا جائز ہے غیر معتبر ہے، کیونکہ فقہائے کرام کا اپنا ایک اصول ایک قاعدہ ہے، ان کے نزدیک متن کی روایتیں شروح کی روایتوں سے زیادہ معتبر ہیں، اسی طرح شروحات کی روایتیں فتاوٰی کی روایتوں سے زیادہ اہمیت کے مالک ہیں۔

طوافِ غیر کعبہ کے عدم جواز سے متعلق شروحات کی کثیر روایتیں ہیں جو متون کا درجہ رکھتی ہیں اور جواز سے متعلق بعض فتاوٰی کی روایتیں ملتی ہیں۔ مذکورۃ الصدر قاعدے کے تحت جب بھی شروحات کی روایتیں اور فتاوٰی کی روایتیں باہم متصادم اور متعارض ہونگی تو ترجیح شروحات کی روایتوں کو دی جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ طوافِ غیر کعبہ ناجائز ہے۔

طوافِ کعبۃ اللہ سے شارع علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ اس کی ایک ایسی مخصوص قسم کی تعظیم ہو کہ اس طرح کی تعظیم کسی اور کی نہ ہو۔ جب غیر کعبہ کے لئے طواف جائز ہوگا تو کعبہ اور غیر کعبہ دونوں مساوی ہو جائینگے اور یہ بات شارع علیہ السلام کے مقصد کے خلاف ہوگی۔ لہٰذا جو روایتیں شارع علیہ السلام کے مقصد کے خلاف پائی جائینگی ان کو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

صاحب "زاد الآخرۃ" چوتھی فصل کے بارھویں باب میں فرماتے ہیں کہ قبروں کا طواف ممنوع اور حرام ہے کیونکہ یہ صرف خانۂ کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے، جو حج وعمرہ کے ارکان سے ہے اور یہ عبادت کی ایک ایسی قسم جو صرف حق جل وعلیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ لہٰذا بعض مشائخ کرام کا اپنی کتابوں میں اکابر و اولیاء اللہ کی مزارات کے طواف کو جائز قرار دینا خلاف تحقیق اور مبنی بر غفلت ہے۔ اس پر ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔

یہ تصویر کا ایک رُخ تھا جس کو ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب اس کے دوسرے رخ کا مطالعہ کیجئے، مثنوی کا شعر ہے ؎

گفت طوفی کن بگرد م ہفت بار
تا بہ بینی نورِ حق اندر بشر

بحر العلوم پہلے مصرع کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ جس طرح صورتِ انسانیہ میں اسماء و صفات کے ساتھ ذات کا ظہور ہوا ہے ایسا ہی صورتِ کعبہ میں بھی اس کا ظہور ہوا ہے اگرچہ دونوں میں ظہور مختلف ہیں۔

کیونکہ انسان میں یہ ظہور صفات کونیہ کے ساتھ ہوا ہے اس لئے انسان مظہر اتم ہے، برخلاف کعبۃ اللہ شریف کے اس لئے کہ اس میں تمام صفات منفعلہ کونیہ کا ظہور نہیں ہوا۔ اس میں ذات صرف اسماء وصفاتِ الٰہیہ کے ساتھ ظاہر ہوی ہے اور بس، چونکہ کعبۃ اللہ تجلی گاہ رب ہے، اس لئے قبلۂ عبادت قرار پایا، نہ کہ انسان۔ شاید اس وقت اس قطب میں نہ رب مشہود تھا نہ صفاتِ کونیہ۔

نیز بحر العلوم دوسرے مصرع کی شرح میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طواف کے وقت بشر میں خدا مشہود ہوتا ہے، لہٰذا وہ خدائے مشہود کا طواف ہے جیسا کہ عارفین کو کعبۃ اللہ کے طواف میں اللہ کا شہود ہوتا ہے، غرض طوافِ کعبہ طوافِ خدا ہے۔ واضح رہے کہ عارفین کعبۃ اللہ کے طواف میں جس کا مشاہدہ کرتے ہیں حضرت بایزیدؒ نے بشر میں اس کا مشاہدہ فرمایا۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ نے طواف بشر کے متعلق جو کچھ کہا ہے، اس سے اس بات کا احتمال ہے کہ وہ قول اخیر یعنی جواز پہ مبنی ہو جیسا کہ بعض فتاویٰ میں مذکور ہے۔

مدارج النبوہ جلد دوم صفحہ نمبر ۳۳۷ کی عبارت سے بھی قول اخیر کی تائید ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں روایت ہے، کہ ایکمرتبہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف ایک پیر سے گھومنے لگے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا اے جعفرؓ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ حضرت جعفرؓ نے عرض کیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ وہاں کے لوگ اپنے بادشاہوں سے ایسا ہی کرتے ہیں۔ نجاشی بادشاہ بھی جب کبھی کسی کو خوش کر دیتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور ان کے اطراف ایک پیر سے طواف کرنے لگتا۔ مذکورہ روایات سے بھی طواف غیر کعبہ کا ثبوت ملتا ہے۔ واضح ہو کہ دوران بحث ضعیف اور روایات مرجوحہ کو جو بیان کیا گیا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے، کہ ان کی اباحت بیان کرتے ہوئے غلو پہ دازوں کو ان مختلف فیہ مسائل میں اولیاء کرام کی شان میں جو طعن و تشنیع کرتے ہیں، اس سے روکا جائے اور انکی تذلیل سے منع کیا جائے فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا[۱] پہ عمل پیرا ہوتے ہوئے ان کی تضلیل سے باز رہیں کیونکہ وہ بھی اپنے پاس دلیل رکھتے ہیں اگرچہ کہ ضعیف کیوں نہ ہو۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی بھی مسئلہ میں افراط وتفریط سے محفوظ رکھے اور راہ اعتدال پہ گامزن ہونے کی نیک توفیق بخشے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] پس تمہارا رب بہتر جانتا ہے کہ تم میں سے کون ہدایت کے سیدھے راستے پر ہے۔

ایک اہم فتویٰ

ادارہ

آج سے تقریباً ستر سال قبل لکھنؤ سے جناب مولوی محمد حسن علوی صاحب نے اعلیحضرت بریلوی علیہ الرحمہ سے درج ذیل سوال کیا تھا۔ حضرت موصوف نے اس استفسار پر ایک مستقل رسالہ "بریق المنار بشموع المزار" سپرد قلم فرمایا۔ حضرت موصوف نے مذکورہ رسالہ کے اندر بہت سی عقلی اور نقلی دلیلوں کے ذریعہ مزارات پر روشنی کا مسئلہ واضح کیا ہے جسکی مختصر تلخیص ہدیۂ ناظرین اللطیف ہے

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزاراتِ اولیاء اللہ پر روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ مزارات اولیاء اللہ پر ناجائز ہے۔ کیوں کہ اس میں تعبد منظور ہوتا ہے اور روشنی اولیاء کرام کی مزارات کے ساتھ ہی خاص کیوں ہے کسی فاسق و فاجر کی قبر پہ روشنی کیوں نہیں کی جاتی ؟

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ سید عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب مستطاب "الحدیقۃ الندیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ" میں فرماتے ہیں قال الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر من مسائل متفرقۃ :- اخراج الشموع الی القبور بدعۃ و اتلاف مال کذا فی البزازیہ وھذا کلہ اذا خلا عن فائدۃ" واما اذا کان موضع القبور مسجداً او علی طریق الخ

یعنے والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ "درر و غرر" میں فتاوی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کے پاس شمعیں روشن کرنا اس وقت میں بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہوگا جبکہ بالکل فائدہ سے خالی ہو۔ اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو جیسے موضع قبور میں مسجد واقع ہے، یا قبور سرِ راہ ہیں، یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے، یا کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا مزار ہے تو ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لئے وہاں چراغاں روشن کریں، تاکہ اس روشنی سے لوگ جانیں گے، یہ ولی کا مزار ہے اور اس سے تبرک حاصل کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں تاکہ ان کی دعا مقبول ہو تو یہ امر جائز ہے، اس سے اصلا ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پھر فرماتے ہیں روی ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ لعن زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ اس حدیث سے بھی مراد یہی ہے کہ اگر کوئی فائدہ قبور پر شمعیں روشن کرنے سے حاصل ہو تو ممانعت نہیں۔

علامہ قدس سرہٗ . زید کے اس سوال کا کہ بزرگوں کی قبروں پر روشنی کیوں کرتے ہو کسی فاسق و فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے؟ اس پر لکھتے ہیں تعظیما للروحہ المشرقۃ علی تراب جدہ الخ یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک و توسل کرو کہ تمہاری دعا مستجاب ہوجائے۔

علامہ قدس سرہٗ نے زید کے توہم و تعبد کا بھی رد کردیا کہ تعظیما للروحہ معاذ اللہ یہ ان کی عبادت نہیں بلکہ اُن کے روح پاک کی تعظیم ہے اور اگر ہر تعظیم عبادت ہی ہوجائے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم تو نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ قال اللہ تبارک تعالیٰ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ اے لوگو! ہم نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

عالم مدینہ طیبہ امام اجل سید ابو الحسن علی نور الدین بن عبد اللہ سمہودی مدنی قدس سرہٗ کتاب مستطاب "خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کے باب رابع میں روضۂ اقدس کے تزک و احتشام و شیشہ آلات و سامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی۔ حاصل یہ کہ روضۂ انور کا سامان روشنی سونے اور چاندی کی قندیلیں اور ان کے مثل دیگر قیمتی چیزیں روضۂ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں، مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ ان کی ابتدا کب سے ہے، ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن نجار متوفی ۶۴۲ھ نے اپنی کتاب "الدرۃ الثمینہ" فی اخبار المدینہ" میں فرمایا ہے کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے ہیں جو دیوار قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے۔ جب زائرین مواجہہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کھڑے ہوں، ان کے سروں پر بیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے کہ ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی اور روضۂ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ جو اس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر محمد بن فلادون نے اُسے اپنے ہاتھ سے لٹکایا۔ انتہیٰ ملتقطاً۔ اب پھر عبارات سابقہ

خلاصۃ الوفاء کی طرف رجوع کیجئے اور وہ سنئے جو
امام ممدوح سیدی نورالدین سمہودی اس عبارت کے
اثناء میں اس جاں فزا روشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں
وہ عبارت یہ ہے وقد الف السبکی تالیفاً سماہ
"تنزیل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ" وذھب
فیہ الی جوازھا وصحۃ وقفھا وعدم جواز
صرف شیئ منھا لعمارۃ المسجد۔

بیشک امام اجل تقی الملت والدین علی بن
عبدالکافی متوفی ۷۵۶ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص
اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام
تنزیل السکینۃ علی قنادیل مدینہ رکھا
اور اس کتاب میں ان کا جائز ہونا اور ان کا وقف صحیح
ہونا بیان فرمایا اور یہ کہ اس کو مسجد کی عمارت میں صرف
کرنا جائز نہیں۔

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامۂ ناس پر
روشنی جبکہ خارج سے کوئی مصلحت مذکورہ مصالح سے نہ ہو
تو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع ہے، اور
فقہا اسی علت اسراف کی وجہ سے منع فرماتے ہیں اور اگر
زینت قبر مطلوب ہو تو بھی اسراف ہے۔ کیونکہ قبر محل زینت
نہیں ہے اور مزارات محبوبان الٰہ میں بھی اگر زینت قبر
یا تعظیم نفس قبر ہو تو یہاں بھی وہی ممانعت رہیگی، کیونکہ
یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں اور اگر ان کی روح کریم کی
تعظیم وتکریم مقصود ہے تو اب اسراف نہیں۔ نیت صالح
موجود ہے اور یہاں تعظیم قبر نہیں بلکہ تعظیم روح
محبوب جو شرعاً بلاشبہ مطلوب اور محمود ہے۔ امام اجل
تقی الدین سبکی و امام نورالدین سمہودی و امام عبدالغنی
نابلسی رحمہم اللہ تعالیٰ اس کو جائز بتاتے ہیں۔ اور کسی
کے قلب پر حکم لگانا کہ اس چیز سے تعظیم قبر ہی مقصود
ہے تعظیم روح ولی نہیں محض یہ بدگمانی ہے جو شرعاً
ناپسندیدہ فعل ہے تعظیم روح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا
سخت جہالت ہے۔ علامہ نے شبہ تعظیم قبر کا یہ جواب دیا
ہے کہ تعظیم خشت وگل نہیں بلکہ روح محبوب کی تعظیم
ہے جو بلاشبہ محمود ہے اور اعمال کا دار ومدار نیت پر ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ مسند شریف میں بسند حسن
روایت فرماتے ہیں کہ مروان نے اپنے زمانۂ تسلط میں
ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے ان کی گردن
پکڑ کر کہا تم جانتے ہو کیا کر رہے ہو۔ اس پر ان صاحب
نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ہاں میں سنگ وگل
کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں۔ میں
اینٹ اور پتھر کے پاس نہ آیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دین پر آنسو نہ بہاؤ،
جب تک اس کا والی اور امام اہل ہو۔ ہاں! اس وقت
دین پر آنسو بہانا جبکہ نااہل دین کے والی ہوں۔ یہ مزار انور
پر سر جھکائے ہوئے بزرگ صحابی رسول حضرت سیدنا ابوایوب

کتنے انمول ہیں یہ موتی

از سید منیر محی الدین نندوری
زیرِ سایہ دارالعلوم لطیفیہ مکانِ حضرت قطبِ ویلور

اسلامی زندگی میں اخلاقیات کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ خود اسلام نے اپنے پیغمبر کی شان میں اتنے اونچے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ کوئی آسمانی کتاب اپنے پیغمبر کی شان میں ایسا نہ کہہ سکی اور شارع اسلام نے بھی اخلاق سطح کو اتنا اونچا کر دیا کہ اپنی بعثت کا مقصد تکمیل اخلاق قرار دیا۔ لہٰذا ایک پاک صاف اور صالح زندگی کے لئے اخلاق کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ صحت کے لئے پاک صاف ہوا کی ضرورت ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں "خلق" نفس کی ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے فکر اور توجہ کے بغیر نفس سے اعمال صادر ہو سکیں، اگر یہ کیفیت اس انداز سے قائم ہے کہ اس سے عقل و شرع کی نظر میں اعمالِ حسنہ کا صدور ہو تو اس کا نام "خلق حسن" ہے اور اگر اس سے برے افعال کا صدور ہو تو اس کو "خلق سئی" یعنے بد اخلاقی کہتے ہیں ۔۔۔ خلق کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو حلال و حرام کا جن اعمال کی بنا پر مکلف بنایا ہے وہ اعمال ہیں جن کی تحریک ان کیفیات کے ذریعہ ہوتی ہے جو عالم آخرت میں نفس کے لئے مفید یا مضر ثابت ہوں گی۔ اس کے علاوہ آپ نے خلق کی غرض و غایت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ اخلاق کی غرض و غایت سعادتِ حقیقی کے حصول کو قرار دیا جاتا ہے، اور اسکی رسائی سعادت کی آخری اور انتہائی درجہ تک ہوتی ہے۔ اور "سعادت" ایسی کیفیت کا نام ہے جو انسان کے اندر بہت بڑا کمال پوشیدہ رکھتی ہے اور اسی کمال کو سعادت حقیقی کہتے ہیں۔ دراصل انسان کا قوت بہیمیہ کا نفس ناطقہ کے اور خواہشات نفس کا عقل کامل کے زیر ہو جانا "سعادت" کہلاتا ہے۔ اور سعادت حقیقی عبادتِ الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی"۔

یہی وجہ ہے کہ نبیؐ کریم، صحابۂ کرام اور دیگر صلحاء کے دامن اخلاق کے موتیوں سے بھرے ہوے تھے۔ تاریخ کا عظیم واقعہ ہے، ایک آقا نے اپنے خادم کو تکلیف دینا تو درکنار کسی کام پہ یہ نہ کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دس سال میں نے حضور کی خدمت کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ کبھی آپ نے اُف تک نہیں کہا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ چند لٹیروں نے انہیں اپنے قبضہ میں

لے کر مکہ میں فروخت کر دیا تھا۔ اتفاق سے یہ حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت خدیجہؓ کو جب معلوم ہوا کہ یہ حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام ہیں تو انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ حضرت زید کے باپ بیٹے کی جدائی میں بہت غمزدہ تھے تلاش وجستجو کرتے ہوے دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے بیٹے کی جدائی مجھ پر شاق گذر رہی ہے۔ اس کے فراق میں دل ہمیشہ مغموم ومحزون رہتا ہے آپؐ سے عاجزانہ گذارش ہے کہ آپؐ اپنی شفقتِ بے پایاں سے زید کو آزاد کر دیں، جو بھی معاوضہ ہو میں ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔

حضورؐ کو بھی زید سے بے پناہ محبت تھی۔ جوں ہی کلمات سُنے تو فرمایا میں زید کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا ہوں اگر وہ گھر جانا چاہیں تو بخوشی جاسکتے ہیں۔ حضرت زیدؓ کو دربارِ رسالت کا نازونعم اور شفقت وہمدردی یاد آنے لگی۔ حضورؐ نے آپ کو ایک شفیق باپ کا پیار بھی دیا، آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور اپنے والد سے عرض کرنے لگے، میں اس آغوشِ رحمت سے جدا نہیں ہوسکتا۔ یہ تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، جو ہر انسان آپ کو اپنے والدین سے کہیں زیادہ شفیق و مہربان پاتا تھا۔

مکہ مکرمہ میں شدید قحط سالی آچکی تھی اور لوگ بھوک اور فاقہ سے نڈھال ہوچکے تھے اور بھوک کی تاب نہ لاتے ہوے مردار ہڈیوں کا استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور انسانیت جاں بلب تھی۔ لیکن حضرت ابو سفیان بن حرب حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں آپ کی مخالفت ہمیشہ سے کرتے آرہا ہوں اور آپ کا جانی دشمن ہوں، اور میں یہ بھی اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کی ذاتِ گرامی منبع فیوضات ہے اور میری دشمنی سے کہیں زیادہ وسیع وبلند تر ہے۔ لہٰذا میں آپ سے عاجزانہ گذارش کرتا ہوں، آپ ہماری طرف سے ظاہر ہونے والی عداوت کو نظر انداز فرماتے ہوے خدا سے دُعا فرمائیں کہ بارش ہوجائے۔ سرکار کے حسن اخلاق اور اعلیٰ کردار کو دیکھئے، تڑپتی ہوئی انسانیت کو دیکھ کر دشمن کے لرزہ خیز مظالم ذہن سے کافور ہوگئے اور دریائے رحمت میں لہریں اٹھنے لگیں اور ہاتھ بارگاہِ ایزدی میں بلند ہوئے فوراً بارش ہونے لگی، چاروں طرف لوگوں میں مسرت وخوشی کی لہریں دوڑ گئیں۔ یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ جو ساری دنیا کے لئے عبرت ونصیحت ہے کہ انسان دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرے۔

صفوان اور عمیر دونوں مکہ کی ایک پہاڑی پر مشورہ کرنے لگے کہ کسی نہ کسی طریقہ سے (نعوذ باللہ) محمدؐ کو قتل کر دیا جائے۔ عمیر کہنے لگا اگر مجھ پر قرضداری اور کنبہ پروری کا بوجھ نہ ہوتا تو فوراً میں اس کام کو انجام دیتا۔ اس پر صفوان نے دونوں باتوں کی ذمہ داری لی اور اس کو اس کام کے لئے بڑھا دیا۔ عمیر اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی کے قریب

اونٹ سے اُترنے لگا تو حضرت عمرؓ کی نظریں اس پر پڑ گئیں اور حضور علیہ السلام کو اس کی خبر دے دی گئی۔ عمیر کو دربارِ رسالتؐ میں طلب کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے عمیر سے سوال کیا کہ تم کس ارادے سے یہاں آئے ہو۔ عمیر کہنے لگا میں اپنے بیٹے کی خیریت دریافت کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس ارادے سے نہیں آئے ہو کہ محمد کو قتل کر دیں۔ تمہارے اور صفوان کے درمیان میرے قتل کے بارے میں مشورہ نہیں ہوا اور صفوان نے تمہاری قرضداری و کنبہ پروری کا بوجھ اپنے ذمہ نہیں لیا؟ جب عمیر نے ان باتوں کو سنا تو کچھ دیر کے لئے تصویر حیرت بنا رہا۔ لیکن حضورؐ نے اس کے ساتھ کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی۔ اس وسعت اخلاق نے اس کو آپ کے قدموں میں گرنے پر مجبور کر دیا۔ اور قوموں کی خاک نے وہ اثر کیا کہ دل کی گرہ کھل گئی اور ہدایت کا نور اس کی گہرائیوں تک پہنچتا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے دشمن کو پچھاڑ کر اس کے سینہ پر سوار ہو گئے اور آپ چاہتے تھے کہ اس کا سر قلم کر دیں لیکن اچانک دشمن اسلام نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا آپ فوراً اس کے سینہ پر سے اتر گئے۔ دشمن کھڑا ہو گیا اور حیرت سے پوچھنے لگا' اے علیؓ تم نے قبضہ پانے کے بعد کیوں چھوڑ دیا۔ چند ہی لمحوں میں تم میرا کام تمام کر دے سکتے تھے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہ قتل اپنے نفس کی خاطر نہ ہو جائے میں تو صرف خدا کی راہ میں اسکی رضا جوئی کے لئے تجھے قتل کرنا چاہتا تھا تیرے تھوک دینے کے بعد اگر میں تجھ کو قتل کر دیتا تو اس میں میری غرض اور نفس کا بھی دخل ہوتا میں نہیں چاہتا کہ اخلاص و للہیت کا چہرہ داغدار ہو جائے۔

حضرت احنفؓ سے سوال کیا گیا کہ یہ "حسن اخلاق" آپ نے کہاں سے سیکھا؟ حضرت احنفؓ نے جواب دیا قیس بن عاصم المنقری سے اس کے بعد فرمایا قیس بن عاصم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے، قریب ہی آپ کا لڑکا بھی تھا' باندی بھنے ہوئے گوشت کی گرم گرم دیگچی لئے جا رہی تھی' اچانک وہ دیگچی آپ کے لڑکے پر گر پڑی اور فوراً بچہ اسی وقت اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اس عظیم غلطی پر لونڈی سر سے پیر تک کانپنے لگی، ڈر اور خوف کے مارے اس کا دم گھٹنے لگا۔ لیکن قیس نے جب اسکی یہ حالت دیکھی تو کہا گھبرانے کی بات نہیں۔ میں تو تجھے آج آزاد کئے دیتا ہوں۔ مجرم کو اس کی غلطی پر سرزنش تو دور کی بات ہے۔ اس کے ساتھ سلوک و احسان کا یہ عالم کہ اس کو رہا کر دیا گیا۔

ایک روز حضرت حسین رضی اللہ عنہ' دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تناول فرما رہے تھے اچانک لونڈی کے ہاتھ سے گلاس دسترخوان پر گرتے ہی فوراً پھوٹ گیا۔ آپ نے کنیز کی طرف غصہ سے دیکھا۔ کنیز لرزتے ہوئے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی، والکاظمین الغیظ پرہیزگار وہ ہیں جو غصہ کے وقت اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کظمت غیظی میں نے اپنے غصہ کو پی لیا۔ کنیز نے

آیت کا دوسرا حصہ پڑھا والعافین عن الناس اور
ان کی صفت یہ ہے کہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ آپ نے
فرمایا عفوت عنک میں نے تجھے معاف کر دیا۔ کنیز نے
پھر کہا واللہ یحب المحسنین اللہ احسان کرنے والوں کو
دوست رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے اللہ کی راہ
میں آزاد کر دیا۔ نفس حسینؓ نے دنیا کو ایک عظیم سبق
سکھلایا کہ غصہ و طیش کی حالت میں عفو و درگذر سے
کام لینا چاہیئے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے گھاس پھوس کا ایک چھوٹا
سا مکان بنوایا تھا۔ جب یہ حالت لوگوں نے دیکھی تو کسی
نے عرض کیا آپ پختہ و مضبوط گھر کیوں نہیں بنوا لیتے۔ حضرت
نوح علیہ السلام نے فرمایا' دنیا سے آخرت کا سفر کرنے والے
کے لئے یہی بہت زیادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حقیقت
صرف سایہ دار مقام جیسی ہے' جو کچھ دیر کے لئے مسافر آرام
لے رہا ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں یہودی گستاخی
اور بے ادبی کیا کرتے تھے لیکن آپ ہمیشہ ان کے ساتھ حسن اخلاق
سے پیش آتے۔ لوگوں کو تعجب ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام
سے پوچھا' یہودی اسقدر آپکے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں'
لیکن آپ کیوں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں'
اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' آدمی دوسروں
کو وہی چیز دیتا ہے' جو اس کے پاس ہو۔ کتنی میٹھی نصیحت
ہے کہ انسان تو وہ ہے جو دشمن کو بھی پیار کرے۔

شمس العلماء حضرت مولانا رکن الدین شاہ محمد
قادری علیہ الرحمہ بڑے اونچے اخلاق اور بلند سیرت و کردار کے
مالک تھے۔ آپکے اندر حلم و بردباری اور جود و سخا کا مادہ
بہت تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ پر سکرات
کا عالم طاری ہو گیا۔ اسی وقت مولوی نظام الدین فقیہہ
مدراس آپ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت
آپ اپنی والدہ ماجدہ کے قریب تشریف فرما تھے۔ مولوی
محمد قاسم صاحب آمبوری سے فرمایا جاؤ فقیہہ صاحب کو بیٹھنے
کے لئے کہو میں ابھی آرہا ہوں۔ مولوی قاسم صاحب ان کے
پاس گئے اور بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر آپ لباس تبدیل فرما
کر فقیہہ صاحب سے بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ فرمایا اور
جب فقیہہ صاحب نے آپ سے سوال کیا کہ آپکی والدہ ماجدہ
صاحبہ کا حال کیسا ہے' آپ نے برجستہ فرمایا سکرات کا
عالم طاری ہے' اتنا کہنا ہی تھا کہ فقیہہ صاحب کی زبان سے
بے ساختہ نکلا یا شیخ انت جبال الحلم یہ تھا
بزرگوں کا طرز و طریقۂ زندگی کہ غم میں بھی اخلاق
کا دامن نہیں چھوٹتا تھا۔

واقعات کی کمی نہیں' ہمارے اسلاف کے
دامن اخلاق و کردار کے موتیوں سے بھرے پڑے ہیں۔
ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم ان موتیوں کو آویزش
گوش بنالیں ——— اللھم اجعلنا منا

انمول جواہر

از
کے۔ محمد سراج الدین تونسم
زمرۂ ثانیہ
متعلم دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور ۱

اَلْاِنْصَافُ رَاحَةٌ
عدل و انصاف کا قیام راحت وسکون کا باعث ہے۔

مَنْ جَدَّ وَجَدَ
کوشش کرنے والا ہی مقصود ومراد کو پالیتا ہے

اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ
صبر وسعت وکشادگی کی کنجی ہے۔

اَلْقَرْضُ مِقْرَاضُ الْمُحَبَّةِ
قرض محبت والفت اور تعلقات کے لئے قینچی ہے۔

اٰفَةُ الْعِلْمِ النِّسْيَانُ
نسیان علم کے لئے ایک عظیم آفت ہے۔

ثَمَرَةُ الْعُجْلَةِ النَّدَامَةُ
کاموں میں عجلت پسندی ندامت کا باعث ہوتی ہے۔

اَلْحِرْصُ مِفْتَاحُ الذُّلِّ
حرص وطمع رسوائی اور ذلت کی کنجی ہے۔

مَنْ طَمَعَ فِي الْكُلِّ فَاتَهُ الْكُلُّ
کل کی طلب گویا کل کو فوت کرنا ہے۔

اَلْقَنَاعَةُ مِفْتَاحُ الرَّاحَةِ
قناعت راحت وآرام کی کنجی ہے۔

مَنْ لَمْ يَقْنَعْ لَمْ يَشْبَعْ
جو شخص قناعت نہیں کرتا وہ کبھی سیر نہیں ہوتا۔

سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ
قوم کا خدمت گار ہی اس کا سردار ہے۔

مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ
جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا وہ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے محروم رہتا ہے۔

اِرْحَمْ مَنْ دُوْنَكَ يَرْحَمْكَ مَنْ فَوْقَكَ
تم اپنے سے چھوٹوں پر رحم کرو، تم سے بڑے تم پر رحم کریں گے۔

اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ
نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت قبول کرلے۔

اَلصِّدْقُ يُنْجِيْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ
سچائی انسان کو نجات دیتی ہے اور جھوٹ انسان کو ہلاک کردیتا ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ
جو خدائے تعالیٰ کے لئے عجز وانکساری کا مظاہرہ کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو بلند درجات نصیب فرماتے ہیں۔

مَنْ مَنَّ بِمَعْرُوْفِهٖ اَفْسَدَهٗ
جس شخص نے جتلایا گویا اس نے اپنے احسان کو ضائع کردیا۔

اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ
بھلائی کر جیسے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔

اَللّٰهُ غَنِيٌّ وَكُلُّنَا فُقَرَاءُ بَابِهٖ
اللہ تعالیٰ غنی ہے اور ہم تمام اس کے در کے فقیر ہیں۔

اُطْلُبْ عِلْمًا مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ
جھولے سے لیکر قبر تک علم حاصل کرو

عَالِمٌ بِلَا عَمَلٍ كَسَحَابٍ بِلَا مَطَرٍ۔
عالم بے عمل کی مثال اس ابر کی طرح ہے جو برستا نہیں۔

بسمہ سبحانہ

هنيألك أيها الحادي

انتخبت من "الديوان الشريف" الذي تحفتي سماحة الشيخ عبدالله بن الشيخ هزيم البحريني تذكار المصاحبة الويلور الطريفيه - هذه القصيدة الغراء التى اظهر فيها الشاعر النحرير انطباعاته وخيالاته على معراج سيد الكونين والثقلين وجامعية كماله صلى الله عليه وسلم فداه ابى وامى

حافظ بشير الحق قريشي (افضل العلماء - جامعہ مدراس معتز)

الاستاذ بالكلية اللطيفية العربية حضرت مكان

ويلور - ولايت تامل نادو

يارب صلى على الحبيب محمد

خير الورى ومن اهتدى بهداكا

اے خدا - انسانیت کے عظیم اور بہترین قائد محمد عربی پہ گلہائے رحمت وسلام نچھاور فرما - اور ان لوگوں پر بھی رحمت وبرکت نازل فرما، جنہیں تیری طرف سے سرمایۂ ہدایت ملا -

يا غاديا نحو الحبيب عساك

تقرا السلام اذا وصلت هناك

صبح سویرے دیارِ حبیب کا رخ کرنے والے اے خوش نصیب ! جب تجھے مدینہ کی پُربہار اور کیف آور فضا میں سانس لینا نصیب ہو جائے تو بارگاہِ رسالت میں میرا بھی نذرانۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا -

وعساك تجري ذكر مثلي عنده

فهو الشفاء لدا أنا ولداكا

اے کوئے حبیب کی طرف جانے والے ! حضور پُرنور کی خدمت میں پہنچکر مجھ بیمار کی فریاد سنا دینا کیونکہ سرورِ کائنات ہم بیمارِ دل کے حق میں مسیحا ہیں -

وقل السلام علیك یا خیر الوریٰ
من شیق طول المدیٰ یھواکا

اے سوئے مدینہ جانیوالے خوش قسمت! حضور اکرمؐ کی خدمت اقدس میں اس گناہگار کا نذرانہ سلام پیش کرنا جو مدت مدید سے حضور کی زیارت کا مشتاق اور آرزومند ہے۔

انت الذی لولاك ما سرت الصبا
کلا ولا عرف الھدیٰ لولاکا

اے مقصود کائنات! اگر آپ کی ذات اقدسؐ نہ ہوتی تو یہ باد نسیم کے جھونکے نہ ہوتے اور اس کائنات میں ہر طرف کفر و ضلالت کی آندھیاں چلتی رہتیں۔

لولاك ما غفرت لآدم زلۃ
لما التجا فی وقتہ لحماکا

اگر حضرت آدم آپ کے وسیلہ سے دعا نہ فرماتے تو ان کی دعا ہرگز قبولیت سے مشرف نہ ہوتی۔

لولاك ما رفعت لیونس رتبۃ
لما نجا من حوتہ بھواکا

یہ آپ ہی کے فیضان کا اثر تھا کہ حضرت یونس کو حیاتِ نو نصیب ہوی جبکہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں خداوند قدوس سے مناجات کی۔

لولاك ما کان ابن عمران ارتقی
طور الخطاب ونال من نجواکا

اگر آپ کا فیض نہ ہوتا تو حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر نہیں چڑھتے اور مناجاتِ خداوندی کے عظیم شرف سے محروم رہتے۔

ولقد سریت الی المھیمن لیلۃ
واللہ ما احد سری مسراکا

آپ یکبارات وصال حبیب کی تمنا میں اپنے رب کی طرف چلے، خدا کی قسم جمیع مخلوقات میں آپ کے علاوہ کسی کو اتنا اونچا مقام نہیں مل سکا کہ وہ قرب خداوندی اور خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا ہو۔

بالجسم کان سراك لا عن دیبۃ
وتکلمت فی ملکہ عیناکا

آپ بلا شبہ روح و جسم کے ساتھ آسمانوں کی سیر کیلئے تشریف لے گئے اور اپنی جسمانی آنکھوں سے سلطنتِ خداوندی کا مشاہدہ اور معائنہ کیا۔

وطلبت تخلع نعل رجلك هيبة
فأتي الندا الا تخلعن نعلاكا

آپ نے خالق ارض وسماوات کی وسیع الشان اور فقید المثال سلطنت کی شان وشوکت اور اسکی حاکمیت مطلقہ سے متاثر ہو کر عرش پر اپنے جوتے اتارنا چاہا تو اسی وقت ندا آئی کہ اے محبوب اپنے جوتے پہن کر ہی تشریف لائیے۔

ورقيت تخترق السموات العلى
متواصلا حتى بلغت مناكا

شب معراج میں آپ تمام آسمانوں اور دیگر عجیب وغریب اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہوئے منزل مقصود (رب کا مشاہدہ اور مناجات) کو پالئے۔

ناداك جبرئيل الامين مخاطبا
لك بالكرامة عن رضا مولاكا

حضرت جبرئیل نے عزت واحترام اور ادب کے ساتھ آپ کی خدمت میں خدا کی خوشنودی اور اسکی رضامندی کا پیغام پیش کیا۔

ان كان ادم صفوة من خلقه
فقد اصطفاك لحبه وهداكا

اللہ تعالیٰ نے اگر حضرت آدم کو مخلوقات میں برگزیدہ نبی قرار دیا تو آپ کو اپنی محبت اور ہدایت لیئے چن لیا حضرت آدم صفی اللہ ہیں تو یہ آپ حبیب اللہ ہیں۔

او كان نوح قد نجا بسفينه
فمن العدا في الغار قد نجاكا

اگر حضرت نوح نے کشتی کے ذریعہ نجات پائی ہے تو آپ بھی دشمنوں سے غار ثور میں نجات پا چکے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نوازشات، اور عنایات میں آپ بھی کسی نبی سے پیچھے نہیں ہیں۔

او كان ابراهيم اعطى خلة
فقد اجتباك الله اذ ناداكا

اگر حضرت ابراہیم کو خلیل کا مقام ملا ہے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مناجات کے لئے خاص کیا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں تو آپ حبیب اللہ، مصطفےٰ اور مجتبیٰ ہیں۔

او كان اسماعيل جاء له الفدا
من ربه فكما فداه فداكا

اگر خدائے تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کیلئے فدیہ دیا ہے تو آپ کے لئے بھی فدیہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانگی تھی کہ اگر مجھے لڑکا پیدا ہو جائے تو اس کو کعبۃ اللہ میں ذبح کروں گا۔ حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ لوگوں نے عبدالمطلب سے کہا عبداللہ کی پیشانی میں ایک نور چمک رہا ہے لہٰذا ان کو ذبح نہ کیا جائے۔ اس پر عبدالمطلب نے نذر کی تکمیل کے لئے ایک سو اونٹ ذبح کیا تھا۔ چنانچہ شاعر اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے: ــــ

او کان موسیٰ للالہ مناجیا
فبلیلۃ المعراج قد ناجاکا

اگر حضرت موسیٰ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے خدا سے مناجات کی تو آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ شب معراج میں خدا نے آپ سے مناجات کی۔

او کان عیسیٰ نال قبلك رتبۃ
فمراتب المجموع قد اعطاکا

آپ سے پہلے اگر حضرت عیسیٰ کو عظیم رتبہ عطا کیا گیا ہے تو آپ کی ذاتِ اقدس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان تمام انبیائے کرام کے جمیع مراتب اور فضائل و کمالات کو جمع فرمایا بمصداق آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

قد نلت بالمعراج کل فضیلۃ
و رأیت جبار السما ورآکا

شب معراج میں آپ نے ہر فضیلت کو پا لیا اور بغیر کسی خوف و ہراسانی کے انتہائی فرح و سرور کے ساتھ آپ نے ذاتِ رب کا مشاہدہ کیا بمصداق: تو عین ذات می نگری در تبسمی۔

فعلیك یا خیر الانام تحیۃ
تأتیك بالاقبال من مولاکا

بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف صبح و شام آپ پر مقبول و مستجاب صلوٰۃ و سلام کی بارش ہوتی رہے۔

جولة في الملة المسيحية

السيد محمد برهان الدين العنطري القادري
الأستاذ بالكلية اللطيفية الويبيت حضرت مكان ويلور

والحقيقة التي ليس وراءها هبوة ولا غبار- ان الملة الاسلامية كانت في كل دور وفي كل عصر عرضة لسهام الفساد وهدفا لرسية الحساد- واشد الفساد على الملة المحمدية البيضاء فساد المسيحيين فانهم تشذروا قد امها بين طعان وطناز وتفرقوا بين عياب وهزال- وحلقوا اليها بعيون الازدراء والاحتقار وتعوا خلالها فسادا وانشوا اظفار السباع عليها عنادا ولو كشفوا القناع والخمار عن وجوه ملتهم ورفعوا الجلباب والبراقع عن بنية دياناتهم لحصحصت الحقيقة واتضحت ملتهم كاسدة في مكتل نافقة فان كتبهم الموجودة عند بطارقتهم واسفارهم المكنونة عند مطرانهم واناجيلهم المجلة بمنة اساقفتهم يخالف بعضها بعضا وينازع طرفها طرفا ولو كانت كلام الله لما وجدوا فيها الاختلاف طرفا وظرفا-

والملة الاسلامية الغراء منزهة عن هذه الاباطيل والقرآن الكريم مقدس عن هذه الخزعبلات لا كالاناجيل فلا غرو ان الشيئ اذا كان نفيسا مرغوبا فيه كان عزيزا محسودا-

فأردت الآن ان أجول في الملة المسيحية بحثا وتنقيدا لكي يتفطن القراء ان دلائل المسيحيين وبراهينهم لا تنتج ولا تجدي لهم نفعا بل تعود عليهم وبالا وضرا فيا حسرتا على من يفتش عيوب الغير قبل تفتيش عيوبه

السيد برهان الدين قادري عنطري عفي عنه

مناظرة التوحيد والتثليث

والحقيقة الواقعة التى لانزاع فيها لاحد من اهل الديانة السماويه - ان التوحيد هو اساس كل ملة لم يتطرق اليها انحراف ولا اعوجاج، و اصل كل شريعة هى للامة شرعة ومنهاج - والملة المسيحية لاتنفرد عن هذه الحقيقة ولقد كانت الديانة النصرانية منزهة سمحاء خالصة عن شوائب التثليث فى القرن الثلثة التى تلت الى المسيح عيسىٰ عليه السلام ولم توجد عقيدة التثليث الشنيعة الابعد مادخل عباد الاوثان من الرومان واليونان فى الملة المسيحية فجاوا بهذه العقيدة القبيحة المتشربة فى نفوسهم البشيعة ثم اشاعوها واذاعوها بين ابناء الملة المسيحية السمحة - واصبحت وانقلبت هذه العقيدة التثليثة اصل معتقداتهم واساس عقائدهم وكيف لا والمجامع الكنيسية والمحافل الاجتماعية كان اكثر حضارها هم الرومان واليونان وكانت لهم السيطرة والسطوة على الديانة النصرانية فى تلك الايام -

فقرروا وسجلوا بساطنة الامبراطور قسطنطين الكبير وقوته وصولته هذه العقيدة فى مجامعهم ودفاترهم ثم تسلسلت عقيدة التثليث نسلا بعد نسل وجيلا بعد جيل واعتنقوا هذه العقيدة واعتقدوا بانها حق بحت حقيق بالاتباع مع ان جميع الكتب السماوية تأباها حتى الانجيل

وقد اعلنت دائرة المعارف الافرنسية للقرن التاسع عشر فى موضوع التوحيد والتثليث "عقيدة التثليث وان لم تكن موجودة فى كتب العهد الجديد (انجيل) ولا اعمال اباء الرسوليين ولا عند تلاميذهم الاقربين - الا ان الكنيسة كاثولكية والمذهب البروتستانتى التقليدى يدعيان ان عقيدة التثليث كانت مقبولة عند المسيحيين فى كل زمان - وان تلاميذ المسيح الاولين الذين عرفوا المسيح وسمعوا قوله كانوا بعد الناس عن الاعتقاد بانه احد الاركان الثلاثة المكونة لذات الخالق - وما كان بطرس تلميذ المسيح يعتبر المسيح اكثر من رجل يوحى اليه من عند الله - اما بولس فانه خالف عقيدة التلاميذ الاقربين لعيسى عليه السلام وقال ان المسيح ارقى من انسان وهو نموذج انسان جديد اى عقل سام متولد من الله وجميع الفرق النصرانية التى تكونت من اليهود اعتقدة بان عيسىٰ انسان بحت" - ولعل القراء تفطنوا وفهموا

من عبارۃ دائرۃ المعارف الافرنسیۃ ان عقیدۃ التثلیث ما کانت موجودۃ ولا مقبولۃ عند تلامیذ المسیح الحواریین ولا عند المقربین لھم زمانا بل ھی عقیدۃ نبتت من الاعداء الذین تلبسو بلباس الاعوان فان بولس الذی خالف عقیدۃ التلامیذ الاقربین ما کان من تلامیذہ علیہ السّلام بل التحق بھم بعد مدۃ مع انہ کان فی اول حیاتہ من اشد اعداء المسیحیۃ ثم اعتنقھا فجأۃ۔

وکانت الکنائس فی اول القرن الرابع متوزعۃ ومنقسمۃ بین حزبین و طائفتین احدھما یقر بالوھیۃ المسیح علیہ السلام والآخر ینکرھا وفی سنۃ ثلثمأۃ و اثنی عشرۃ میلادیۃ ظھر القسّ آریوس اسقف ینقومیذیۃ" فقال ان المسیح لیس الٰہ فمال الیہ واعانہ علیہ جمھور الاساقفۃ والکھنۃ۔ فلما رأی الاسکندروس اسقف الاسکندریۃ ان الحالۃ قد تشعبت وتشعبت الآراء والاقوال بمن اعتنقوا المسیحیۃ استدعی بعض الاساقفہ وجمعوا مجمعا والفوا محفلا وقردوا ان مذھب آریوس الذی ینکر الٰھیۃ عیسی باطل لا یجوز لاحد ان لیسیع مذھبہ ومنعہ اسکندروس ان یدخل فی الکنائس واعلن ان ایمانہ فاسد وکتب بذلک الی سائر الاساقفۃ فحینما وصلت ھذہ الکیفیۃ والقرارات المنظورۃ فی ندوۃ الاسکندروس الی آریوس تالھبت ام دماغہ واضطرمت نیران غضبہ فقام وجمع مجمعا حافلا اثبت فیہ مذھبہ وسجل رأیہ بان عیسی لیس باللّٰہ وحرم ما خالفہ فکثرت بھذا احزابہ و معتقدوہ فاشتد الخصام والجدال بینھم وتبحرت نیران النزاع فی الملۃ المسیحیۃ۔ فکتب امبراطور الرومان الوثنی قسطنطین الحاکم فی البلاد وقتئذ الی آریوس والاسکندروس ینصحھما بقلع مادۃ الخصام وقمع اسباب الجدال حتی قال الامبراطور فی اخر رسالتہ (لیس احد فیکم بیستطیع ان یحقق ان لیسوع کان مخلوقا او مولودا فلو کانت لھذہ المسئلۃ جوھریۃ لما اغفل المسیح التکلم عنھا) ولکن ھذہ النصیحۃ الامبراطوریۃ لم تجئی بشیئ ما ولم تفد فائدۃ مّا۔

وحاصل ما قررنا الی الآن ان عقیدۃ التثلیث ما کانت حقیقۃ ولا معلومۃ فی الادوار السابقۃ التالیۃ الی المسیح علیہ السلام بل ھی دخیلۃ ادخلھا بعض الرومان والیونان الذین اعتنقوا الملۃ المسیحیۃ وبالتامّل علی العقائد المسیحیۃ تتبین

الحقيقة التی اوضحناها۔

مصادر العقائد المسيحيه

والعقائد النصرانية الموجودة بايدی النصاری هی ماخوذة من التوراة والزبور، و الاناجيل علی حسب دعواهم، فاما التوراة الحقيقية المنزلة علی موسیٰ عليه السلام فقد صارت آثارها غبارا وسالت بها الوادی وطارت بها الرياح هباً منثورا۔ فان موسیٰ عليه السلام اخذ التوراة جملة واحدة مكتوبة علی الالواح او القرطاس علی اختلاف المؤرخين وما زالت تلك التوراة الموسوية مدخرة ومحفوظة فی بنی اسرائيل وما زالوا يقرؤنها ويذكرونها ويتصحونها وكانت مصونة فی صندوق الشهادة ولم يكن فی ذالك الزمان كتاب لشريعة غير هذه۔

ثم حمل مرة الملك "رحعام" علی بنی اسرائيل وشن الغارة الشعواء علی بيت المقدس واخذ هذا الصندوق الذی كانت التوراة مصونة فيه ويفهم من بعض التواريخ ان الكتاب قد ضاع قبل عهد سليمان عليه السلام وقيل انه لما فتح سليمان الصندوق لم يلق الا اللوحين فمنذ ذالك الزمان الی عهد ملك "يوسياه" الذی هو قبل المسيح بست مأة سنة تقريباً لم يعرف اثر التوراة۔

ولكن رئيس الكهان "خليقاه" زعم فی السنة الثامنة عشر من زمانه انه وجد التوراة فی بيت الله كما يظهر من الباب الثامن والدرس التاسع من اول كتاب السلاطين ثم القی "يوسياه" بمجمع الناس احكام الشريعة التی فی هذا الكتاب۔

فنحن وان سلمنا ان "خليقا" قد ظفر به بعد ان كان غير معلوم الی مدة مديدة ولم يقع غير نقص ولا خلل لكنه لم يبق فانه قد تلاشی فی واقعة "بخت نصر" كما ثبت فی التاريخ۔

ثم الف عزير بعد سبعين سنة تقريبا بحسب ما فهمه احكام الشريعة والروايات فكانت هی التوراة عند العامة۔ ثم انطمس هو وما الف بعده بالوقائع الهائلة والحروب السيئة۔ ثم حمل بعده "اينوٹكس ابی فلنس" ملك سريا قبل المسيح بمأة وسبعين سنة علی "يروشلم" مرارا وقتل فيها مرة واحدة اربعين الف يهودی واحرق جميع الكتب وخرب بيت المقدس وجعله بيت الاصنام واغار اشياء كثيرة غالية كما ذكر فی الباب الاول من كتاب "مقابيس" وتلاشی وانعدم فی هذه الوقائع الهدامه ما الفه عزير وما الف بعده شمعون حسب فهمهما وكان ما الفاه هو التوراة عند العامة فما زالت اليهود حياری خالية عن كتب الشريعه ثم عمر المقابيس بيت المقدس قبل المسيح بمأة

وخمسة وستين سنة تقريبا وجمع على حسب كتب عهد العتيق وبقي هذا المؤلف وحده عند بني اسرائيل الى عهد عيسى عليه السلام بل وبعده مستودعا في البيت المقدس ثم وقعت تورة الروم. ثم العهد العتيق ايضا غير موثوق لان اليهود لما تفرقوا شذر مذر لبعد تخريب بيت المقدس الاخير اراد احبارهم وعلمائهم ان يجمعوا العهد العتيق في القرن الثاني فكتبوا اربعة وعشرين كتابا وقيل احدى وثلثين كتابا. وقد ذكر "ريوزند هارن" في كتابه "ديباجة علوم البائبل" في التحريرات القديمة ان كتب عهد العتيق في الاصل عبرانيه منقسمة الى قسمين احدهما الكتب التي كتبها كتاب الالهام وهي غير موجودة وثانيهما الكتب المنقولة من اصل النسخة والكتب المنقولة من اصل النسخة ايضا قسمان معتبر عند قدماء اليهود وهو ايضا لايكاد يوجد من مدة مديدة - وغير معتبر وهو موجود في المكتبة السلطانية الجديدة وعند الناس وهو نوعان احدهما الاسفار القلمية التي تستعملها اهل المعابد وثانيهما النسخة القلمية المكتوبة على تقطيع المربع ويتداولها العام.

وقد وقع اختلاف كثير في العهد العتيق ولم يمكن اعتماد صحيح على متن صحيح لان الاحبار قد بدلوا ما وجدوه على خلاف عقائدهم كما قال الله تعالى يحرفونه من بعد ما عقلوه وهم يعلمون. وقد اعترف به ريورند "تامس" في كتابه "هسٹری آف دی انگلش بائبل" بقوله ان الاحبار بدّلوا ثمانية عشر موضعا وهي مشهورة بتصحيحات الاحبار.

ولما جمع رواة يهود روايات الاحبار كتبوا لها حواشي وتعليقات ثم نقلوها في التوراة العبرانية فلما عدّدوا الاختلافات التي وقعت فيها وجدوها الفا وثلثمأة واربعة عشر اختلافا. فاعدلوا ايها القراء ما شأن التوراة وحالات العهد العتيق هذه. واعجب من هذا ان كتب عهد العتيق طبعت في اول مرّة سنة الف واربعمأة وثمانية وثمانين ثم لما ارادوا الطبعة الثانية اضطرّوا الى ان يبدّلوا من المطبوع الاول اثني عشر الف موضع وكذا تفاوت الثالثة عن الثانية والثالثة عن الرابعة وهلم جرًا كما يظهر لمن طالع الاناجيل المطبوعة في الازمنة المختلفة.

واما نحن معاشر المسلمين لا نعرف بان التوراة الموجود الآن عند اليهود والنصارى التي هي منقسمة في خمسة اسفار، سفر التكوين، سفر الخروج، سفر اللاويين، سفر العدد، سفر التثنية هو التوراة التي تشهد لها القران الشريف وانزلت على موسى عليه السلام وانما توراة القران هي الاحكام

التی جاء بہا موسیٰ علیہ السلام ولا سبیل الی ھرب اہل الکتاب من اعتراضات الفلسفۃ والعلماء المورخین علی کتبہم الا بالاتفاق مع المسلمین فی ھذا الاعتقاد۔

واما الزبور فھو الذی یسمیہ اہل الکتاب بمزامیر داؤد تتضمن ادعیۃ علی اداء العبادۃ والقیام بالطقوس الدینیۃ عندھم۔

واما الانجیل فھو الکتاب الموجود الیوم عند النصاریٰ وھو مؤلف من الاناجیل الاربعۃ المروجۃ المسماۃ بانجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقاء۔ انجیل یوحنا اللاھوتی تتضمن حیاۃ المسیح من حین حملہ الی الوقت صلبہ ثم قیامہ من قبرہ ثم رفعہ الی السماء حسب زعمہم ویشذ انجیل یوحنا بنسبۃ اللاھوت مع ما یقولون انہ نطق بہ فی الاسبوع الاخیر من حیاتہ قبل ان یرفع الی اللہ۔ والذی تنسب الیہم الاناجیل کثیرون منہم لوقاء مرقس و لیسا من الحواریین تلامیذ المسیح علیہ السلام ومتی ویوحنا ولو کانا من الحواریین لکن لم یکونا معدودین من الطبقۃ العالیۃ منہم والمعدودون من الطبقۃ العالیۃ شمعون وبطرس وغیرھما ولکن لم یعرف لہم انجیل او نحوہ حتی الیوم۔

واما متی فالف انجیلہ فی اللغۃ العبرانیۃ کذا قال "بوص بیس" وجروم" وغیرھما من اکابر العلماء المسیحیین ونقل المفسر" ھارون" فی الجزء الرابع من تفسیرہ اقوالھم وقال ایضا الف متی انجیلہ سنۃ ۳۷ و ۳۸ء ببلدۃ یھودہ ثم ترجم من اللغۃ العبرانیۃ الی الیونانیۃ سنۃ ۶۱ء والتحقیق ان المترجم لیس متی بل وغیرہ قال یا دری "فانڈر" فی الخاتمۃ من مباحثہ المطبوعۃ فی سکندر آباد سنۃ ۱۸۵۵ء ان المترجم مرید من مریدی الحواریین۔

والحق ان اصل انجیل متی مفقود بل ھو خان من قرون کثیرۃ فضلا عن ھذا الزمان ولم یبق اثرہ ولا قرطاسہ فی کنیسۃ من الکنائس المسیحیۃ واتفقت آراء الیسوعیین علی فقد ان اصل انجیل متی فاما ترجمتہ فلا نعلم انہا صحیحۃ وترجمۃ لھذا الانجیل العبرانی او مولف آخر وان سلمنا انما ترجمۃ انجیل متی فلا ندری ھل ھی صحیحۃ ام لا فنحن لم نعثر علی الاصل لا سبیل الی تصدیقہا وتسلیمہا۔

ویقول المحقق الدکتور ولیبس وفرقۃ من المسیحیۃ۔ ان الباب الاول والثانی من ھذا الانجیل الیونانی ملحقان علی ان ما فی الباب الاول من بیان نسب المسیح علیہ السلام مملو من الاغالیط الفاحشۃ التی تحیرت فیہا عقول العلماء المسیحیین واما احوال مرقس الذی صاحب انجیل مرقس

غیر معلومة بل هی مجهولة عند المسیحیین
الی الیوم من انه لای بلد ینسب فی ایة سنة
دخل فی المسیحیة بل یزعمون انه تلمیذ بطرس
الذی هو من حواری المسیح ۔ تعلم مرقس بن
بطرس سیرة المسیح علیه السلام خالف هذا
الانجیل وسنة تألیفه ایضا مجهولة مبهمة ۔
وقیل ان بطرس الّف الانجیل بالرومیة ونسبه
الی مرقس تلمیذه ۔

وقال پادری "اسکاٹ" فی دیباجة تفسیره
رومانه لم یدرك صحیحا تعین زمن تألیفه و
غالب الظن انه فیما بین ۵۶ و ۶۳ء واتفقوا علی ان
تألیفه کان ببلدة روم باللغة اللاطینیة لغة
الرومیین ولکن اصل النسخة غیر موجود علی
وجه الارض ۔ نعم یوجد ترجمة الیونانیة ولکن
کیف تقابل الاصل والترجمة وکیف توازن بینهما
اذا کان الاصل مفقود ولا امن ولا ثقة بصحة
الاصل والترجمة ۔ واما لوقا فهو تلمیذ بولس
من الحواریین ولکن لم یعلم علی الیقین حتی
الیوم ان لوقا الی ای بلد او ایة قریة ینسب لسانه
الاصلیة ما هی ای زمان وفی ایة لسان الف
هذا الانجیل وهل کان انجیل متّی ومرقس
اذ ذاك موجودین ام لا فان کانا موجودین
فای حاجة الی الانجیل الثالث وایضا لم یعلم
تاریخ تألیفه علی القطع بل هو مجهول سنة ۶۱ء
ویعلم من بعض الکتب التاریخیة ان لوقا کتب
انجیله بالرومیة وبعثه الی بعض اکابر الروم ۔
واما یوحنا فقد مر انه من الحواریین وتألیفه
لانجیل کان سنة ۹۸ء تقریبا بعد سبعین سنة
من عروج المسیح علیه السلام وقد نقدوا انجیل
یوحنا فی القرن الثالث فقالوا واعلنوا انه لیس من
تألیفه لانه قد کان "آرنیوس" اذ ذاك موجود الذی
هو تلمیذ "پولی کارپ" الذی هو تلمیذ یوحنا
وهما لم یتعرضا الی تصحیح کتاب شیخهما فاتضح
بهذا انه مشکوك عندهما والّا فای وجه
لسکوتهما علی ان "کاتلك هرلٹ" ذکر فی تفسیره
المطبوع سنة ۱۸۲۳ء ان الاستاذ "ڈلسن" قال فی
کتابه ان انجیل یوحنا تألیف طالب العلم بمدرسة
السکندریة فی القرن الثانی واجری علی اسم یوحنا
لیکون معتبرا عند المسیحیین ۔

ثم ان المسیحیین یزعمون ان انجیل
متّی هو اقدم الاناجیل الاربعة کما قال هو
بنفسه وکان انجیل متی معتقد فرقة منهم
کما یعلم من کتاب تاریخ "کلیسا" ولکن التحقیق
عند المحققین ان انجیل متی ولوقا مأخوذان
من انجیل مرقس وقال "ٹیوس بیسن" ان
المرقس یونانی الوطن ویهودی المذهب

فی الاصل وکان رفیقا لپال و" برنباس" ثم رافق
بطرس ثم لما وقع القتل العام فی النصاری سنہ ۶۴ء
وقتل کثیر من العلماء المسیحیین حرّر المرقس
سیرة المسیح علیہ السلام فھی مأخذ انجیلہ
ولکن اثنتا عشر آیة فی الاخیر التی فیھا ذکر
احیاء المسیح علیہ السلام ورفعہ الی السماء زیدت
فی القرن الثانی کما حقیقہ" وسٹ کاٹ وھورٹ"
ثم ان مأخذ انجیل متی شیئاً ن الاول" لوگیا"
اشتھر فیہ ان متی حرّر فیہ مواعیظ المسیح
لکنہ ضاع فی ذالك الزمان الا بعضہ الذی وجد
فی انجیل متی الرائج والثانی انجیل مرقس و
یقول محققو الزمان ان مؤلف انجیل متی لم
یذکر اسمہ فظن الناس خطاء انہ انجیل
متی الحواریّ۔ وعلی قول پروفیسر" ھارنگ" تالیفہ
بین سنہ ۹۰-۸۰ء (ترجمۃ انجلیزیہ لکتاب ھارنگ)

ثم ان تألیف انجیل لوقا: علی قول
پروفیسر" برکٹ" کان فی اخیر القرن الاول۔ والف
لوقا۔ ایضا کتاب اعمال الحواریین الذی ھو
داخل فی العھد الجدید۔ (تاریخ برکٹ)

ولوقا کان یونانی الاصل مقیما بالاطالی
وکان صدیقا" لیسنٹ پال" الذی کتب لانجیل
فی صورة التاریخ وبیسنٹ پال ھذا ھو المحرك
الاول والبانی للعقیدة الشنیعة العقیمة
عقیدة التثلیث۔ ثم انجیل یوحنا ممتاز من
حیث المطلب والنظم من الاناجیل الثلاثة
وفیہ شائبة الالھیات التی نشأت فی الیھود
الاسکندریة من مخالطتھم بفلسفة یونان
وکان امام ھذہ الفلسفة "فایلو" الذی کان معاصر
العیسیٰ علیہ السلام ولیس یوحنا ھذا الحواری بل
ھو یوحنا آخر الذی کان مقیما با" فیوس" وھو
واقع "بایشیا" ومات فی خیر القرن الاول واما
یوحنا الحواری فقتلتہ الیھود (تاریخ انجیل للبرکٹ)

وعند علماء النصاریٰ ان الذی بعث من
الحواریین لتبلیغ الشریعة المسیحیة الی رومة
بطرس ومعہ بولس من الاتباع ولم یکن حواریا۔
والی ارض السودان والحبشة "متی العشار"
"واندراوس" والی ارض بابل والمشرق" توماس"
والی ارض افریقیة "فیلبس" والی افوس قریة
اصحاب الکھف "یوحناس" والی اورشلم وھی
البیت المقدس یوحنا۔ والی ارض العرب و الحجاز
"برتلوماس" والی ارض برقة والبربر شمعون القنانی"
واما بطرس کبیر الحواریین وبولس اللذان بعثھما
عیسیٰ الی رومة فانھما مکثا ھنالك یقیمان
دین النصرانیة ثم کتب بطرس لانجیل بالرومیة
ونسبہ الی مرقس تلمیذہ وکتب متی انجیلہ
بالعبرانیة فی بیت المقدس ونقلہ من بعد

ذالك يوحنان بن زبدى الى رومه. وكتب لوقا
انجيله بالرومية وبعثه الى بعض اكابر الروم. و
كتب يوحنان بن زبدى انجيله برومة ثم اجتمع
الرسل الحواريون برومة ووضعوا القوانين الشرعية
لدينهم وصيروها بيد" اقليمنطس" تلميذ
بطرس وكتبوا فيها عدد الكتب التي يجب قبولها
فمن القديمة التورية خمسة اسفار وكتاب يوشع
بن نون وكتاب القضاة وكتاب راعوث و
كتاب يهوذا و اسفار الملوك اربعة كتب و
سفر بنيامين وسفر المقاياسين ثلثة. كتب و
كتاب عزرا الامام وكتاب الشير وكتاب قصة
هامان وكتاب ايوب الصديق ومزامير داؤد
النبي وكتب ولده سليمان خمسة. ونبوات
الانبياء الصغار والكبار ستة عشر كتابا
وكتاب يشوع بن شارخ. ومن الحديثة كتب
الانجيل الاربعة وكتب القتاليقون سبع رسائل
وكتاب بولس اربع عشرة رسالة والابركسيس
وهو قصص الرسل وسمى اقليمس ثمانية كتب
تشتمل على كلام الرسل وما امروا به وما نهوا
عنه وكتاب النصارى الكبار الى اساقفتهم الذين
يسمون البطارقة ببلاد معنية يعلمون
بها دين النصرانية. ولعلكم ايها القراء فطنتم
مما ذكرنا قبل ان ماخذ العقائد المسيحية

واصولهم مفقودة ومجهولة وما بني على
المجهول كيف يكون معلوما وبالجملة انه بعد
ما وقع الاسر البابلي كانت الشريعة الموسوية ممسوخة
وبدلت الصحف السماوية فتولد منه نتائج مذمومة
حتى قيل فى هارون عليه السلام انه متخذ العجل
والعياذ بالله (كتاب خروج باب ٣٢)
ونسب الى داؤد عليه السلام الزنا (كتاب ثانى
صموئيل" باب ١١، ١٢ وغير ذالك من الخرافات

ويوجد مع هذه الاناجيل الاربعة عند
النصارى اسفار سموها بعهد الجديد وهى (٢٣)
سفرا وهى سفر اعمال الرسل، سفر الروميه، سفر
اكورنثوس الاول والثانى، سفر غلاطيه، سفر
افس، سفر فلبين، سفر كولوسى، سفر تسالونيكى
الاول والثانى، سفر تيموثاوس، الاول والثانى
سفر تيطس، سفر فليمون، سفر العبرانيين، سفر
يعقوب، سفر بطرس الاول والثانى، اسفار يوحنا
الاول والثانى والثالث، سفر يهوذا، سفر يوحنا
وقد كتبت كلها باليونانية والنصارى يعتقدون
ان كتب العهد العتيق والعهد الجديد سواء
كانت اسفارا او اناجيل او رسائل انها كتبت
بالوحى عن طريق الالهام فى المضمون الرئيسى
وليس فى الالفاظ.

واما نحن معاشر المسلمين نصدق بهذه

الکتب ان کانت کتب لھامیۃ وبالجملۃ کل ما یخالف القرآن نرفضہ ومایوافقہ نصدقہ و اما برنابا فھو قدیس ورسول عند المسیحیین و قد کتب انجیلہ الذی یخالف فیہ جمیع الاناجیل المتقدمۃ ولکنھم لم یعترفوا بہ واخفوہ مدۃ مدیدۃ واقدم نسخۃ من انجیلہ ظھرت سنہ ۱۷۰۹ وقد موم البابا تداولہ لانہ خالف الاناجیل الاربعۃ والرسائل فی العقیدۃ اذ قال عن المسیح اندیس ابن اللہ و لا ھو الہ وانہ لم یصلب ولکن شبّہ لھم بیھوذ الاسخریوطی۔ وللباحثین آراء متباینۃ فی انجیل برنابا فمن قائل انہ من وضع بعض المسلمین وحاروا فی معرفۃ ھذا الواضع ھل ھو عربیّ ام شرقیّ و من قائل ان کاتبہ یھودیّ اندلسیّ من اھل القرون الوسطی علی ان معظم مباحثہ لم تکن معرفۃ عند احد من المسلمین ویقال ان البابا جلاسیوس الاوّل فی عام سنہ ۴۹۲ میلادیۃ اصدر منشورا حرم فیہ قرأۃ انجیل برنابا مع ماحرم من قرأۃ اناجیل وکتب اخر۔ وقد عثر علی نسخۃ انجیل برنابا فی اوربہ باللغۃ الطلیانیۃ حوالی عام سنہ ۱۷۰۰ وترجمھا احد الانکلیز فی عام سنہ ۱۹۰۷ الی اللغۃ الانکلیزیۃ ثم ترجمت عنھا الی العربیۃ۔

واما العھد الجدید فھو ایضا غیر موثوق لانہ لما رفع عیسیٰ علیہ السلام اصبح الحواریون یحومون فی بلاد الیھود للتبلیغ فمن جدھم واجتھادھم دخل رجل یسمّی "پال" فی حلقۃ الیسوعیین وقد کان فی الحقیقۃ عدوا لبنیاھم ویؤذی الحواریین و تابعیھم ثم انطلق مع برناباس للتبلیغ الی انطاکیۃ التی ھی حئینذ موطن قوم غیر الیھود وحدث ھناک قضیۃ شنیعۃ وھی ان غیر الیھود الذی آمنوا بعیسیٰ علیہ السلام ھل یجب علیھم التزام احکام التوراۃ ام لا۔ فوصلت الی الحواریین فقضوا بعد ماجری جدال عنیف ومنازعۃ شدیدۃ بان لا یجتنبوا وان لا یأکلوا المنخنقۃ والمنذورۃ علی الاصنام وبان یجتنبوا الحرام فان التزموا بھذا فلا لوم علیھم وھذا ترمیم اول للحواریین فی الشریعۃ الموسویۃ ثم لمّا انقرض الحواریون سنہ ۷۰ وفتح الرومیون بیت المقدس جعل غیر الیھود الشریعۃ المرممۃ عین بدعۃ ونسبوا الی الحواریین صحفا مخترعۃ فمن ھذا العھد اخذ الناس یخرجون من الشریعۃ ویؤتون عقائد جدیدۃ فافترق الناس ایدی سبا۔

(انسائیکلوپیڈیا آف رلیجن)

واھل الملۃ الیسوعیۃ کانوا منتظرین نزول المسیح علیہ السلام من السماء الی آخر القرن الاول ولم یجر بینھم عادۃ التصنیف

وكانوا يردون اقوال المسيح والحواريين ثم لما
وقعت المنازعة والحرب الشديدة بين اليهود
"وجنٹايلز" فى القرن الثانى وتبددوا فرقا متعددة
الّف كل فرقة منهم انجيلا على حدة وبلغ تعداده الى
(٣٤) انسايكلوابيڈيا آف برٹانيكا تحت لفظ ابوكريفل لٹريچر)
ومن جملة تلك الاناجيل انجيل برنا باس و
انجيل يهودا المكتوب بلسان ارامك التى هى لغة
المسيح والحواريين الاصلية والفرقة الناصرية و
الفرقة الدبيانية كانوا يصدقون بهذا الانجيل
ثم مع فقدانهم فقد انجيلهم والباقى كان فى اللسان
اليونانية فظهر من هذا ان العهد الجديد ايضا
غير موثوق۔

الاناجيل المروجة هل هى انجيل عيسى ام لا

والعلماء المسيحيون اتفقوا على ان نسخ
الاناجيل فى العهد الجديد كلها مفقودة والنقول
منها فى ازمنة مختلفة من قريب خمسمأة سنة
موجودة والقديم منها ثلث نسخ وليست
مع قدمها مما قبل القرن الرابع احديها نسخة
يونانية مستودعة فى "ويكيٹن" مكتبة واقعة
ببلدة رومة (اٹلى) من اربعمأة سنة لكن هى
غير مكملة ليس فيها ستة واربعون بابا فى
اول كتاب الولادة ولا يوجد فى الزبور ايضا
شيئ من باب ١٠٤ الى باب ١٣٣ ولا فى انجيل مرقس
الا اوراق خالية فى باب ١٦ من آية ٩ الى ٢٩ ثم اضيف
اليها فى القرن الخامس عشر مشاهدة يوحنا۔

وثانيها نسخة اسكندرية باللغة اليونانية
التى هى مدخرة فى دار العجائب المسماة "بٹرٹش
ميوزيم" الواقعة بانكلترا، وليس فى انجيل متى منها
من اوله الى آية السادسة فى الباب الخامس والعشرين
شيئ، وليس فى انجيل يوحنا من الاية الخمسين الى
الآية الثانية والخمسين ايضا وزيد فى اول الزبور
كتاب "التهانى سيس".

وثالثها نسخة سينا التى ادرج فيها مع
العهد العتيق والجديد كتب "ابوكريفه" ولا يوجد
من انجيل مرقس منها الباب الاخير۔

فلذا يقول العلماء المسيحيون فى زماننا
ان قصة المسيح عليه السلام من انه عرج الى السماء
بعد ما احى الحاقية لما وجدوا فى نسخة "ويٹكن"
اوراقا خالية فى ذالك الموضع وما قال تعالىٰ فى
القرآن من انه انزل الانجيل فهو انجيل آخر۔

وما نحن معاشر المسلمين نؤمن بان عيسىٰ
عليه السلام آتاه الله الانجيل لكن الكتب التى
تسميها النصارى الاناجيل ليست بالانجيل الذى
انزل على المسيح عليه السلام لما فيها من ذكر ولادته
ووفاته بل وذكر الواقعات بعده كما وقع فى انجيل

متی فصرخ یسوع بصوت عظیم واسلم الروح هکذا بعینہ فی انجیل مرقس فی الباب الخمس عشر- وفی الباب الثالث والعشرین من انجیل لوقا ونادی یسوع بصوت عظیم فقال یا ابتا فی یدیک استودع روحی ولما قال هذا اسلم الروح وکذا الواقعات بعد وفاته علی قولهم مذکورة فی الاناجیل الاربعة فثبت بهذا کله صریحا ان هذه الکتب التی تسمیها النصاری بالاناجیل لیست با لانجیل بل هی کتب السیر فقط کما اقربه لوقا صاحب الانجیل الثالث حیث قال فی مبدأ انجیله- اذ کان کثیرون قد اخذوا بتألیف قصة فی الامور الیقینیة- عندنا کما سلمها الینا الذین کانوا منذ المبداء معاینین وخدّاما للکلمة رأیت انا ایضا اذ قد تتبعت کل شیئ من الاول بتدقیق ان اکتب علی التوالی الیک ایها العزیز "ثاوفلیس" لتعرف صحة الکلام الذی علمت به- فبهذا اتبین ایها القراء ان الاناجیل المروجة عند النصاری لیست بانجیل الذی نؤمن به-

اختلاف الاناجیل

امعنو النظر ایها القراء- لما شاع دین عیسیٰ علیہ السلام فی النواحی والاطراق واتبعہ الکثیر من بنی اسرائیل خافہ رؤساء الیهود و عینوا علیہ العیون والجواسیس وتوامروا فی قتلہ وجمع عیسیٰ علیہ السلام الحواریین فباتوا عندہ لیلتین وقال فی وعظہ لهم لیکفرن بی بعضکم قبل ان یصیح الدیک ثلاثا ویبیعنی احدکم بثمن بخس وتأکلوا ثمنی ثم افترقوا- وکان الیهود قد بعثوا العیون علیهم فاخذوا شمعون من الحواریین فتبرأ منهم وترکوہ وجاء یهوذا الاسخریوطی وبایعهم علی الدلالة علی عیسیٰ علیہ السلام بثلاثین درهما واراهم مکانہ الذی کان یبیت فیہ واصبحوا بعسی علی "فلاطش" النبطی قائد قیصر علی الیهود وحضر جماعة الکهنونیة وقالوا هذا یفسدوننا ویدعی الملک فاقتلہ فتوقف فلاطش فصاحوا بہ وتوعدوہ بابلاغ الامر الی قیصر فامر بقتلہ- وکان عیسیٰ علیہ السلام قد ابلغ الحواریین بانہ یشبہ علی الیهود فی شأنہ فقتل ذلک الشبہ وصلب واقام سبعا وجائت امہ تبکی عند الخشبة فجاءها عیسیٰ علیہ السلام وقال مالک تبکی قالت علیک قال ان الله رفعنی ولم یصبنی الاخیر وهذا شیئ شبہ لهم-

(ابن خلدون)

فانظروا الآن اختلاف الاناجیل فی هذہ القصة بعینها- لمّا اجتمع الیهود

لحبس المسيح عليه السلام نفر كل واحد من
الحواريين من عند المسيح عليه السلام۔
متی ٢٦/٥١ ومرقس ١٢/٥)

فثبت به انّه حينما جرت الواقعة ما كان
عنده مؤمن فامّا اليهود فقد كانوا كافرين
ولهم عداوة ظاهرة لا يعتد بشهادتهم
ومع هذا فيما ذكر فی الاناجيل من كون المسيح
عليه السلام مصلوبا وما يتعلق به اختلافات
كثيرة تقضی الی انكاره۔ وقال فی (متی ٢٦/٤٨
ومرقس ١٤/٤٤ ولوقا ٢٢/٤٧) ان يهوذا الاسخر
يوطی قبل جبهة المسيح محتالا لاخذه
فاخذوه وفی (يوحنا بخلافه ١٨/٥) انّ عيسیٰ
عليه السلام عرّف نفسه للشرطة بانّی انا
المسيح فوقتئذ كان يهودا قائما عنده
وفی (متی ١٧/٣٢ ومرقس ١٥/٢١ ولوقا ٢٣/٣٦) بخلاف
ما فی يوحنا۔ وهكذا وقع الاختلاف فی الرشوة
التی اخذها يهوذا الاسخر يوطی علی حبس
المسيح عليه السلام۔ وقد وقع فی الاناجيل
ايضا ان المسيح قد اخذه الغمّ والحزن
بسبب حبسه فدعا الله تعالی لخلاصه
متواضعا مبتهلا الی الله فاستجاب له
فظهر من هذا انّ المسيح عليه السلام علم
انه يحبس فدعا الله تعالی فاستجاب له فلم

تصل يد اليهود اليه دعاء عيسیٰ عليه السلام
موجود فی (متی ٢٦/٤٢ ومرقس ١٤/٣٤) وكذا وقع
اختلاف شديد فی نسب عيسی عليه السلام فانّ
فی متی ولوقا بيان نسبه عليه السلام والتعجب
المضحك انه نسب ابی يوسف زوج مريم ام
عيسی عليه السلام والحال انّ الروايات الاناجيلية
تنادی وتعلن انّه لا تعلق بين عيسی ويوسف
والمسيحيون يعتقدون انّ المسيح ابن الله۔
وانجيل متی اخذ فيه آباء عيسی واجداده
وبدأ من ابراهيم عليه السلام الی عيسی۔ وشرع
لوقا يبيّن نسبه من عيسی الی آدم عليه السلام
وايضا يعلم من انجيل متی ان عيسی من اولاد
سليمان ابن داؤد عليهما السلام ويفهم من
لوقا انّه من اولاد ' ناتن ' ابن داؤد اخی سليمان
عليه السلام۔ ومتی سرد نسبه عليه السلام هكذا
يسوع ' يوسف ' يعقوب ' متاذ ' اليعزر
اليهود ' اخيم ' صدوق ' عازور ' الياقيم
ابيهود ' زربابل ' سيبالتی ايل ' يكونياه
يوسياه ' امون ' نتسی ' حزقياه ' آخز
يوتام ' عزّياه ' يورام ' يهوسفط '
آسا ' ابياه ' رجعام ' سليمان ' داود
ولوقا بين هكذا يسوع ' يوسف ' عيلی
متات ' لاوی ' ملكی ' ينّاه ' يوسف

متتیاه، عاموص، ناحوم، اسلیاه
نوگه، ماعت، متتیاه، شمعی، یوسیخ
یوداه، یوحناه، رلیا، زربابل، سیالتی ایل
نیری، ملکی، ادی، قوسام، الموادام عیر
یشوع، الیعزر، یوریم، متات، لاوی
شمعون، یهوداه، یوسف، یونان، الیاقیم
ملے آه، مناه، ناتن، داود، واهـا۔
مابین من نسبه فی کتب العهد العتیق
فیخالف هذین الانجیلین کل المخالفة۔

اختلاف المسیحین فیما بینهم

فاذا وجهنا النظر الی الکتاب المسیحین
وجدناهم قد اختلفوا اختلافا یؤول الی انهم
لا یشعرون بما یتفوهون۔ وکتب جارج سیل
صاحب ترجمه القرآن فی حاشیة ترجمته
تحت قوله تعالیٰ "ومکروا ومکر الله" انه دبر الله
تعالی تدبیرا لطیفا فرفع مسیح علیه السلام
وقال بعض المسیحیین ان ما یقال من القاء
شبه عیسی علیه السلام علی شخص وتصلیبه
مما اخترعه النبی صلی الله علیه وسلم وما
هذه الافریة لیس فیها مریة فان القائلین
به کانوا موجودین قبل زمن النبی صلی الله
علیه وسلم بکثیر من السنین مثل فرقة لیس
لیڈی، الذین ینکرون تصریحا تصلیب عیسیٰ
علیه السلام۔ وفرقة سرنفتین الذین کانوا قبل
تلك الفرقة، وهکذا الاعتقاد کاربا کوریشن
الذی اعتقد فی المسیح البشریة، فانه قال
ان المسیح لم یصلب بل صلبوا رجلا آخر
من الحواریین۔

وقال المصنف فولیس، انه طالع
الکتاب المسمی بکتاب السفر للمرسلین وفیه
اعمال بطرس، ویوحنا واندریاس وطامس
وبولس وامور آخر شتی ومن جملتها ان
المسیح لم یصلب بل صلبوا رجلا آخر
وضحك المسیح علی الزاعمین بانه مصلوب۔

ویعلم من انجیل برناباس انه
اراد ان یسأل المسیح احواله فقال المسیح
یابرناباس سل ما ترید اجب لك ص۳۲۳ فقال ان
هذا الغلط الذی انتشر فی الناس من تصلیبی
یستمر الی مبعث النبی صلی الله علیه وسلم فاذا بعث
آمن الناس به فتنکشف لهم حقیقة الحال
فقد ظهر من هذا البیان ان المسیح علیه السلام
لم یصلب واما المصلوب فهو یهوذا فما ینشره
الفرق المسیحیة من تصلیبه باطل محض و
اما ادعاء الیهود غرضهم بذلك الافتخار
بقتل المسیح علیه السلام ولعل غرض النصاری

بهذه الدعوة اظهار عداوة اليهود معهم ۔

البائبل و حالاته

وما انزل على انبياء بنى اسرائيل من الكتب السماوية سمّاها العلماء المسيحيون (بائبل) وقسموه الى قسمين احدهما العهد العتيق وهو المنزل على انبياء بنى اسرائيل قبل المسيح عليه السلام وثانيهما العهد الجديد وهو الاناجيل المروجة الاربعة واعمال الحواريين واسفارهم ومكاشفاتهم واكثر الكتب السماوية فى العهد العتيق ليس لها وجود فى الكون كما يفهم من صحف سماوى، لپروفیسر نواب على، واسباب انعدامها الحوادث الهائلة والكوارث الداهية التى وقعت بعد سليمان متتابعة فتفرقت الاسباط ايدى سبا ۔ وتعددت السلطنة واضطرمت نيران المنازعة والحروب ۔ ودخلت اسباط يهودا و بنيامين تحت سلطنة رجعام ابن سليمان ۔ و سائر الاسباط قرّروا بجانب شمال، سماریة، دار السلطنتهم واشركوا بالله غيره من العجل من الذهب (ملوك اول ١٢ / ٢٨، ٣٠) وفى اخير سنة ٧٢٢ قبل المسيح دمر هذه السلطنة اهل اسٹريليا واستأصلوها واخذوا بنى اسرائيل فاستاقوهم الى نينوى وهكذا انقرضوا و اختلطوا بعبدة الاصنام فخرجوا بالكلية من الملة اليهودية ۔ وهكذا احزب لسلطنة الاخرى بخت نصر" الذى كان ملك بابل واحرق بيت المقدس والتوراة وغيرها من الصحائف وفى سنة ٥٣٣ قبل المسيح عمر بيت المقدس بسعى عزرا ونحميا ثم كتب عزر الخمسة الاولى من كتب التوراة بهيئة التاريخ ۔ ثم فتحه اليونانيون فدمروه ثانيا بعد مأتى سنة ۔ ثم استولى" انٹوليس" اليونانى على انطاكية واتخذ بيت المقدس معبد الصنم رئيس، وشن الغارة عليه واحرق الاسفار ومنع من تلاوة التوراة ونحوها والساصل شعائر اليهود ثم لما غلب يهودا على انطاكية وفتح بيت المقدس وطهره من آلهتهم كتب الصحف المحرقة على حسب فهمه واصناف اليها جملة كتبية فلم يلبث ان استولى عليهم الروم وفتح بيت المقدس" ٹائٹس" الرومى ٧٠ء وسوى الهيكل السليمانى بالارض وذهب بالصحف المقدسة تذكار اللفتح الى الرومة ۔ فتبين من البيان الذى قدمنا ان بائبل مركب من العهد العتيق والعهد الجديد ۔ والعهد العتيق مفقود سالت به الاباطح قبل المسيح بمدة مديدة والعهد الجديد ايضا بعضه مفقود والبعض الآخر مملو بالاختلاف الفاحش فاذا بطلت الاجزاء ظهر بطلان الكل ۔

واشیع من کلیۃ آکسفورڈ کتاب اسمہ ھلپس ٹو دی اسٹڈی آف بائبل ذکر فیہ ان کتاب الملوک وتاریخ الایام من العھد العتیق لایمکن ان یعرف مؤلفوھا۔

سریان التحریف والعقائد الضمیۃ الی المسیحیۃ

تطور الزمان وانقلب الی زمان یوبون وعمت الجھالۃ والضلالۃ وعبادۃ غیر اللہ علی الیسوعیین واستعلت نیران الحروب بین المشرکین الوحشیین وبین قیصر قرب القرن الرابع وقاتلوہ ای قتال و غلبوا علیہ فھدموا المدارس وخربوا المکاتیب و احرقوا کتب الدین وجعلوھا ھباء منثورا ومن ھذہ الحروب الکارثۃ اظلمت علی النصاری ظلمات متعددۃ ومازالوا علی ھذہ الحالۃ المحیرۃ امدا طویلا۔ ثم رضوا بالتزویر والتحریف لاشاعۃ ملتھم فمن ھنا اندرس منھم الصدق والدیانۃ شیئا فشیئا وتنطرق الیھم المصنفات الافترائیۃ التی لااصل ولا اساس لھا فی الملۃ المسیحیۃ وما زالت ھذہ العادۃ الافترائیۃ جاریۃ الی مدۃ مدیدۃ لاسیما فی کنیسۃ روما (تاریخ کلیسا) وقال المفسر ھارن فی الجلد الثانی من تفسیرہ المطبوع بلندن سنہ ۱۸۲۴ انہ لاریب فی بعض التحریف الذی ارتکبہ المشاھیر بالدیانۃ والعلم عمدا ثم اعتمد علیہ الخلف بعدھم وایدوہ لاستیفاء مطلوبھم وتنفیذ سلطنتھم لئلا یرد علیھم الاعتراض ص۳۳۱۔

ثم فی الاناجیل المتداولۃ بین المسیحیین ان المسیح علیہ السلام کان مصلوبا للناس علی زعمھم ثم احیی بعد ثلثۃ ایام۔ وقد جعل دعاۃ النصاری قاعدۃ دعوتھم صلب المسیح فداء عن البشر فان آدم لما عصی اللہ صار ھو وجمیع ذریاتہ خطاۃ یستحقون العقاب فی الآخرۃ بالھلاک الابدی۔ ولما کان اللہ متصفا بالعدل والرحمۃ طرأ علیہ مشکل منذ عصی آدم۔ وھو انہ اذا عاقبہ وذریتہ کان ذلک منافیا لرحمۃ فلا یکون رحیما۔ واذا لم یعاقبہ کان ذلک منافیا لعدلہ فلا یکون عادلا۔ فکأنہ کان یفکر فی وسیلۃ یجمع بین العدل والرحمۃ فاھتدی بان یحل ابنہ من بطن امرءۃ فیکون ولدھا انسانا کاملا والھا کاملا ثم یسخر لہ اعدائہ لقتلہ افظع قتلۃ وھی قتلہ علی الصلیب فیتحمل اللعن والصلب لاجل فداء البشر وخلاصھم من الخطیئۃ الاولی وھو غیر مستحق لذلک القتل ھو المسیح ابن مریم العذراء علیہ السلام۔

یا لیت شعری وای انصاف وای عدل فی ان یعاقب اللہ غیر المخطئ فیا للعجب ولا تزر

وازرة وزر اخرى۔ فر من الميزاب الى المطر۔
والحق الحقيق على ضوء التاريخ ان مسئلة
التصليب سرت من الوثنيين الى المسيحيين
لان كون الٰه الانسان مفدى ثم حياته ثانيا
اعتقاد قديم كان مستمسكا في عبدة الاصنام
بمصر وروم، وبابل قبل ولادة المسيح عليه
السلام بالوفا من السنين، فانه لا يخفى على
من طالع تاريخ الامم الماضية ان اٹس و
اڈونس وٹاموز وروسيرس وغيرهم من آلهة
عبدة الاصنام كيف كانوا فداء او قربانا لقومهم
ثم احييوا ثانيا على زعمهم وذكر "جيروم"
(في بيان موت معبودهم ٹاموز وحياته ثانيا
في ذكر حزقيل) ما يرويه عبدة الاصنام
من ان عاشق وينس ديوى الذى كان معبودا
قتل ثم احيى في شهر جون وكان اسمه جون
فلذا سمي الشهر الانجيليزي به. ويتعيد
الوثنيون يوم حياته ويجعلون المأتم يوم
موته۔ وكذا يفعلون في يونان ومصر على
معبوديهم 'اڈونس' و'روسيرس' فالملة
المسيحية اليوم مركبة من اشياء ليس لها
رأس ولا ذنب۔ ثم انهم يعترضون علينا
معاشر المسلمين۔

الفرق المسيحية

وافترقت النصارى اثنين وسبعين
فرقة۔ اكبرهم ثلاثة۔ الملكانية والنسطورية
واليعقوبية۔ فالملكانية هم اصحاب ملكان
الذى ظهر في بلاد الروم واستولى عليها
يصرحون بالتثليث وان المسيح ناسوت كلى
قديم من قديم وان الصلب والقتل وقع
على الناسوت واللاهوت، واطلقوا الابوة
والبنوة على الله والمسيح۔

والنسطورية هم اصحاب نسطورس
وهم من النصارى بمنزلة المعتزلة منا
يقولون بالاشراق لا بالامتزاج وان القتل
والصلب وقع على مجرد الناسوت۔

واليعقوبية اصحاب يعقوب البردعاني
راهب القسطنطينيه يقولون ان الكلمة
انقلبت لحما ودما فصار المسيح الٰها۔

واما الناصرية ففرقة مبتدعة
لم يتركوا رسم الختان والقربان ولكن لم
يوجبوهما على غيرهم وكانوا يعتقدون في
المسيح انه ابن روح القدس ولدته مريم
العذراء

والابيانية ايضا مبتدعة يقولون
ان المسيح ابن يوسف ومريم ويقولون ايضا

(الجـــــــاري)

عیسائیت کا ایک تحقیقی مطالعہ

از
حافظ بشیر الحق قریشی ادھونی
افضل العلماء ادیب فاضل
(مدراس یونیورسٹی)
استاذ دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

دنیا میں نامعلوم کتنے مذاہب' ادیان' شرائع اور تحریکات نے جنم لیا لیکن تاریخ کے صفحات میں صرف گنے چنے مذاہب اور ان کے بعض عقائد و اصول کی ایک ہلکی اور دھندلی سی تصویر رہ گئی ہے ایک اسلامی روایت کے مطابق آسمانی شرائع کے علم بردار ایک لاکھ چوبیس ہزار نفوس تھے۔ مگر ان میں بعض شخصیتیں ہی ایسی ملتی ہیں۔ جن کی زندگی اور ان کے لائے ہوئے دین کے نقوش تعمیر انسانیت کے سلسلہ میں خضر راہ کا کام انجام دے سکیں۔ ظہور اسلام سے تقریباً چھ سو سال قبل دنیا کے اکثر حصے پر مسیحی مذہب چھایا ہوا تھا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے پاک و صاف اصول اور عقائد انسانیت کے درد کا درمان سمجھے جاتے رہے اور اللہ کی مقدس کتاب "انجیل" گمراہ انسانوں کے تاریک قلوب کو ہدایت و نور سے بھر رہی تھی۔ گویا ساری انسانیت کے لئے ایک مبارک و مسعود دور تھا۔ لیکن خیر و ہدایت اور ایمان و ایقان کی نشاط انگیز ہواؤں کے جھونکے زیادہ دیر تک انسانیت کو لطف اندوز نہ کر سکے۔ اللہ کی مقدس کتاب انجیل کی تدوین اور حفاظت کا کوئی معقول انتظام نہ ہو سکا۔ جس کی وجہ سے وہ تحریف و تبدیل کا شکار ہوتے چلی گئی۔ اس کے ساتھ مزید طرفہ طرازی یہ رہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عجیب و غریب عقائد پیدا ہوتے چلے گئے اور ملت مسیحا کے حوارئین کے عقائد' نظریات' اعمال اور زندگی میں یہاں سے وہاں تک ایک دوسرے کے مقابلہ میں اختلافات کا سلسلہ قائم ہوتے چلا گیا۔ گویا مسیحیت کا چہرہ پوری طرح مسخ ہو گیا ؎ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

مولانا سید محمد برہان الدین عنطری قادری صاحب نے عربی میں عیسائیت پر ایک بہترین مقالہ "جولة فی الملة المسیحیا" سپرد قلم کیا ہے جس کے مطالعہ سے میرے دل میں یہ تمنا جاگ اٹھی کہ یہ پراز معلومات مقالہ "اللطیف" کے اردو دان طبقہ کے لئے پیش کیا جائے۔ چنانچہ زیر نظر مضمون اسی خواہش کا تکمیلی پہلو ہے۔

نیاز مند: بشیر الحق۔ ادھونی

موجودہ زمانہ میں تثلیث گویا عیسائیت کا مابہ الامتیاز وصف سمجھا جا رہا ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ملت مسیحیہ میں اسکی کوئی اصل نہیں ہے۔ عیسائیت ہی نہیں کسی بھی آسمانی، شریعت میں تثلیث کا عقیدہ ہی نہیں ہے بلکہ سارے مذاہب اور ادیان میں توحید ہی اصل ہے اور اس سے ملت مسیحیہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً تین صدی تک مسیحی دنیا عقیدۂ تثلیث سے بالکل پاک و صاف اور منزّہ تھی بلکہ روم اور یونان کے بت پرستوں نے عیسائیت کے اندر تثلیث کا آغاز کیا اور یہی لوگ عقیدۂ تثلیث کے بانی تھے۔ دین عیسائیت کو بظاہر قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے گندے اور فاسد عقائد کی آمیزش شروع کی، اور ملت کی جڑوں کو کھوکلا کر دیا۔ اور آگے چل کر یہی عقیدہ تثلیث ملت مسیحیہ کا رکن بن گیا۔ کیونکہ کنیسہ اور دیگر بڑے بڑے اجتماعات میں جتنے بھی عمائدین اور رؤسا شریک

ہوتے تھے وُہ اکثر رومی اور ایرانی تھے۔ اور ساری دنیائے عیسائیت پر ان ہی رومیوں اور یونانیوں کو غلبۂ اقتدار حاصل تھا۔ اور یہ لوگ قسطنطین الکبیر کے ذریعہ سے اس عقیدہ کو عبادت گاہوں اور جلسہ گاہوں میں پھیلانے لگے جس کی وجہ سے عقیدۂ تثلیث سرعت کے ساتھ پھیلتا گیا اور نئی پود نے اس کو دین کا ایک جزو لاینفک سمجھ لیا۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہر آسمانی کتاب حتیٰ کہ انجیل مقدس بھی تثلیث کی مخالف ہے۔

انیسویں صدی کے انسائیکلوپیڈیا آف فرنچ (Encyclopadia of French) میں ہے کہ عقیدۂ تثلیث انجیل اور عیسائی معتقدین اور ان کے تلامذہ کی کتابوں میں موجود نہیں ہے، صرف عیسائیت میں دو فرقے کیتھولک Catholic اور پروٹسٹنٹ Protestant دعویٰ کرتے ہیں کہ عقیدۂ تثلیث ہر دور میں مقبول رہا۔ لیکن اسکے برخلاف تلامیذ مسیح جنہیں براہ راست حضرت عیسیٰ کی صحبت اور تربیت کا شرف حاصل ہے، وہ تثلیث سے کوسوں دُور تھے۔ اور خاص کر ان میں سے پطرس حضرت عیسیٰ کو صرف ایک نبی قرار دیتے ہیں اور پولس حضرت عیسیٰ کو خدا سے پیدا شدہ خدا سمجھتے تھے۔ لیکن یہ تو حضرت عیسیٰ کے حوارئین سے نہیں ہیں۔ اور یہودی قوم میں سے جن لوگوں نے ملت مسیحیہ کو اپنا لیا وہ بھی حضرت عیسیٰ کو ایک مقدس اور برگزیدہ انسان ہی سمجھتے ہیں۔

مذکورہ عبارت اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ عقیدۂ تثلیث حضرت عیسیٰ اور آپ کے حوارئین اور ان کے بلا واسطہ تلامیذہ کے عہد میں نہیں پایا جاتا تھا۔ بلکہ یہ بعد کی پیداوار ہے۔ اور پولس کا قول چنداں اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مسیح کے حوارئین میں سے نہیں تھا۔ بلکہ وہ ابتداء میں دین مسیحیت کا زبردست مخالف تھا۔ پھر اچانک مسیحیت کو قبول کیا اور حضرت عیسیٰ کے تلامذہ میں گھل مل گیا۔

چوتھی صدی میں ملت مسیحیہ فرقہ بندی کا شکار ہوگئی اور ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا مقام دیا اور ان کی الوہیت کا چرچا کرنے لگی اور دوسری جماعت بالکل اس کے برخلاف میدان عمل میں ظاہر ہوی۔ ۳۱۲ء میں فیقومیدیا کے اسقف آریوس نے عیسائیت میں پھیلنے والی ضلالت وگمراہی کو ختم کرنے کا مکمل ارادہ کیا۔ اور دیگر مفتیان کرام بھی آریوس کے ساتھ ہوگئے۔ چنانچہ ایک متحدہ محاذ بناتے ہوے، ان مفتیوں نے اس بدعقیدگی کو ختم کرنے کی سر توڑ کوشش کی کہ حضرت مسیح الٰہ تھے۔ ان کی سرگرمیوں کی اطلاع جب اسکندریہ کے مفتی اسکندروس کو ملی تو انہوں نے آریوس کے خلاف ایک مجلس منعقد کی اور یہ طے کرایا کہ آریوس کا مسلک ورعقیدہ غلط اور باطل ہے۔ لہٰذا اس کو کسی کنیسہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ منشور تمام کنائس اور مفتیوں اور تمام اکابرین اور رؤسائے ملت کی خدمت میں روانہ کردیا۔

جب اس سازش کی خبر آریوس کو ملی تو اس نے اسکندروس کے خلاف مجلس منعقد کی اور لوگوں کے سامنے دلائل وبراہین کے ذریعہ مسیح کی الوہیت کا رد کرتے ہوئے انہیں ایک انسان اور برگزیدہ نبی کی صف میں کھڑا کردیا۔ اور اسکندروس کے عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دیا۔ اس کی مدلل اور اثر انگیز تفہیم نے لوگوں میں تبدیلی پیدا کردی۔ لیکن دوسری طرف نتیجہ یہ نکلا کہ فریقین میں باہمی تنازعہ اور مسائل اور عقائد پر جنگ چھڑ گئی۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس وقت کے حاکم قسطنطین نے آریوس اور اسکندروس دونوں کے نام تہدید آمیز مکتوب ارسال کیا اور سختی سے مطالبہ کیا کہ تم دونوں کے درمیان سے جنگ ختم ہوجانی چاہئے، اور آخر میں لکھا کہ عقیدۂ تثلیث بالکل بے ہودہ بات ہے۔ اگر اس کی کوئی اصل اور حقیقت ہوتی تو حضرت عیسیٰ اس سے غافل نہیں ہوتے۔

لیکن قسطنطین کے خط کا کوئی اثر نہیں پڑا، اور فریقین میں برابر جنگ جدال کا سلسلہ قائم رہا۔ لیکن اتنی بات ضرور تھی کہ ملت مسیحیہ کے اکثر افراد آریوس کے عقیدہ سے اتفاق رکھتے تھے، اور ایک کثیر جھتہ آریوس کے ساتھ تھا۔

حاصل کلام مذکورہ وضاحت کافی ہے، کہ عقیدۂ تثلیث مذہب عیسائیت کے منافی شئی ہے لیکن دوست نما دشمنوں نے اس کو عیسائیت میں رائج کیا اور وہ آج شعائر ملت مسیحیہ میں داخل ہوچکا ہے۔

مسیحی عقائد کی بنیاد

بقول عیسائی علماء مسیحیت کے سارے عقائد آسمانی کتابوں، توریت، زبور اور اناجیل سے ماخوذ ہیں لیکن تاریخی نکتہ نظر سے مذکورہ کتب الٰہیہ کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ جس وقت دنیا میں مسیحیت کا آفتاب طلوع ہوا توریت عدم کی تاریکیوں میں گم ہوچکی تھی اور جو کچھ اس کے اجزاء باقی بھی رہ گئے تھے، وہ بنی اسرائیل کے پاس کتابی شکل میں شہادت نامی صندوق میں محفوظ تھے۔ یہودی علماء اور عوام اسی کتاب کی تلاوت کیا کرتے تھے اور سارے احکامات اور مواعظ وغیرہ کا انحصار اسی کتاب پر تھا۔

رحبعام بن حضرت سلیمان علیہ السلام کے حملہ سے بنی اسرائیل پر قیامت صغریٰ قائم ہوگئی اور بیت المقدس تباہ وتاراج ہوگیا اور اسی ہنگامہ میں توریت ختم ہوگئی۔ اور بعض تاریخی بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کے دنیا میں آنے سے قبل ہی توریت فنا ہوچکی تھی اور ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت سلیمان نے جب شہادہ (جس میں توریت تھی) کھولا تو صرف دو ہی تختیاں تھیں۔

اس کے علاوہ خود مسیحی علماء کے بیانات اس امر کی جانب اشارہ کررہے ہیں کہ توریت مسیحیت کی آمد سے قبل ہی اپنا وجود کھوچکی تھی۔ کتاب "سلاطین"

(باب ثامن - درس تاسع) میں ہے کہ رئیس الکہان خلیقاہ نے دورِ عیسائیت سے چھ سو سال قبل یوسیاہ کے دورِ حکومت کے اٹھارویں سال توریت کو پایا اور اس سے یوسیاہ نے احکامات اور قوانین اخذ کر کے عوام کے سامنے پیش کیا۔

لیکن یہ بات تاریخ کے لحاظ سے ناقابل قبول ہے ولو بالفرض یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ خلیقاہ نے توریت کا اصل نسخہ پالیا تھا تو وہ بھی "بخت نصر" کے دورِ حکومت میں ختم ہو چکی۔ اور اس کے ستر سال بعد حضرت عزیر نے اپنی فہم و دانست اور علم و عقل کی بنیاد پر شریعت کے احکام اکٹھا کیا۔ چنانچہ اسی ذخیرہ کو عوام نے توریت سمجھ لیا۔ مگر یہ بھی مختلف جنگوں اور انقلابات کی وجہ سے قائم نہ رہ سکی۔

مقابیس کے باب اول میں ہے۔ حضرت عیسیٰ سے ایک سو سال قبل "سریا" کے بادشاہ "انیٹوکس ابی فلنس" نے یروشلم پر قبضہ جمالیا اور چالیس ہزار یہودیوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا۔ اور یہودیت کی ساری کتابوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ اور بیت المقدس میں سے تمام نوادرات اور تبرکات کو لوٹ لیا۔ اور اس مقدس مقام کو بتوں سے بھر دیا۔ چنانچہ اسی معرکہ میں حضرت عزیر اور حضرت شمعون کی ساری تالیفات تلف ہو گئیں۔ جن کو یہودی عوام توریت سمجھتی تھی، اور اسی ذخیرہ کے ضائع ہونے پر تمام یہودی عرصۂ دراز تک پریشان رہے۔

حضرت عیسیٰ کے ایکسو پینسٹھ[۱۶۵] سال قبل "مقابیس" نے بیت المقدس کو از سر نو تعمیر کیا اور عہدِ عتیق کی کتابوں کو اپنے ذہن کے مطابق تالیف کیا۔ چنانچہ یہی مقابیسی تالیف حضرت عیسیٰ کے عہد تک قائم رہی اور لوگ اسی پر عامل رہے۔ اور یہ تالیف رومیوں کی جنگ تک بیت المقدس میں محفوظ رہی۔

"عہدِ عتیق" بھی مستند نہیں ہے کیونکہ مختلف جنگوں کی وجہ سے یہودی منتشر ہو گئے۔ تو ان کے احبار اور علماء نے دوسو صدی میں عہدِ عتیق کو اکٹھا کیا۔

دیباچۂ "علوم بائبل" میں تحریراتِ قدیمہ سے متعلق "الیوزنڈ ہارن" لکھتے ہیں کہ عہدِ عتیق کی کتابیں اصلاً عبرانی زبان میں تھیں۔ اور یہ دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ ہے جن کو الہامی مصنفین نے لکھا ہے۔ لیکن وہ اب موجود نہیں ہیں۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو اصل نسخہ سے منقول ہیں۔

ریورینڈ ٹامس اپنی کتاب "ھسٹری آف دی انگلش بائبل" میں لکھتے ہیں کہ احبار اور علماء نے اٹھارہ مقامات پر عہدِ عتیق کے اندر تبدیلی کی ہے چنانچہ یہ تبدیلیاں "تصحیحات الاحبار" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ قرآن نے شہادت کی کہ واقعی علماءِ یہود نے اپنی کتاب کے اندر تحریف و تبدیل کر دی یحرفون الکلم من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون۔

حاصل کلام مذکورہ وضاحت سے یہ بات خوب واضح ہو چکی کہ توریت جو حضرت موسیٰ پہ نازل ہوی، وہ آج اپنی اصلی حالت اور بغیر تحریف و تبدیل کے موجود نہیں ہے۔

اور عیسائیت کا دعوی ہے کہ ان کے عقائد توریت زبور اور انجیل سے ماخوذ ہیں۔ توریت کی حالت اوپر گذر چکی۔ ناظرین نے اندازہ لگا ہی لیا ہوگا، اب زبور کی حالت کا مشاہدہ اور مطالعہ کیجئے۔ زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پہ نازل کی گئی تھی وہ مزامیر داؤد اور چند دعاؤں کا مجموعہ تھی۔ جب توریت کی یہ حالت ہو چکی، تو زبور جو اس سے بھی قدیم ہے اسکی کیا حالت ہوگی؟ اب رہ گئی انجیل جو حضرت عیسیٰ پہ نازل کی گئی۔ آیئے اس کی حالت کا اندازہ لگائیں۔

آجکل عیسائیوں کے پاس جو انجیل ہے وہ چار اناجیل کا مجموعہ ہے۔ انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقاء۔ انجیل یوحنا۔ ان میں سے صرف یوحنا حضرت عیسیٰ کے تلامذہ میں سے تھے لیکن طبقۂ اعلیٰ میں ان کا شمار نہیں ہے۔ اور لوقاء اور مرقس حضرت عیسیٰ کے حواریئن میں سے نہیں تھے۔ البتہ شمعون اور پطرس دونوں طبقۂ اعلیٰ سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان کی طرف کوئی انجیل منسوب نہیں ہے۔

متی نے اپنی انجیل عبرانی زبان میں تالیف کی جیساکہ اکابر علماء مسیحین میں سے "یوص بیس" اور "جروم" وغیرہ کا کہنا ہے، اور یہ اصلی انجیل ضائع ہوے صدیاں بیت گئیں اور ہر جگہ اس کے بعض مضامین کا ترجمہ باقی رہ گیا ہے۔ اس ترجمہ کی صحت پر بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اصل کا نام ونشان نہیں ہے۔ ڈاکٹر ولیمس کا کہنا ہے کہ انجیل متی کا باب اول اور دوم بعد میں الحاق کیا گیا ہے اور اس میں بیشمار غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ اسی سے مسیحی علماء ان اختلافات سے حیران ہیں۔

انجیل مرقس کے بارے میں پادری اسکاٹ اپنی تفسیر "روما" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ انجیل مرقس کب تالیف ہوی، اس کا صحیح علم نہیں ہے۔ ظن غالب یہ ہے کہ ۵۶ء اور ۶۳ء میں ہوی ہوگی۔ اور مسیحی علماء کا اتفاق ہے کہ انجیل مرقس رومیوں کی اصلی زبان لاطینی میں لکھی گئی۔ لیکن ابھی کہیں اس کا اصلی نسخہ نہیں ہے، اس کا ترجمہ کنائس میں پایا جاتا ہے۔

اور اس انجیل کے مؤلف مرقس کی زندگی آج تک تاریکی میں چھپی ہوی ہے۔ لہٰذا انجیل مرقس کی اصل اور اس کے مؤلف کے حالات کے بغیر مذکورہ انجیل کی صحت و عدم صحت پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

انجیل لوقا اس کا مؤلف پولس حواری عیسیٰ کا شاگرد تھا۔ مگر اس کی زندگی بھی نامعلوم ہے اور انجیل لوقا کس زمانہ اور کس زبان میں مرتب ہوی، یہ بھی صیغۂ راز میں ہے۔ ظن غالب یہ بتایا جاتا ہے کہ ۶۴ء میں لوقاء کی تالیف ہوی لیکن اس زمانہ میں انجیل مرقس اور انجیل متی

تھی یا نہیں ۔ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ ولو بالفرض اگر دونوں موجود تھیں تو پھر دنیائے عیسائیت میں تیسری انجیل کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی ؟۔

بعض تاریخی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل رومی زبان میں مرتب کی اور اکابرین کی طرف ہدیتہً ارسال کیا۔

انجیل یوحنا۔ اس کا مؤلف حواریئن میں سے تھا۔ اور اس نے حضرت عیسیٰ کے عروج کے تقریباً ستر سال بعد ایک سو صدی میں انجیل کو لکھا۔ مگر خود مسیحی علماء نے تیسری صدی میں انجیل یوحنا کی تحقیق کی۔ اور اعلان کیا کہ یہ یوحنا کی تالیف نہیں ہے ۔ کیتھولک ہرلٹ اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں لکھتے ہیں کہ استاد ڈلن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انجیل یوحنا ۲۰۰ء کی تالیف ہے۔ جس کو مدرسہ اسکندریہ کے ایک طالب علم نے لکھا اور اس کو مسیحی دنیا میں شہرت دینے کیلئے یوحنا کی طرف منسوب کر دیا۔

انجیل یوحنا بھی حضرت عیسیٰ کے حواری یوحنا کی نہیں ہے بلکہ یہ دوسرا یوحنا ہے جو افیوس میں رہا کرتا تھا اور قرن اول کے اختتام پر اس کا انتقال ہو گیا اور جو حواری یوحنا تھے انہیں یہودیوں نے قتل کر دیا تھا۔
(تاریخ انجیل برکٹ)

حاصل کلام چاروں اناجیل کا گہری نظر سے تحقیقی مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک صرف اختلافات ہی اختلافات ہیں۔ دورِ عیسائیت سے قبل ساری آسمانی کتابیں ختم ہو چکی تھیں۔ پھر کیسے باور کیا جائے کہ ملتِ مسیحا کی بنیاد توریت، زبور اور اس انجیل سے ہے جو حضرت عیسیٰ پر نازل کی گئی تھی۔

عیسائیت کے وجود میں آنے سے قبل اگر کوئی آسمانی کتاب تھی تو وہ صرف توریت تھی اور وہ بھی جنگ بابل کے اثرات سے ختم ہو چکی جسکی وجہ سے تمام یہودی گمراہ ہو چکے تھے۔ کتاب الخروج باب (۳۲) میں ہے کہ قوم موسیٰ نے جس بچھڑے کی پوجا و پرستش کی، اس کے بنانے والے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ اس سے کھلی گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے۔

مذکورہ چار اناجیل کے علاوہ نصاریٰ کے پاس ۲۳ کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ عہد جدید کے نام سے موسوم ہیں اور ان تمام کتابوں کو الہامی قرار دیا گیا ہے۔ عیسائیت کے ایک مقتدر اور جید عالم برنابا نے بھی ایک انجیل لکھی ہے ۱۷۰۹ء میں اس کا قدیم نسخہ برآمد ہوا۔ اس وقت ایک پوپ نے اس کے استعمال اور مطالعہ کو قطعاً حرام قرار دیا۔ کیونکہ یہ انجیل برنابا مذکورہ چاروں اناجیل سے مختلف تھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت عیسیٰ خدا کے فرزند نہیں تھے اور انہیں اللہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ وہ تو ایک مقدس اور برگزیدہ انسان تھے اور انہیں سولی نہیں دی گئی، بلکہ یہودی الاسخر یوطی کو ان کی صورت سے مشابہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے وہ مقتول ہوا اور آپ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

قارئین کرام نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ان اناجیل میں کتنا اختلاف ہے۔ اگر یہ اللہ کی کتاب ہوتی تو وہ یقیناً اختلافات سے پاک رہتی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اصلی انجیل کا چہرہ بالکل مسخ ہو گیا۔ عیسائیت کی پہلی صدی تصنیف وتالیف کے مذاق سے بالکل ناآشنا تھی۔ حضرت عیسیٰ اور آپ کے حوارئین کے اقوال اور اللہ کے کلام میں مابہ الامتیاز کوئی شئی نہ رہ سکی اور ان تمام چیزوں میں اختلاط ہو گیا۔ اور عیسائیت میں جب افتراق اور انتشار کی لعنت عام ہو گئی تو کئی ایک علحدہ علحدہ انجیل مرتب ہو گئے۔ "انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا" کے مطابق ان اناجیل کی تعداد ۳۲ سے متجاوز ہے۔

کیا موجودہ انجیل آسمانی ہے

مسیحی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "عہد جدید" میں اناجیل کے سارے نسخے مفقود ہو چکے ہیں۔ ان کی نقل حضرت عیسیٰ کے پانچسو سال بعد مختلف زبانوں میں ہوتی رہی۔ صرف تین نسخہ قدیم ہیں اور یہ بھی قرن رابع کے بعد ہی وجود میں آئے۔ ان میں سے ایک نسخہ یونانی ہے، جو وکٹن لائبریری (اٹلی) میں چارسو سال سے محفوظ ہے۔ دوسرا نسخہ یونانی زبان اسکندریہ کا ہے جو برٹش میوزیم (انگلینڈ) میں موجود ہے اور تیسرا نسخہ سینا ہے اور یہ تینوں نسخے بھی اختلافات سے لبریز ہیں۔

حاصل کلام موجودہ تمام اناجیل کا جائزہ لیجئے۔ اختلافات سے ہٹ کر دیکھا جائے تو کہیں بھی احکامات کا پتہ ہی نہیں اور اس کے علاوہ ان اناجیل کے اندر، حضرت عیسیٰ کی ولادت کا ذکر اور ان کی وفات کا بھی ذکر آگیا ہے اور یہ بات بھی انتہائی حیرت خیز ہے کہ ان کتابوں کے اندر حضرت عیسیٰ کے پردہ فرمانے کے بعد وقوع پذیر ہونیوالے واقعات بھی آ گئے ہیں۔ ان چیزوں سے صراحۃً یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ نصاری جن کتابوں کو انجیل سے تعبیر کرتے ہیں وہ حقیقی اور اصلی انجیل نہیں ہے۔

عیسائیت میں عقیدہ بت پرستی اور تحریف کا آغاز

تیسری صدی تک دنیائے عیسائیت میں خدا پرستی چھائی ہوی تھی اور پوری قوم ملت مسیحا کے اصول وقوانین پر پوری طرح کاربند تھی۔ اور کفر وشرک وبدعات وخرافات کا نام ونشان نہ تھا حتیٰ کہ عقیدۂ تثلیث بھی وجود میں نہیں آیا۔ چوتھی صدی سے ملت مسیحا میں آہستہ آہستہ خرافات وبدعات کا دخل شروع ہوا۔ رومیوں اور یونانیوں کی مختلف جنگوں کی وجہ سے عیسائی تہذیب متاثر ہوی اور اقوام کا اختلاط زور پکڑتا گیا۔ چنانچہ نیولون کے دور تک عیسائیت میں کچھ کچھ خفیف سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ چوتھی صدی میں مشرکین اور قیصر کی خوں ریز جنگ چھڑ گئی اور یہیں سے عیسائیت کے اندر ضلالت وگمراہی عام ہونے لگی اور ان ہی مختلف جنگوں کی وجہ سے نصاری پر ظلمت چھا گئی۔

تاریخ کلیسا میں ہے کہ طویل عرصہ کے بعد عیسائیت نے اپنے چہرے سے ضلالت کا نقاب اُتار دیا اور ملت کے لئے نئی تدابیر اور نئے اصول آہستہ آہستہ مرتب ہونے لگے۔ اس

سلسلہ میں کینیسہ روما کا بہت حصہ رہا ہے۔ ملت کی تنظیم کے لئے ایسے اصول مرتب ہونے لگے جن کے لئے شریعت مسیحا سے کوئی اصل نہیں۔

مفسر ہارن اپنی تفسیر جلد ثانی ص ۳۳۱ (مطبوعہ ۱۸۲۴ء لندن) میں لکھتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ عیسائی اکابرین میں چند تحریفات عمداً ہوئی ہیں۔ اور بعد میں آنے والی نسل نے ان تحریفات اور اکابرین پر اعتماد کیا اور ان کی تائید کی تاکہ ان پر کوئی اعتراض نہ آئے۔

مروجہ اناجیل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی خاطر حضرت عیسیٰ کو سولی پر لٹکا دیا۔ اور پھر تین دن کے بعد زندہ کر دیا۔ کیونکہ حضرت آدم کی خطا سے ان کی ساری ذریات خطاوار ہو گئی اور تمام انسان دائمی عذاب و عقاب کے مستحق ہو گئے۔ خدا رحیم و کریم ہونے کی وجہ سے حضرت آدم کی خطا پر کافی پریشان ہو گیا۔ اس لئے کہ اگر سزا دے تو یہ اپنی رحمت اور عفو کے منافی ہے اور اگر سزا نہیں دیتا ہے تو عادل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بے حد پریشان رہا۔ کہ کوئی ایسی ترکیب نکل جائے جو عدل و رحمت دونوں کو برقرار رکھ سکے۔ آخر کار اس تدبیر پر ہدایت پا گیا اور اس نے اپنے فرزند کو ایک عورت کے پیٹ سے جنم دیا اور اس لڑکے کو انسان کامل اور "الٰہ کامل" بنا دیا۔ پھر اس لڑکے پر دشمنوں کو غلبہ عطا فرما دیا تاکہ اپنا فرزند مصلوب اور مقتول ہو۔ یہی وہ لڑکا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہے اور حضرت عیسیٰ کا سولی پر چڑھایا جانا انسانیت کی ایک عظیم قربانی تھی وہ قتل کے مستحق ہی نہیں تھے محض حضرت آدم کی خطا سے لوگوں کو عقاب خداوندی سے بچانا مقصود تھا۔

ناظرین! اس تحریف اور فاسد عقیدہ کا مطالعہ کرتے ہوئے یقیناً حیرت میں پڑ گئے ہونگے کہ خطا کوئی اور کرے اور سزا کسی اور کو دی جا رہی ہے اور طرفہ مزید یہ ہے کہ عدل و رحمت کو برقرار رکھنے کے لئے ایک معصوم کو مصیبت میں گرفتار کیا جا رہا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ ۔ ایں چہ بوالعجبی است۔

عیسائیت کا مذکورہ عقیدہ کوئی نیا نہیں ہے۔ یہ چیز قدیم زمانہ میں تھی۔ چنانچہ ولادتِ عیسیٰ سے کئی سال قبل مصر، روم، اور بابل کے بت پرست یہ عقیدہ رکھتے تھے، کہ انسان کا خدا انسان کے واسطے قربان ہو کر پھر زندہ ہو جاتا ہے۔ تاریخ امم کا مطالعہ رکھنے والے شخص پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اٹس، اڈونس، ٹامور، اور اوسیرس وغیرہ جو بت پرستوں کے الٰہ تھے، یہ لوگ اپنی قوم کی خاطر فدا ہو گئے اور پھر انہیں زندہ کیا گیا۔ چنانچہ یونان اور مصر میں اڈونس اور روسیرس کی نئی زندگی کے پہلے دن کو عید مناتے، اور ان کی موت کے دن ماتم مناتے تھے۔

شاید ان ہی عقائد کا اثر ہے کہ ملت مسیحا میں بھی اس قسم کی چیزیں پیدا ہو گئی ہیں جن کی کوئی اصل حضرت عیسیٰ کی شریعت میں نہیں ہے۔

مسیحی فرقے

نصاریٰ ۷۲ فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ ان میں تین بڑے فرقے ہیں۔ ملکانیہ[1]، نسطوریہ[2]، لیعقوبیہ[3]۔

فرقہ ملکانیہ۔ یہ ملکان نامی شخص کی طرف منسوب ہے جو بلادِ روم میں ظاہر ہوا۔ یہ فرقہ تثلیث کا قائل ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ انسان کامل اور قدیم سے متصف ہے کیونکہ اللہ قدیم ہے۔ قدیم کے پاس سے آیا ہوا بھی قدیم ہے۔ حضرت عیسیٰ دو چیزوں کا مجموعہ تھے۔ ناسوتی اور لاہوتی۔ قتل اور صفت ناسوت اور لاہوت دونوں پر واقع ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ کا باپ قرار دیتا ہے۔

نسطوریہ۔ یہ فرقہ نسطورس کی جانب منسوب ہے یہ فرقہ بالکل معتزلہ کے مثل ہے۔ حضرت عیسیٰ کو اشراق نوری یعنی خدا کی ایک جھلک قرار دیتا ہے۔ اسکا عقیدہ ہے۔ قتل اور صلب صرف ناسوت ہی پر واقع ہوا۔

یعقوبیہ۔ یہ فرقہ یعقوب البردعانی کا معتقد اور مقلد ہے۔ یہ شخص قسطنطنیہ کا راہب تھا اور یہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ کلمہ اللہ خون اور گوشت بن گیا جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ خدا بن گئے۔

مذکورہ تین فرقوں کے علاوہ اور چھوٹے چھوٹے کئی ایک فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک ناصریہ نیا فرقہ ہے جو ختان اور قربان کو ترک نہیں کیا۔ اور ضروری بھی نہیں قرار دیا۔ اور حضرت عیسیٰ کو مریم عذرا کا فرزند قرار دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ کو روح القدس جبرئیل کا بیٹا قرار دیتا ہے۔

انتانیہ بھی ایک فرقہ ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ مریم اور یوسف کے فرزند ہیں۔ حضرت عیسیٰ کے جسم میں مسیح حلول کر گیا اور تثلیث کے وقت مسیح نکل گیا۔ قرن رابع کے اختتام میں یہ فرقہ تقریباً ختم ہو گیا۔

فرقہ ناسٹک یہ توریت کے پانچ پاروں کو بھی انجیل میں شامل سمجھتا ہے۔ انبیائے کرام اسکے نزدیک معصوم نہیں ہیں۔ یہ فرقہ بالکل باطنیہ کے مشابہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے۔ حضرت مسیح صرف روح ہیں۔ یہ فرقہ پچاس فرقوں میں بٹ چکا ہے جن کی وضاحت طوالت کا باعث ہو گی۔

موجودہ دور میں جو عیسائی ہیں، وہ تثلیث کے قائل ہیں اور یہ دو عظیم فرقوں میں تقسیم ہوئے ہیں ـــ ایک مشرقی کنائس (روس، یونان، بلقان وغیرہ) کے ماننے والے اور دوسرا غربی کنائس کے ماننے والے۔ یہ غربی کنائس کے مقلدین بھی دو حصوں میں منقسم ہیں۔ ایک پروٹسٹنٹ جس میں انگلینڈ اور جرمن وغیرہ ہیں۔ دوسرا کیتھولک جس میں آسٹریلیا۔ فرانس وغیرہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ کے حواری

حوارئین کی تعداد کثیر ہے لیکن بارہ حواری ملت مسیحا میں عظمت اور شہرت کے حامل ہیں :-

بطرس[1] - اندراوس[2] - یعقوب بن زبدی[3]
یوحنا بن زبدی[4] - فیلبس[5] - برتھولومائس[6]
توما[7] - متی العشار[8]، یعقوب[9] حلفی
لباؤس[10] - سمعان[11] - یہوداہ الاسخریوطی[12]

حاصل کلام دنیائے عیسائیت کی سیر کرنے

والے نہ صرف تھکان محسوس کرینگے بلکہ حیران اور پریشان ہو جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ کی پاک و صاف سیرت، اتنے اختلافات اور خرافات کی شکار ہو چکی ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر تقلید نہیں کی جا سکتی۔ گویا حضرت عیسیٰ کی ساری زندگی کو ان کے متبعین نے عجیب و غریب رنگ دے دیا۔ اور اسی طرح آپ پر اتاری گئی انجیل کا بھی چہرہ مسخ کر دیا گیا۔ طرح طرح کی تحریفات اور تبدیلیاں ہو گئیں۔ حتیٰ کہ اس آسمانی کتاب میں حضرت عیسیٰ کی ولادت، وفات، اور وفات کے بعد ہونے والے واقعات بھی آ گئے۔ حیرت ہے کہ صاحب کتاب کے چلے جانے کے بعد بھی وحی کا سلسلہ کیسے جاری رہا۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ کتاب میں الحاقات کئے گئے ہیں۔

اور دوسری پریشان کن بات یہ ہے کہ انجیل جو خدا کا کلام ہے، خدا کے کلام اور عیسیٰ کے کلام اور حواریین کے کلام میں مابہ الامتیاز شئی ہماری ملت محمدیہؐ کی طرح قرآن، حدیث، آثار اور اقوال صحابہ کی طرح نہیں ہے۔ سب ایک دوسرے سے خلط ملط ہے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر موجودہ اناجیل حقیقی اور اصلی اور آسمانی کتاب کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

ملت مسیحا کی سیر نے شکر کے جذبات پیدا کر دئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تحریف و تبدل سے محفوظ رکھا۔

وما علینا الا البلاغ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین